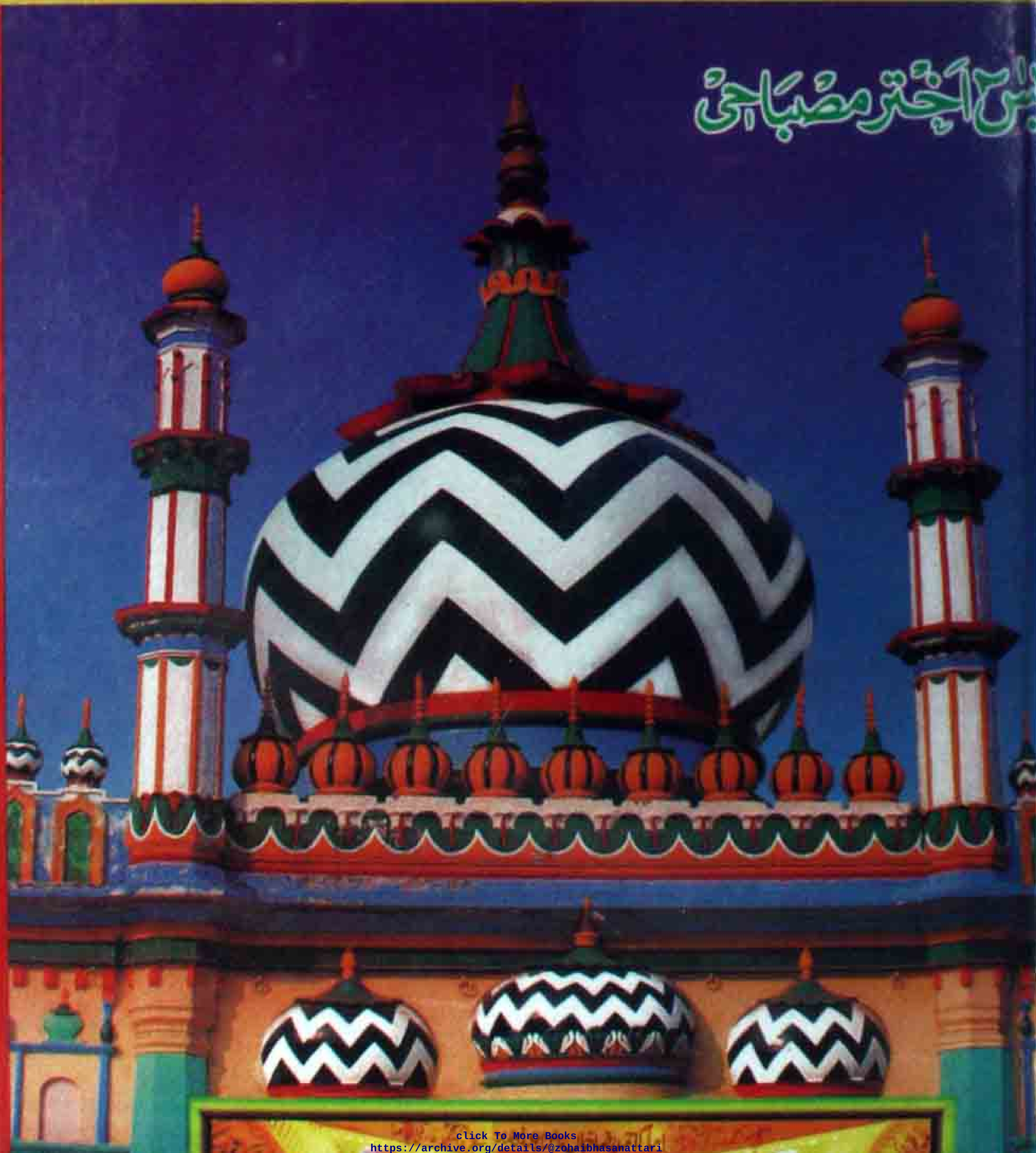
امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات



امام احمد رضا
اور
ردِّ بدعات و منکرات

عکسِ

(مع حذف و اضافہ)

یٰس اختر مصباحی

ناشر
فرید بُک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

﴿ بانی ادارہ ﴾

جناب محترم سید اعجاز احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ

متوفی ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ / ۵ ستمبر ۱۹۹۸ء

نام کتاب ——— امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات

تالیف ——— یٰسین اختر مِصباحی

تقریظ ——— علامہ اختر رضا القادری

تقریب ——— محمد احمد مصباحی

مئوید ——— عبدالحکیم شرف قادری

ناشر ——— فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار، لاہور

تعداد ——— گیارہ سو

مطبع ——— رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

الطبع الاوّل ——— مارچ ۲۰۰۰ء

ہدیہ ——— /- روپے

شرفِ انتساب

مُربّیانِ اشرفیہ

(۱) شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی متوفیٰ ۱۳۵۵ھ

(۲) صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی (مصنف بہار شریعت) م ۱۳۶۷ھ

(۳) محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی م ۱۳۸۳ھ

(۴) حافظِ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی م ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کے نام

اگر سیاہ دلم داغِ لالہ زارِ تو ام
وگر کشادہ جبینم گلِ بہارِ تو ام

عقیدت کیش: اختر مصباحی

۷ / ۱۲ / ۱۴۰۰ھ

تہدیہ

خلفاء حضرت فاضل بریلوی

① مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا قادری

② برہان الملۃ حضرت مولانا شاہ عبدالباقی برہان الحق رضوی

③ شیخ الاسلام حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی

باب مجیدی۔ مدینہ منورہ

دامت برکاتہم القدسیہ

کے

خدمات عالیہ میں

لَا خَیْلَ عِنْدِی أُهْدِیْهَا وَ لَا مَالُ
فَلْیُسْعِدِ النُّطْقُ إِنْ لَمْ تُسْعِدِ الْحَالُ

نیازمند: اختر مصباحی

۷/ ۱۲/ ۱۴۰۰ھ

فہرست

حواشی

نگاہِ اولیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر کتاب میں "ذکر خدمات" کے عنوان سے مختلف موضوعات پر امام احمد رضا فاضل بریلوی کے کارناموں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ امثال وشواہد کے ذریعہ آپ کی علمی شخصیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ موافق ومخالف ہر ایک کے نزدیک آپ کا علمی وفنی وقار مسلّم ہوجائے اور پُرآشوب دَور میں مختلف محاذوں پر آپ کی مجاہدانہ زندگی کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پھر جائے۔

اسی طرح "ماحی بدعات" کے عنوان سے حضرت فاضل بریلوی کی کتابوں سے ایسی عبارتیں پیش کردی گئی ہیں۔ جن سے مخالفین کے پروپیگنڈے اور بعض سیدھے سادے ناخواندہ سنی عوام کی غلط فہمی دونوں چیزیں ان شاء اللہ ایک ساتھ دم توڑ جائیں گی۔

مقصود اصلی صرف یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کا صحیح مسلک واضح ہوجائے اور اپنے بیگانے کسی کے لئے کوئی محل انکار باقی نہ رہ جائے اور ہر ایک کے نزدیک یہ مسائل بالکل عیاں ہوکر تسکین قلب کا سامان بن جائیں۔

اس دَور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

رب کریم کا بے پایاں تشکر اور اس کا احسان عظیم ہے کہ یہ کام جو ۱۳۹۷ھ میں شروع ہوا اپنی تدریسی ودیگر مصروفیات کے باوجود آج پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ اور آپ کی نگاہیں اس عبقری شخصیت کے مطالعے سے شادکام ہورہی ہیں۔ جس کی تعریف میں فضلاء روزگار رطب اللسان ہیں اور جس کے انوار وتجلیات سے مشرق ومغرب میں اجالا پھیل رہا ہے۔

قارئین کرام مطالعۂ کتاب کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ کتب ورسائل رضویہ کے اقتباس وتلخیص کو مقتبس یا ملخص لکھ کر کے ممتاز کردیا گیا ہے۔ "رد بدعات" کے حصے میں سوالات

عام طور پر ملخص کر دئے گئے ہیں۔ اور جوابات میں بھی اختصار و اجمال کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ جن حضرات کو مزید تحقیق و تفصیل درکار ہے وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کریں تاکہ اس مسئلہ کا ہر پہلو اُن کی نظر میں آجائے۔ حصہ رد بدعات میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا گیا تاکہ اصل کتاب اور قاری کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو اور براہِ راست وہ خود اخذ نتائج کر سکیں۔ اسی طرح افادیت کے پیشِ نظر بہارِ شریعت کے بھی کچھ عام فہم مسائل حاشیہ پر کہیں کہیں بلا تبصرہ نقل کر دیئے گئے ہیں۔

○○◯○○

ماہرِ رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہٗ کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری خواہش اور درخواست پر ۱۹۷۸ء ہی میں ایک وقیع اور پُر مغز مقدمہ تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی اور زیرِ نظر کتاب کے مندرجات اور ان کے نتائج کی طرف بڑے دلکش اور علمی و ادبی پیرایۂ بیان میں قارئین کی رہنمائی کی۔

المجمع الاسلامی مبارکپور کے ارکان اور اپنے مخلص احباب (۱) مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی (۲) مولانا افتخار احمد قادری مصباحی (۳) مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی کے مفید مشوروں اور پُر خلوص تعاون کا شکریہ ادا کئے بغیر میں اپنی بات ختم نہیں کر سکتا جو ہر قدم پر میرا رفیق اور ہمدم و دمساز رہا۔ خصوصیت کے ساتھ صدیق محترم مولانا محمد احمد صاحب اعظمی مصباحی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے پوری کتاب پر نظرِ اصلاح ڈالی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ نیز تقریب لکھ کر راقم سطور پر کرم فرمایا۔

اور پھر نقل و تصحیح اور کتابت و طباعت کے دشوار گزار مراحل پر ہاتھ بٹانے والوں میں مولانا نصر اللہ صاحب بھیروی مصباحی و عزیزان مولوی عبد الغفار اعظمی مصباحی۔ مولوی احمد الاعظمی المصباحی۔ نیز مولوی غیاث الدین سیوانی مصباحی۔ مولوی فتح احمد بستوی مصباحی۔ مولوی علیم الدین اعظمی مصباحی متعلمین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے ذریعہ مجھے بڑی آسانیاں فراہم ہوئیں اور جلد تر یہ کتاب منظرِ عام پر لانے میں ان سے بہت مدد ملی۔

رب قدیر مسلمانانِ عالم کو اتباعِ شریعت، و جذبۂ حفاظتِ دین و شعائرِ اسلام اور عشقِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال دولت سے سرفراز فرمائے۔ اسلاف کرام و علماء ربانیین

کے آفاقی فیوض وبرکات سے ان کے قلوب واذہان کی تطہیر فرمائے اور اس دورِ آخر میں تقدیس رسالت کے علمبردار علماء اہل سنت بالخصوص علامہ فضل حق خیرآبادی م ۱۲۷۸ھ و علامہ فضل رسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ و سید آل رسول مارہروی م ۱۲۹۶ھ شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان شافعی م ۱۲۹۹ھ مولانا عبدالقادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی م ۱۳۴۰ھ حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی م ۱۳۵۰ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر مدام لالہ وریحان اور اپنی رحمت و غفران کی بارش برسائے اور ان علماء حق و مشائخ کرام کی روشن تعلیمات سے لوگوں کے سینوں کو آئینہ کی طرح مجلیٰ و مصفیٰ بنائے۔ اور اس خدمت کے طفیل سبھی مخلصین و محبین و عزیز طلبہ نیز راقم سطور کو اپنے حفظ و امان میں رکھ کر زیادہ سے زیادہ خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد یٰسین اختر الاعظمی

جمعۃ المبارکۃ ۷؍ ذوالحجۃ ۱۴۰۰ھ
مطابق ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۸۰ء

تقریظ

جانشین مفتیٔ اعظم حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری
محلہ سوداگران ۔ بریلی شریف

محب گرامی حضرت مولانا یٰس اختر صاحب اعظمی
زیدت مکارمکم ۔ سلام مسنون!

طالب خیر مع الخیر ہے۔

فقیر نے آپ کی کتاب مستطاب "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" کا کہیں کہیں سے سرسری مطالعہ کیا۔ بفضلہ تعالیٰ کتاب خوب اور بہت خوب ہے۔

آپ نے اپنی اس تصنیف لطیف کے ذریعہ ایک عظیم علمی اور مذہبی خدمت انجام دی ہے اور وہ یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام ہمام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر ان کے مخالفین کا یہ الزام کہ "ان سے بدعتوں کو فروغ ہوا" ایسا کافور فرمایا اور خود سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے کلمات طیبات سے ایسے دستاویزی ثبوت فراہم کئے کہ ہر مخالف منصف کا ضمیر پکار اٹھے گا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ان کے بدگویوں کا الزام محض غلط ہے۔

اور بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوگا سبحنک مایکون لنا ان نتکلم بھذا ان ھذا الا بھتان عظیم ۔

مولائے کریم آپ کی اس کتاب کو شرف قبول سے نوازے۔ اور آپ کو برکات دارین سے بہرہ مند اور مدارج عالیہ پر فائز فرمائے۔

والسلام ۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

۴؍رجب ۱۴۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

کتاب اور مصنّف کا تعارف

از: رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مصباحی

۱۹۸۵ء میں ٹھیک اس وقت جب میں دہلی سے ہالینڈ کے سفر پر روانہ ہونے کے لئے بالکل پابہ رکاب تھا، حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی نے اپنی گراں مایہ تصنیف "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمایا اور خواہش ظاہر کی کہ نئے ایڈیشن کے لئے کتاب سے متعلق میں اپنے تأثرات قلم بند کر کے موصوف کے حوالہ کردوں۔ لیکن کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے بھی اتنی وقیع اور فقید المثال تھی کہ ورق دو ورق میں تبصرے کا حق نہیں ادا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کے حکم کی تعمیل سے کامل طور پر عہدہ برآ ہونے کے لئے میں نے کتاب اپنے ساتھ رکھ لی۔

چوں کہ میں چند ہی ماہ کے لئے وہاں ایک تعلیمی مشن پر گیا تھا اس لئے دوسرے ہی دن سے جامعہ مدینۃ الاسلام کے نام سے یورپ میں ایک بلند پایہ اسلامی درس گاہ کے قیام کے لئے میری جد وجہد شروع ہو گئی۔ اسی درمیان ورلڈ اسلامک مشن کے وفد کے ساتھ تہران، بغداد، مقدسہ، شرق اردن اور سعودی عرب کا مجھے کئی بار سفر کرنا پڑا۔ انہیں مصروفیات کے باعث امروز و فردا پر بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ جامعہ کے منصوبے کو اس کے جملہ لوازم کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا کر میں نو دس مہینے میں ہندوستان لوٹ آیا۔

یہاں بھی ملک گیر پیمانہ پر جماعت اہل سنت کی مذہبی، تنظیمی، تعلیمی اور تبلیغی ضروریات نے موقعہ

نہیں دیا کہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا۔ یہاں تک کہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی منظر عام پر آگیا۔ اب جب کہ چوتھا ایڈیشن چھپنے جارہا ہے میں طے کرکے بیٹھا ہوں کہ چاہے کیسی ہی مصروفیت سامنے آئے میں کتاب پر اپنا تبصرہ مکمل کرکے ہی دم لوں گا۔

قبل اس کے کہ کتاب کے مشتملات پر میں اپنے تأثرات سے قارئین کرام کو باخبر کروں، کتاب کے مصنف اور ان کے علمی و تبلیغی مشن کے متعلق کچھ کہنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔

اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا محمد یٰسٓ اختر مصباحی ہماری جماعت کی مذہبی، علمی اور تبلیغی تاریخ کے لیے ایک نئے عہد کا آغاز ہیں۔ مختلف موضوعات پر کتابوں کی تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے "المَجْمَعُ الاِسْلامِی" کے نام سے پُرخلوص رفاقت کی بنیاد پر اجتماعی کام کی ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ جن رفقاء کے علمی و فکری اور اخلاقی اشتراک و تعاون سے آج یہ ادارہ ملت کے کروڑوں افراد کا مرکز امید بن گیا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یٰسٓ اختر مصباحی

۲۔ حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی

۳۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

۴۔ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

حُسن اتفاق دیکھئے کہ یہ چاروں ارکان الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کے فاضل اور استاذ العلماء، حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی آغوش تربیت کے پروردہ ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے آج سے دس بارہ سال پیشتر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں "المجمع الاسلامی" کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ادارے کے لئے رفاقت کی شرطیں اتنی مشکل اور سخت تھیں کہ اب تک رفقاء کی تعداد چار سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ عصر حاضر میں دینی رفاقت کی یہ حیرت انگیز مثال ہوگی کہ

سلہ المجمع الاسلامی مبارک پور کے ارکان اربعہ اس کے بانی ارکان ہیں۔ اور انہیں کے باہمی اشتراک و تعاون [illegible]

چاروں ارکان کے درمیان علم و فضل، دیانت و تقویٰ، خلوص و للٰہیت، اور طبیعت و مزاج کے اعتبار سے اتنی زبردست ہم آہنگی ہے کہ یومِ تاسیس سے لے کر آج تک دس بارہ سال کی طویل مدت میں باہمی تکدر کا چھوٹے سا چھوٹا واقعہ بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔

ہند و پاک میں اشتراکِ عمل کی بنیاد پر دینی و علمی اداروں کی کمی نہیں ہے لیکن "المجمع الاسلامی" بلاشبہ اپنی ان خصوصیات کے لحاظ سے انفرادیت کا حامل ہے کہ

(۱) ادارہ کا ہر رفیق عربی اور اردو ادب پر یکساں اور بھرپور قدرت رکھتا ہے۔ اور تصنیف و تالیف فکری، علمی، اور تحقیقی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔

(۲) "المجمع الاسلامی" کے طباعتی اور اشاعتی مشن کو چلانے کے لیے آج تک اس کے ارکان نے نہ عام چندہ کیا اور نہ اس کے لیے کوئی اپیل شائع کی۔ جہاں تک میرے علم میں ہے ہر رکن نے اوّل یوم سے اپنے حصے کی جو رقم جمع کی تھی اسی سے طباعت و اشاعت کا کام شروع کیا گیا اور ارکانِ ادارہ منافع کی رقوم اپنے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے اس کی توسیع پر صرف کرتے رہے۔

(۳) ادارے کا ہر پروگرام منصوبہ بندی کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ اور وہ دو شعبوں پر مشتمل ہے۔ پہلا شعبہ "المجمع الاسلامی" کے رفقاء کی خود اپنی تصنیف کردہ کتابوں کی طباعت و اشاعت کا ہے جب کہ دوسرا شعبہ باہر کے مصنفین کی کتابوں کی طباعت و اشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ تراجم کا کام بھی پہلے ہی شعبہ کے ذیل میں آتا ہے۔ دونوں شعبوں کی مطبوعات کی تعداد تقریباً پچاس تک پہنچ چکی ہے۔

(۴) عام طور پر ادارہ کے رفقاء اپنے اپنے مقرر کردہ موضوعات پر تصنیف و تالیف کا کام تنہا انجام دیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی اہم نادر و ضخیم اور غیر مطبوع کتاب کی طباعت کا مرحلہ پیش آجائے تو اس کی ترتیب و تہذیب اور تبویب و تقدیم کا کام مشترک طور پر انجام دیتے ہیں۔ جیسا کہ رد المحتار پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا حاشیہ "جد المحتار" نامی کتاب کا مسودہ اسی طریقۂ کار کے مطابق زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔

(۵) نئی کتابوں کی تصنیف کے لیے "المجمع الاسلامی" کے ارکان موضوعات کے انتخاب میں مندرجہ ذیل خصوصیات کو سامنے رکھتے ہیں۔

(الف) علم و فکر یا دینی عقیدہ و تاریخ کا کوئی نیا گوشہ قارئین کے سامنے آئے۔

(ب) اپنی افادیت کے اعتبار سے اہل اسلام کی اجتماعی زندگی کو تقویت پہنچاتا ہو۔

(ج) ماضی کی عہد آفریں شخصیتوں کے ان علمی و دینی کارناموں سے دنیا کو باخبر کیا جائے جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔

المجمع الاسلامی اور اس کے ارکان کے احوال و خصائص پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنے کے بعد اب اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی علمی و فکری اور ادبی و ادارتی صلاحیتوں سے قارئین کرام کو روشناس کرانا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا موصوف اردو اور جدید عربی پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اردو تو ان کی مادری زبان ہے لیکن عہد طالب علمی ہی سے عربی ادب کے ساتھ جو ان کا شغف رہا ہے اس نے رفتہ رفتہ انہیں عربی زبان کا بہترین ادیب بنا دیا۔ اس کے علاوہ انہیں سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں بھی تقریباً ڈھائی سال تک رہنے کا موقعہ ملا۔ جہاں انہوں نے جدید عربی ادب کا گہرا مطالعہ کیا۔ اور شب و روز کی محنت شاقہ سے اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اب وہ اہل زبان کی طرح جدید عربی میں تحریر و تقریر کی بے محابا قدرت رکھتے ہیں۔

ان کے مبلغ علم کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ہندوستان کی بین الاقوامی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں شعبہ عربی کے استاذ کی حیثیت سے انہوں نے آٹھ دس سال تک تدریس کے فرائض انجام دئے ہیں۔ اسی دوران انہوں نے عربی ادب میں ایک نہایت وقیع کتاب تصنیف فرمائی جو "المدیح النبوی" کے نام سے حلقۂ اہل علم میں متعارف ہے اور ہند و پاک کی معیاری درس گاہوں میں داخل نصاب بھی ہے۔

ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اشرفیہ کے زمانۂ تدریس میں طلبہ کے اندر تحریری ذوق کی بیداری اور ان کی فکری رہنمائی کا جو عظیم الشان کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے اس کے اثرات آج پورے ملک میں محسوس کئے جا رہے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کی نئی نسل کے درمیان تصنیف و تالیف کا رُجحان تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

عربی علوم و فنون میں گہرے رسوخ کے ساتھ ساتھ وہ بالغ نظر مفکر اور بلند پایہ محقق کی حیثیت سے

بھی اپنے اقران میں امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں۔ اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ ایک شہرۂ آفاق مصنف کی حیثیت سے وہ دنیا کے بیشتر حصوں میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اخلاقی محاسن کے اعتبار سے بھی وہ ایک پُرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ علم وفضل کے ساتھ ساتھ دیانت وتقویٰ کی نعمت سے بھی وہ آراستہ ہیں۔ اور بلاشبہ یہ ثمرہ ہے حضور حافظ ملت بانیٔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فیضانِ صحبت کا، جس نے انہیں پیکر محاسن وجامع کمالات بنادیا۔ اوقات کا تحفظ اور زندگی میں نظم وضبط ان کی قابل تقلید خصوصیات سے ہیں۔ قلمی کام کرتے کرتے تنہائی کے وہ اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ ہجوم سے انہیں وحشت ہونے لگتی ہے۔ "کام زیادہ باتیں کم" کے اصول پر وہ سختی سے عمل پیرا ہیں۔ موصوف کی گفتگو میں جذبات کا عنصر کم اور معقولیت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانش وروں کے حلقے میں ان کا اثر ونفوذ دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

اور ان کا وہ ہنر جس نے اہل علم وادب سے ان کی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے، وہ ان کی سحر انگیز اور دلرباطرز تحریر ہے۔ جو عام فہم، سادہ اور سلیس ہونے کے باوجود اتنی پُرکشش، اتنی خوبصورت اور اس درجہ ادبی محاسن سے آراستہ ہے کہ پڑھئے تو پڑھتے رہئے۔ زبان کے رُخ سے ان کی تحریر میں جو خوبیاں ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں۔ قوتِ استدلال، بلندیٔ فکر اور مواد کے اعتبار سے بھی ان کا قلم اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

اب تقریباً تین سال سے انہوں نے دلّی کو اپنا مرکزِ توجہ بنایا ہے۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ وہ المجمع الاسلامی کو بین الاقوامی سطح کے علمی اور لٹریری ادارے میں تبدیل کرنے کی طرف پیش قدمی کررہے ہیں۔

موصوف میں تنظیمی صلاحیتوں کا جوہر بھی بدرجۂ اتم موجود ہے اور اس کا تجربہ ہم نے اس وقت کیا جب کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس کا مرکزی دفتر دہلی میں منتقل کرکے نائب صدر کی حیثیت سے انہیں مرکز کا انچارج بھی بنادیا گیا۔ موصوف نے جس ذہانت وتدبر اور ہوش وگوش کے ساتھ مرکز کی ذمہ داریوں کو سنبھالا اس کا اعتراف کانفرنس کے سارے قائدین کو ہے۔ دہلی میں بیٹھ کر ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی علاقائی اور صوبائی شاخوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا اور انہیں صحیح رُخ پر چلانا آسان کام نہیں تھا۔ شریعت کے تحفظ کے لئے تیرہ ۱۳ مہینے تک ملک کے طول وعرض میں جو آئینی

اور جمہوری جنگ لڑی گئی اس طویل مدت میں مولانا موصوف کی اس خوبی کو قدم قدم پر ہم نے محسوس کیا کہ معاملات میں ان کی رائے نہایت متوازن، معقول، اور خوش انجام ہوتی ہے۔ اس کا بھی اندازہ ہوا کہ دلیل سے اگر ثابت کر دیا جائے کہ کسی مسئلے میں ان کا موقف صحیح نہیں ہے تو اپنی بات واپس لینے میں وہ ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرتے۔

ورلڈ اسلامک مشن کے ایک مؤقر وفد نے جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ کی دعوت پر اس کی تیسری بین الاقوامی اسلامی کانفرنس (منعقدہ ۱۵ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء طرابلس، لیبیا) میں شرکت کی۔ دہلی سے لندن اور وہاں سے طرابلس پہونچ کر وفد نے کانفرنس کی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اور لندن ہوتے ہوئے ہماری واپسی ہوئی۔ لیبیا اور برطانیہ میں تین ہفتہ تک مولانا موصوف اور راقم سطور کا ساتھ رہا۔ اس سفر میں بہت قریب سے ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا موقعہ ملا۔ متعدد وفود و شخصیات سے ملاقات، بین الاقوامی مسائل پر گفتگو، اور دعوت و تبلیغ اسلام کے لئے نئی نئی راہیں نکالنے کے لئے ان کا ذہن جس تیزی و روانی اور وسعت و جامعیت کے ساتھ کام کرتا رہا اس کا اعتراف سارے شرکاء وفد نے کیا۔ اور تحسین و آفرین کی نظروں سے دیکھا۔

ایشیا میں "رضویات" پر تحقیقی کام کرنے والا سب سے قدیم ادارہ پاکستان میں ہے جو "مرکزی مجلس رضا" کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ ادارہ کے بانیوں میں نقیب اہل سنت حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا نام نامی سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ موصوف نے ادارہ کے ذریعہ سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کے علمی کمالات، ان کی تصنیفی خدمات، ان کے زہد و تقویٰ، ان کے مقام عشق و عرفان، اور ان کے تجدیدی کارناموں سے دنیا کے بہت بڑے حصے کو روشناس کرایا۔ پاکستان کی جن علمی شخصیتوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس علمی مشن کو آسمانِ ہفتم پر پہنچا دیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی۔

(۲) حضرت مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی۔

(۳) حضرت مولانا عبد الستار خاں نیازی۔

(۴) حضرت مولانا شمس بریلوی۔

(۵) حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔

(۶) حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری۔

(۷) حضرت مولانا سید نور محمد قادری۔

(۸) حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری۔ وغیرہم۔

خدا کا شکر ہے کہ اس میدان میں ہندوستان بھی پیچھے نہیں رہا۔ یہاں بھی اہل سنت کے متعدد بزرگوں نے انفرادی حیثیت سے رضویات پر جو وقیع لٹریچر تیار کیا ہے اسے دنیا کے بے شمار اہل قلم ماخذ کی حیثیت سے استعمال کر رہے ہیں۔ اپنی معلومات کے مطابق رضویات پر ہندوستان میں اب تک جو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) حیات اعلیٰ حضرت ـــــــ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

اس کتاب کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی ہے۔ باقی تین جلدوں کے مسودات حضرت ملک العلماء کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بیان کے مطابق مولانا محمود احمد رفاقتی (مؤلف "تذکرۂ علمائے اہل سنت") کے پاس محفوظ ہیں۔ بار بار کے تقاضہ کے باوجود نہ انہوں نے خود ان کی اشاعت کی اور نہ انہیں واپس کیا۔ ان تین جلدوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علوم و معارف اور ان کی پُر نور حیات کے کیسے کیسے جواہرات اور لعل و گہر بکھرے ہوئے ہیں اس کا اندازہ تو ان مسودات کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔ خدا کرے مشتاق آنکھوں کو بامراد ہونے کا موقعہ جلد ہی میسر آئے۔

(۲) سوانح اعلیٰ حضرت: ـــــــ حضرت مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی

(۳) مجدد اسلام : ـــــــ حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی

(۴) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں: ـــــــ حضرت مولانا محمد یٰس اختر مصباحی

(۵) امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات: ـــــــ " " " " "

(۶) امام شعر و ادب: ـــــــ حضرت مولانا وارث جمال بستوی

(۷) ارشادات اعلیٰ حضرت: ـــــــ حضرت مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

(۸) اکرام امام احمد رضا :۔۔۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۹) سیرت اعلیٰ حضرت :۔۔۔ حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) بریلوی! عصر حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان :۔۔۔ ارشد القادری

(۱۱) ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد کا مجدد نمبر

(۱۲) ماہنامہ تجلیات ناگپور کا اعلیٰ حضرت نمبر

(۱۳) ماہنامہ المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر

یہ ہے اجمالی خاکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیات طیبہ اور ان کے علمی و دینی کارناموں پر انفرادی طور سے کام کرنے والے حضرات کا۔ لیکن جب سے "المجمع الاسلامی" کا قیام عمل میں آیا ہے رضویات پر کام کرنے کا سلسلہ اجتماعی شکل میں آگے بڑھ رہا ہے۔ اب تک مندرجہ ذیل کتابیں المجمع الاسلامی کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں :۔۔۔ حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی

(۲) امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات :۔۔۔ " " " "

(۳) الفضل الموہبی (تعریب) :۔۔۔ حضرت مولانا افتخار احمد قادری

(۴) امام اہل سنت :۔۔۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی

(۵) اجالا :۔۔۔ " " " "

(۶) گناہِ بے گناہی :۔۔۔ " " " "

(۷) ارشادات اعلیٰ حضرت :۔۔۔ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

(۸) تصنیفات امام احمد رضا (زیر طبع) :۔۔۔ " " " " "

(۹) کلام رضا :۔۔۔ نظر لدھیانوی

(۱۰) عرفان رضا :۔۔۔ ڈاکٹر الٰہی بخش اعوان

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مقدس شخصیت کے ساتھ ارکان المجمع الاسلامی کی جو فکری اور جذباتی وابستگی اور لگن میں دیکھ رہا ہوں اس کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس

راہ میں ان کی پیش قدمی کا یہی عالم رہا تو وہ دن دور نہیں جب المجمع الاسلامی رضویات پر تحقیق کام کرنے کا بین الاقوامی ادارہ بن جائے گا۔ خدائے قدیر پردۂ غیب سے ہماری اس آرزو کی تکمیل کے اسباب فراہم کرے۔ آمین۔

اصل کتاب پر تبصرہ

تعارفی تمہید کے بعد اب ہم "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" کے مشتملات پر اپنے تبصرہ کا آغاز کرتے ہیں۔

حضرت مصنف نے اپنی کتاب کے مباحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت سے بحث کی ہے جب کہ دوسرے حصہ کا تعلق ان کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں سے ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے جو عنوانات قائم کئے ہیں ان سے مصنف کی تحقیقی صلاحیت، کمال جستجو اور وسعت مطالعہ پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں عنوانات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

شجرۂ طوبیٰ (۱)

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے تفسیر، حدیث اور سلاسل طریقت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ان سندوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے جو ان کا علمی رشتہ ماضی کے ائمۂ علم و فن سے جوڑتی ہوئی اعلم الاولین والآخرین نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات تک پہنچاتی ہیں۔ ان مقدس اسناد کے ذریعہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ثقاہت اور ان کے علم و فضل کی جلالت شان آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔

تفسیر و ترجمۂ قرآن (۲)

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے علوم قرآن، تاویل آیات، اور تفسیرات سلف میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

کہ مورخ و ترجمان کے استحضار و تفکر، اور مفاہیم قرآنی کی تعبیر پر ان کی عظیم قدرت و مہارت کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن حکیم کے دوسرے اردو تراجم کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن) کا موازنہ کرتے ہوئے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے قرآن کا صرف ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اردو زبان میں قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن کے خصائص و امتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی خداداد قرآن فہمی کی صلاحیتوں پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ مصنف کتاب تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت فاضل بریلوی کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی۔ اور تفاسیر معتبرہ راجحہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ جب بھی وہ کسی مسئلے کی تحقیق کے لئے قلم اٹھاتے تو عموماً سب سے پہلے ام الکتاب ہی کے دریائے حکمت سے اکتساب فیض کرتے اور اسی کے سایۂ رحمت میں علم و فضل اور تلاش و جستجو کا سفر شوق طے کرتے۔ جس کی محسوس کر سکتیں یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے یقین و وجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے میں لغزش کھائی ہو۔"

محدثانہ مقام (۳)

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے حدیث کے جملہ علوم و فنون میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مہارت و عزارت اور ان کے محدثانہ عجائب و کمالات کو جس محققانہ پیرایہ میں بیان کیا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے۔ ان کی یہ بحث ۹۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر علم و تحقیق کے ایسے ایسے نادر جواہرات انہوں نے بکھیرے ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ علوم حدیث میں اعلیٰ حضرت کی مجتہدانہ بصیرت اور فنی مہارت کے شواہد کو انہوں نے آپ کی جن تصنیفات سے اخذ کیا ہے ان میں یہ تین کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین۔

(۲) منیر العینین فی حکم تقبیل الابہامین۔

(۳) الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی۔

مثال کے طور پر علم حدیث کے دقائق و غوامض اور حقائق و رموز پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

کو کتنی دسترس حاصل ہے اس کا ایک نمونہ مصنف نے اپنی کتاب میں حاجز البحرین سے نقل کیا ہے۔

اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ کسی حدیث کے راویوں میں خالد نام کے کوئی راوی تھے ان کے بارے میں غیر مقلدین حضرات نے اعتراض کیا کہ وہ رافضی ہیں اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جو نقد و جرح فرمائی وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"خالد کا نام دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ یہ خالد بن مخلد رافضی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ مجرد نام پر بے ذکر ممیز ائمہ محدثین کس حالت میں اکتفا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام میں عبداللہ نام کے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلۂ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبداللہ کہے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے اور کوفی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر رُواۃِ مابعد میں تو عبداللہ صدہا ہیں مگر جب سُوید کہیں عبداللہ تو صرف ابن المبارک مراد ہوں گے۔ محمدین کا شمار کون کر سکتا ہے مگر جب بُندار عن محمد عن شعبہ کہیں تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا"

ملاحظہ فرمائیں۔ علم حدیث کے یہ وہ رموز ہیں جو فن میں تبحر کے بعد ہی کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ فن حدیث میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جامعیت و غزارت پر مصنف کا ایک اقتباس اور نذرِ قارئین کرنا چاہتا ہوں جسے انہوں نے منیر العینین سے اخذ کیا ہے۔ کسی حدیث کو موضوع کب کہا جائے گا اس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک ضابطہ تخریج فرمایا ہے جو لوحِ ذہن پر نقش کرنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن حکیم (۲) یا سنتِ متواترہ (۳) یا اجماع قطعی الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حس صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے (۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو (۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے (۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں (۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوی سے مشابہت نہ رہے (۱۱) یا یوں حکم

وضع کیا جاتا ہے کہ لفظا رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو (۱۲) یا ناقل غالی رافضی یا ناصبی ہو کہ نواصب نے فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی حدیثیں اور روافض نے فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم میں تین لاکھ حدیثیں گڑھیں (۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ اس نے طمع یا غضب وغیرہما کے باعث حدیث گڑھی (۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کرنے پر بھی اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم (۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً کنایۃً۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو علم حدیث میں کتنا درک تھا اور کتنی احادیث انہیں مستحضر تھیں، اس کے ثبوت میں کتاب کے مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصنیفات سے صرف ایک ایک موضوع پر احادیث کے جو اعداد وشمار پیش کئے ہیں وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

(۱) "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔

(۲) "رد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء" میں ساٹھ احادیث صحیحہ سے صدقہ دینے کی فضیلت، صلہ رحمی کے فوائد، اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی دنیوی واخروی برکتوں کی تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔

(۳) "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" میں تین سو احادیث کریمہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات واحقاق فرمایا ہے۔

(۴) "سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید" میں اڑتیس حدیثوں سے نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

(۵) "جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ" میں ایک سو تیس احادیث طیبہ سے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔

ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر سرکار مجتبیٰ احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ اور فضیلت کبریٰ کا اثبات فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی محدثانہ جلالت شان پر دلائل وشواہد کے انبار جمع کر دینے کے بعد فاضل مصنف نے آپ کی حدیث دانی کے سلسلے میں مولانا ابو الحسن علی ندوی کے متعصب قلم پر جس خوبصورت پیرائے میں طنز فرمایا ہے وہ موصوف ہی کا حصہ ہے۔ پڑھئے اور سر دُھنئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"اب آپ ان روشن خیالوں اور نام نہاد صلح پسندوں کے حاکمانہ فیصلوں کا جائزہ لیجئے کہ حضرت فاضل بریلوی کے سامنے جن کی حدیث دانی کی دھجیاں بکھرتی نظر آرہی ہیں ان کے بارے میں تو یہ خوش فہمی ہے۔ "انتهت اليه رئاسة الحديث فى عصره"۔ ـــــــ اور جن کی نظر احادیث ورجال پر حاوی۔ جن کا استحضار بے مثال، جن کی دقتِ نظر عدیم النظیر، جن کی ایجادات سرمایۂ علم وفن، ان کے بارے میں یہ جابرانہ فیصلہ۔ "قليل البضاعة فى الحديث"۔ (نزہۃ الخواطر)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تاریخ نویسی وتاریخ نگاری نہیں کی ہے بلکہ تعصب کی دبیز عینک لگا کر صرف تاریخ گری اور حقائق کی پامالی کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔"

حضرت فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے محدثانہ مقام پر نادر وبیش بہا معلومات کے اتنے ذخائر جمع کر دیئے ہیں کہ ان مبارک ومسعود آنکھوں کو چوم لینے کو جی چاہتا ہے جنہوں نے ہزاروں اوراق کا سفر کر کے ہمارے لیے سرمایۂ افتخار جمع کر دیا ہے۔

فقہی بصیرت (۴)

اس عنوان کے ذیل میں مصنف نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فقہی سلسلۂ سند نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو مفتی احناف مکہ مکرمہ حضرت شیخ عبد الرحمٰن سراج سے شروع ہو کر سات واسطوں سے ہوتا ہوا شیخ احمد بن یونس شلبی تک پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے سولہ واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے تین واسطوں سے مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پھر ان کے واسطہ سے شارع اسلام حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر منتہی ہوتا ہے۔ اس طرح ستائیس واسطوں سے اعلیٰ حضرت کی فقہی سند

صاحبِ شریعت رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے ایک فقیہ کے لئے کتنے علوم وفنون میں مہارت کی ضرورت ہے اس موضوع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ایسی جامع ونادر تحریر کا اقتباس نقل کیا ہے جسے ہم ایک فقیہ کے لئے رہنما اصول سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کمالات، مجتہدانہ تحقیقات، اور علوم فقہ میں ان کے حیرت انگیز رسوخ وتبحر کے بارے میں حضرت مصنف نے تصنیفات اعلیٰ حضرت سے اتنے شواہد وجزئیات جمع کردئے ہیں کہ فاضل مصنف کے کمالِ جستجو اور وسعتِ مطالعہ پر ایک قاری حیران رہ جاتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کتاب کے ایک مقام سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو ایک فقیہ کے لئے رہنما اصول کی حیثیت سے حرزِ جاں بنانے کے قابل ہے۔

فقاہت کیا ہے اور تفقہ فی الدین کب حاصل ہوتا ہے اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقم طراز ہیں۔

"فقیہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے۔

بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اصول مقررہ، وضوابط محررہ، ووجوہ تکلم، وطرق تفاہم، وتنقیح مناط، ولحاظ انضباط، ومواضع یسر واحتیاط، وتجنب تفریط وافراط، وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ، وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح ومحتمل، وقول بعض وجمہور، ومرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتین، وسبر مراتب ناقلین، وعرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص، وحالِ زمان ومکان، واحوال رعایا وسلطان، وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، وعلم وجوہ تجریح، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق، ومدارک تطبیق، ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشارع قیود، وشوارع مقصود، وجمع کلام، ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے"

اور خود اعلیٰ حضرت کے کمال تفقہ اور ان کی مجتہدانہ جلالت کا نقطۂ عروج دیکھنا ہو تو اس عنوان کے مشتملات کا وہ حصہ پڑھئے جہاں اعلیٰ حضرت نے اعاظم رجال فقہ کے ناتمام مباحث فقہیہ میں گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔ یا ان کے تسامحات پر تلطف کے پیرائے میں اپنے معروضات پیش کئے ہیں۔

اس سلسلے میں فتاویٰ رضویہ کی جو جلد بھی اٹھایئے مسائل پر بحث کے دوران قال کے بعد اعلیٰ حضرت کا اقول آپ کو ایک ایسے ساحل پر کھڑا کر دے گا جہاں سے علم و تحقیق کا لہراتا ہوا سمندر دور دور تک نظر آئے گا۔

فاضل مصنف نے اس عنوان کے ذیل میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فنی رسوخ و غزارت اور فقہی تیقظ و استحضار کے ایسے ایسے مواد جمع کر دیئے ہیں کہ بڑے بڑے قدآور معاصرین ان کے مقابلے میں پرِکاہ کے برابر نظر آنے لگتے ہیں۔

نعتیہ شاعری (۵)

اس عنوان کے ذیل میں فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر بحث کرتے ہوئے عشق و ایمان کی ایسی جوت جگائی ہے کہ ورق الٹتے ہی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم مدینہ امینہ کی پُر نور فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں۔ ہر گلی معطر ہے۔ ہر طرف رحمتوں کی بارش ہے۔ ہر قدم جنت کی دہلیز پر ہے۔ اور ہر آنکھ عالم قدس کے جلوؤں میں نہا رہی ہے۔

منظر کی تبدیلی کا یہ کمال قارئین کو حیران و ششدر بنا دیتا ہے کہ ورق ورق پر جس کے علم و ادراک جس کی عقل و فکر، اور جس کی حکمت و دانائی کے آگے ساری دنیا کو سرنگوں دیکھتے آئے اب اسی تاجدار علم و فضل کو ایک عاشق دلگیر کے پیکر میں اپنے محبوب کی چوکھٹ پر گریہ و زاری کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ علم کی جلالتِ شان اور عشق کی دریوزہ گری دونوں کو ایک سنگم پر دیکھنا ہو تو فتاویٰ رضویہ اور حدائقِ بخشش دونوں کو ایک ساتھ پڑھیے۔ اور یہی انداز یہاں فاضل مصنف نے اختیار کیا ہے۔

دارالافتا سے نغموں کی آواز کا رشتہ سمجھنا ہو تو صاحبِ شریعت کے قدموں کے نیچے دل بچھا کر دیکھیے۔ اور جبہ و دستار کا تقدس محبت کی والہانہ وارفتگی میں کس طرح بھیگتا ہے۔ اس کا اندازہ لگانا ہو تو مصطفےٰ جانِ رحمت کے جلوؤں میں نہا کر دیکھیے۔ علم شریعت کے بغیر عشق جنونِ محض ہے اور علم کی انجمن میں عشق رسول کی شمع فروزاں نہ ہو تو اسی علم کا نام حجاب اکبر ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں علم اور عشق کا توازن حیرت انگیز بھی ہے اور قابل دید بھی۔ محبت کی بےخودی میں بھی ان کا تفقہ ان کی فکر پر چھایا رہتا ہے۔ اور ان کے کلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ

ایک ایک شعر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جانے کے باوجود شعریت کا رنگ و آہنگ اور تغزل کا بانکپن کسی گوشے سے مجروح نہیں ہوتا۔ اس طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حدائقِ بخشش کے ذریعہ صرف قارئین ہی کو مومن نہیں بنایا بلکہ اردو ادب کو بھی مومن بنادیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا ایک رُخ جس پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ ہے کہ انہوں نے کوئی نعت اس لئے نہیں لکھی کہ اسے کسی مشاعرے میں پڑھ کر سننے والوں سے داد وصول کریں۔ اگر یہ امر واقعہ ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ حسن چاہے کلام میں ہو یا چہرے میں وہ فطری طور پر اپنی نمائش چاہتا ہے۔ اگر انہیں اپنا کلام اصحاب ذوق کے سامنے پیش نہیں کرنا تھا تو پھر بتایا جائے کہ اس کے وجود میں آنے کا داعیہ کیا تھا؟

میں عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی یہی خصوصیت انہیں ان پیشہ ور شاعروں سے ممتاز کرتی ہے جو صرف اپنے فن کی نمائش کے لئے ایک خیالی محبوب کو اپنا مرکز فکر بنا کر اشعار کہتے ہیں۔ وہ اپنے مصنوعی واردات دوسروں کو سنانے کے لئے موزوں نہ کریں تو پھر بتایا جائے کہ ان کی طبع آزمائی کا دوسرا مصرف ہی کیا ہے؟

لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان کے یہاں واردات کا محور کوئی فرضی محبوب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا حقیقی محبوب ہے جو ان کی رگ جاں سے بھی قریب ہے اور جو سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔ جسے اپنا نغمۂ محبت اور نالۂ دل خود محبوب ہی کو سنانا ہو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ دوسروں کو سنانے کے لئے طبع آزمائی کرے۔

اب رہ گیا سوال داد وتحسین کا تو جب کسی غیر کی تعریف پر مشاعرے کے سامعین داد دینے میں بخل نہیں کرتے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حقیقی ممدوح جس نے اپنے مداحوں کو ہمیشہ خلعتِ شاہانہ سے نوازا ہے وہ حدائقِ بخشش کو بھی اگر اپنی بخشش وعنایات سے نہال کردے تو مقامِ حیرت کیا ہے؟ پھر سوال اٹھتا ہے کہ اگر درمیان میں مدینہ سے چلنے والی نسیم رحمت کا ہاتھ نہیں تو بتایا جائے کہ آج ہند و پاک سے لے کر زمین کے کناروں تک ہر صحیح الاعتقاد مسلم آبادی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ نغموں کو کس نے پہنچادیا ہے؟

"مصطفیٰ جانِ رحمت [illegible] خلعتِ قبول حاصل نہیں کرچکا

ہے تو ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے ہر کشور میں یہ ترانۂ محبت کس کے کرم سے گونج رہا ہے؟

بات آگئی ہے تو قبولِ عام کی ایک ایمان افروز کہانی سنئے! غالباً آج سے چار سال پہلے کی بات ہے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کے ایک وزیر جو اس وقت میرے دوستوں میں تھے، جب حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہو کر واپس آئے تو میں ان سے ملنے گیا۔ انہوں نے ملاقات کے دوران بتایا کہ اپنے اس مبارک و مسعود سفر میں ایک دن میں مدینہ شریف کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک دوکان پر نظر پڑی۔ غالباً وہ کسی پاکستانی کی دوکان تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ پچاسوں آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ساری بھیڑ ایک کیسیٹ خریدنے کے لئے اکٹھی ہوئی ہے۔ اس کیسیٹ میں کوئی بہت پُرکشش اور رُوح پرور نعت شریف ہے۔ اتنے لوگوں کا والہانہ اشتیاق دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا کہ ایک کیسیٹ بجا کر دیکھوں۔ جیسے ہی دوکاندار سے ایک کیسیٹ لے کر میں نے ٹیپ ریکارڈر پر چڑھایا اس کی آواز نے مجھے بے خود بنا دیا۔ سرکار ﷺ کی تعریف و توصیف میں چار زبانوں پر مشتمل کس غضب کا وہ قصیدہ تھا کہ جو سنتا تھا وہ وارفتۂ شوق ہو جاتا تھا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ اس بھیڑ میں ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی کے علاوہ شامی اور ترکی بھی تھے۔ یمنی اور ایرانی بھی تھے۔ قصیدے کے مضمون سے پوری طرح واقف بھی نہیں تھے پھر بھی جھوم رہے تھے۔ نغمہ ہی کچھ ایسا تھا کہ لوگوں پر ایک عجیب محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

اتنا کہتے کہتے وہ اٹھے اور ایک کیسیٹ لا کر جیسے ہی اسے ٹیپ ریکارڈر پر چڑھایا اور اسے آن کیا تو کوئی نعت خواں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ نغمۂ محبت الاپ رہا تھا۔

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھکو شہِ دوسرا جانا

جب میں نے انہیں بتایا کہ یہ قصیدہ اس عہد کے حسان الہند امام العاشقین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ہے تو دیر تک ان پر سکتے کی کیفیت طاری رہی۔ بار بار وہ یہ کہتے رہے کہ بارگاہِ رسالت کے ایک پیکرِ عشق و عقیدت کو کچھ لوگوں نے کس بری طرح مطعون کیا ہے۔ کاش! وہ لوگ اپنی جماعتی عصبیت سے اوپر اٹھ کر یہ قصیدہ ایک بار سن لیتے تو انہیں شخصیت کا صحیح عرفان حاصل ہو جاتا۔

صحیح کہا ہے کہنے والوں نے کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے

نعتیہ نغموں میں ایسا لگتا ہے کہ خود عشق کو زبان مل گئی ہے اور وہ جب اپنا قصۂ درد سناتا ہے تو دلوں کا عالم زیروزبر ہونے لگتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر مصنف نے جتنا کچھ لکھدیا ہے وہی اہل دل کے لئے بہت کافی ہے۔ اب اگر کسی کے پہلو میں دل ہی نہ ہو تو پتھروں کو سمجھانا کس کے بس کی بات ہے۔ اسی لئے اس موضوع پر اپنا تبصرہ تمام کرتے ہوئے اب میں آگے بڑھتا ہوں۔

حضرت مصنف نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کے بعد جن مرکزی عنوانات کو اپنا موضوعِ سخن بنایا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) احیاء سنت[1] اور تجدید ملت (۲) عشق رسول (۳) نیابت غوث الوریٰ (۴) ایشیاء کا عظیم محقق (۵) احوال سفر آخرت۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتنی مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور ڈیڑھ ہزار برس کی ملت طیبہ طاہرہ کو باطل کی آمیزش سے پاک کر کے کس طرح اس کی تجدید فرمائی۔ اس موضوع پر حضرت مصنف نے ۱۴۳ صفحات میں علم و تحقیق کے دریا بہادئے ہیں۔ اس موضوع پر جس عرق ریزی، اور کاہ کندنی کے ساتھ انہوں نے تاریخ سے مواد و واقعات جمع کئے ہیں اس کی داد و تحسین کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ برصغیر ہند میں اسلام کی پیش قدمی اور اس کے فروغ و ارتقاء پر اس صدی کی تاریخ جن لوگوں نے لکھی ہے ان میں بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے حقائق کو سامنے رکھ کر تاریخ نویسی کا فرض انجام دیا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہے کہ انہوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر کے تاریخ لکھی نہیں بلکہ وضع کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی مؤرخ کا ذہن جانبدار ہو جائے تو ان شخصیتوں کی قرار واقعی حیثیت کیوں کر منظر عام پر آسکتی ہے جن کی طرف سے دلوں میں کسی طرح کی خلش ہے۔

اور اس میں دو رائے نہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تاریخ کا یہی حادثہ پیش آیا ہے۔ عصر حاضر کے مورخین نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت، ان کی علمی جامعیت، ان کی دینی و ملی خدمات اور ان کے گراں بہا تجدیدی کارناموں کے ساتھ صرف اس لئے انصاف نہیں کیا کہ

---

[1] اس جدید ایڈیشن میں یہ چار مضامین شامل نہیں ہیں۔ تفسیر و ترجمۂ قرآن۔ محدثانہ عظمت۔ فقہی بصیرت۔ احیاء سنت ۔ اختر مصباحی

وہ انہیں اپنے خیمے کا آدمی نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ مؤرخ کی حیثیت تاریخ سازکی نہیں صرف تاریخ نویس کی ہوتی ہے۔ وہ تاریخ بناتا نہیں بلکہ شخصیتوں کی بنائی ہوئی تاریخ صرف قلم بند کرتا ہے۔ اس طرح کی جانبدارانہ تاریخ کے ملبے سے کسی "حریف شخصیت" کے قابل تحسین کارناموں کو نکال لینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بلاشبہ حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی پوری دنیائے سنیت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ پہاڑ کھود کر انہوں نے جوئے شیر نکالا ہے۔

اور مجھے کہنے دیجئے کہ پہاڑ کھودنے کے بعد بھی انہیں کچھ نہیں ملتا اگر سچائیوں کا خود اپنا کوئی وجود نہ ہوتا۔ اور سچی بات یہی ہے کہ ہزار پردہ ڈالنے کے بعد بھی حقیقت کی کرن کسی نہ کسی منفذ سے پھوٹ کر رہی۔ اس طرح برصغیر ہند میں دینی اور ملی سرگرمیوں کی صحیح تاریخ مرتب کرنے کے لیے اہل سنت کے مصنفین کو مواد ہاتھ آئے۔

اس گراں قدر خدمت کے لیے پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مجددی مظہری اور ہندوستان میں حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی کو قدرت نے ایسا لگتا ہے کہ چن لیا ہے — اور جہاں تک ایک غلط اور مصنوعی تاریخ کی زد سے عصر حاضر کے مسلمانوں کو خبردار کرنے اور انہیں بچانے کا کام ہے تو یہ خدمت اس خادم ناکارہ کے حصے میں آئی ہے۔ زلزلہ اور زیر وزبر جیسی دستاویزی کتابیں اسی ضرورت کا دوسرا نام ہے۔

اس کتاب کے اس حصے پر جس کا تعلق اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے لازوال کارناموں سے ہے، میرا تبصرہ کچھ طویل ہوگیا۔ اب میں جلد ہی اس بحث کی طرف آرہا ہوں جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔ یعنی "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات"۔

اس مقام پر حضرت مصنف کی قلمی فراست اور فکری شعور کو میں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کتاب کا یہ نام رکھ کر انہوں نے ایک بہت بڑے جھوٹ کا پردہ فاش کیا ہے۔ ایک ایسا جھوٹ جو اتنی بار دہرایا گیا اور اتنی قوت سے دہرایا گیا کہ لوگوں کو اس پر سچ کا گمان ہونے لگا۔

جن لوگوں کے اعتقادی مفاسد پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے قلم کا نشتر چلایا تھا وہ زخموں کی تاب نہ لاکر زندگی بھر کراہتے رہے۔ انتقام ہر زخمی کا فطری تقاضا ہے اور فطرت ہی کا یہ بھی

ایک داعیہ ہے کہ جب آدمی دشمن پر قابو نہیں پاتا تو دشنام طرازیوں پر اتر آتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ علم و استدلال کے ذریعہ جو لوگ اپنے خلاف اہانتِ رسول کے الزام کا دفاع نہیں کر سکے۔ ان کو اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کی یہی صورت نظر آئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو "مولانا احمد رضا خاں بریلوی" کی شخصیت کو مجروح کیا جائے۔

علمی جلالت اور کردار کے تقدس پر انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل سکی تو یہ الزام تراشا گیا کہ انہوں نے سنتوں کی بجائے بدعتوں کو زندہ کیا ہے۔

اس طرح کا الزام تراشنے والوں میں دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب (صدر جمعیۃ العلماء ہند) کا نام سرورق ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" مطبوعہ دیوبند میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو پانی پی پی کر تقریباً چھ سو گالیاں دی ہیں انہیں میں ایک گالی "مجدد البدعات" کی بھی ہے جس سے انہوں نے اپنی کتاب کے ہر ورق کو داغدار کیا ہے۔

لیکن اس مقام پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کردار کی ارجمندی کو بار بار سلام کرتے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے خلاف کذب بیانی والزام تراشی کا کاروبار کرنے والے اپنی ہزار دشمنی کے باوجود اب تک ان پر یہ الزام عائد نہ کر سکے کہ وہ بدعتوں کے "موجد" بھی ہیں۔

"مجدد" اور "موجد" کے درمیان جو معنوی فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اب جو لوگ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو "مجدد البدعات" کہتے ہیں انہیں یہ بتانا ہوگا کہ ان بدعات کا موجد کون ہے؟ اور اپنی کارگزاریوں کی یہ رپورٹ بھی پیش کرنی ہوگی کہ علمائے دیوبند نے ان "موجدین" کو کتنی بار گالیاں دی ہیں؟

میرا موضوع یہ نہیں ہے ورنہ میرے پاس ان بدعات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی ایجاد کا سہرا خود علمائے دیوبند کے سر بندھتا ہے۔

وقت اگرچہ نہیں ہے لیکن مقام کی مناسبت سے ایک ہلکا سا اشارہ کر کے گزر جانا چاہتا ہوں کہ الزام بغیر سند کے نہ رہ جائے۔ ذیل میں ان بدعتوں کی ایجادات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

دفعِ بلا اور قضائے حاجت کے نام پر مدرسہ کی مالی منفعت کے لئے "ختم بخاری شریف" کی

بدعت کا موجد کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

نماز جنازہ کے لیے انتظامی مصلحت کی بنیاد پر نہیں بلکہ غلط عقیدہ کی بنیاد پر احاطہ دارالعلوم میں جگہ مخصوص کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

مسلم میت کے کفن کے لیے "کھدر" کی شرط لگانے اور "کھدر" کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دینے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبندی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ہیں۔

وراثت انبیاء کی سند تقسیم کرنے کے لیے "اہتمام وتداعی" کے ساتھ "صد سالہ اجلاس" منعقد کرنے اور ایک نامحرم اور مشرک عورت کو اسٹیج پر بلا کر اسے کرسی پر بٹھانے اور اپنے مذہبی اکابر کو اس کے قدموں میں جگہ دینے کی "بدعت سیئہ" کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

دینی درسگاہ کے احاطے میں قومی ترانے کے لیے "قیام تعظیمی" کی بدعتِ سیئہ کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

کانگریسی امیدوار کو کامیاب بنانے کے لیے انتخابی جدوجہد کو مذہبی فریضہ سمجھنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

اپنے اکابر کی موت پر "اہتمام وتداعی" کے ساتھ جلسۂ تعزیت منعقد کرنے اور ضلالات و اباطیل پر مشتمل منظوم مرثیہ پڑھنے پڑھانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود دیوبند کا دارالعلوم ہے۔

بالالتزام کسی متعین نماز (بالخصوص نماز عصر) کے بعد نمازیوں کو روک کر ان کے سامنے "تبلیغی نصاب" کی تلاوت کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

کلمہ و نماز کی تبلیغ کے نام پر "چلّہ" اور "گشت" کرنے کرانے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

اسلام کے پانچ منصوص ارکان کی بجائے اپنی طرف سے متعین کردہ صرف "چھ ارکان" کی تبلیغ کرنے کی بدعت کا موجد بھی کوئی اور نہیں بلکہ خود علمائے دیوبند ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار بدعات و منکرات ہیں جن کے ایجاد و تجدید کا سہرا علمائے دیوبند کے سر ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو بدعتی کہتے نہیں

تھلکے۔ ؎ چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی۔

اس کتاب کے مصنف نے ان بدعات و منکرات کی ایک طویل فہرست قارئین کے سامنے پیش کی ہے جنہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بلاخوفِ لومۃ لائم باطل قرار دیا ہے۔ اور دلیل کی پوری قوت کے ساتھ ان کی مذمت کی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جن امور کو بدعت قرار دے کر ان کا رد و ابطال کیا ہے اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے یہ اصولی بحث ذہن میں رکھئے۔

ہر وہ چیز جو عہد رسالت یا عہد صحابہ میں اپنی ہیئت کذائی کے ساتھ موجود نہ ہو اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ و اقوال ائمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر بدعت بدعتِ ضلالت نہیں ہے۔ بلکہ بدعتِ ضلالت صرف وہی بدعت ہے جو کسی سنت کو منافی ہو یا شریعت کے کسی قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتی ہو۔

جیسا کہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں کل بدعۃ ضلالۃ کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

وآنچہ موافق اصول و قواعد و سنت است و قیاس کردہ شدہ است آں را بدعتِ حسنہ گویند۔

اور جو شریعت کے اصول و قواعد اور سنت کے مطابق ہے اور قیاس کیا گیا ہے اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔

وآنچہ مخالفِ آں باشد بدعتِ ضلالت گویند۔

اور جو اس کے خلاف ہو اسے بدعتِ ضلالت کہتے ہیں۔

اس عبارت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ کسی چیز کا صرف نو ایجاد ہونا بدعتِ ضلالت ہونے کے لئے کافی نہیں۔ تا وقتیکہ وہ کسی سنت یا اصولِ شرع سے متصادم نہ ہو اسے بدعتِ ضلالت نہیں قرار دیا جا سکتا۔

کیوں کہ کسی چیز کا صرف نو ایجاد ہونا اگر بدعتِ ضلالت کا موجب ہوتا تو شارع اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرنے کی ہرگز ترغیب نہیں دیتے۔ جیسا کہ اس

حدیث میں ارشاد فرمایا۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شئ۔
اسلام میں جو شخص اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اسے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

ومن سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اوزارھم شئ۔ (باب العلم مشکوٰۃ المصابیح)

اور جو برا طریقہ ایجاد کرے تو ایجاد کرنے کا بھی اسے گناہ ہوگا اور ان کا گناہ بھی اس کے سر لدے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث پاک سے بدعت کی دو قسمیں نکل آئیں۔ ایک بدعتِ حسنہ دوسری بدعتِ سیئہ یعنی بدعتِ ضلالت۔

بلکہ اسی بنیاد پر شارح بخاری حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بدعتِ حسنہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ بدعتِ جائز۔ بدعتِ مستحب۔ اور بدعتِ واجب۔
اور بدعتِ ضلالت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک بدعتِ مکروہ۔ دوسری بدعتِ حرام۔
اس طرح بدعت کی کل پانچ قسمیں ہوگئیں۔ جائز۔ مستحب۔ واجب۔ مکروہ۔ اور حرام
مگر دیوبندی حضرات کو صرف بدعتِ حرام یاد ہے۔

شیخ الاسلام حضرت امام نووی شافعی م ۶۷۶ھ اسی تقسیم بدعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقد ذکر الشیخ الامام ابو محمد عبد السلام رحمہ اللہ فی کتابہ القواعد ان البدع علی خمسۃ اقسام۔ واجبۃ۔ ومحرمۃ۔ ومکروھۃ۔ ومستحبۃ۔ ومباحۃ (ص ۲۳۷۔ الاذکار المنتخبۃ سیلا بیروت)
حضرت شیخ امام عزالدین بن عبد السلام اپنی کتاب القواعد میں فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب۔ حرام۔ مکروہ۔ مستحب۔ مباح۔

اور حدیث مبارک من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو رد۔ (جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں وہ مردود ہے) کی شرح میں صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر

او خفی او مستنبط فهو مردود ۔ (ص ۱۷۷۔ مرقاۃ جلد اول)

اس کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی ایسی رائے ایجاد کی جس کے لئے کتاب و سنت کی ظاہری یا پوشیدہ یا اخذ کردہ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے۔

اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ مامورا بھا۔ (احیاء العلوم جلد دوم)

ممنوع وہ بدعت (نو ایجاد چیز) ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو۔

اتنی تمہید کے بعد اب بدعت کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور علمائے دیوبند کے موقف کو اس طرح سمجھئے کہ علمائے دیوبند کے یہاں ہر نو ایجاد چیز بدعت ضلالت ہے جب کہ اکابر امت اور ائمہ اسلام کی متابعت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مسلک یہ ہے کہ کسی بھی نو ایجاد چیز کو اس وقت تک بدعتِ ضلالت نہیں قرار دیا جا سکتا جب تک کہ وہ کسی سنت کو نہ مٹائے یا شریعت کے کسی قاعدۂ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں نہ آتی ہو۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف یہ ہے کہ اگر صرف نو ایجاد ہونے کی وجہ سے کسی چیز کو بدعتِ ضلالت یعنی حرام قرار دیا جائے تو اسلام کا سارا نظامِ عمل درہم برہم ہو کر رہ جائے اور یہ دعویٰ ثابت کرنا ہمارے لئے ناممکن ہو جائے کہ اسلام قیامت تک کے لئے ہر دور میں انسانی زندگی کے مسائل کا حل اپنے اندر رکھتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جن امور کو بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے۔ آپ زیر نظر کتاب میں ان کا گہرائی میں اتر کر جائزہ لیں تو آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ وہ یا تو کسی سنت سے متصادم ہیں یا شریعت کے کسی قاعدۂ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں داخل ہیں۔

برخلاف علمائے دیوبند کے کہ وہ ہر نو ایجاد چیز پر بے دریغ بدعتِ ضلالت ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں اور اسے حرام قرار دے کر مسلمانوں میں اختلاف کے نئے نئے محاذ کھولتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر محفلِ میلاد ہی کو لے لیجئے۔ اس کے بدعتِ ضلالت اور حرام ہونے کی ان کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ چھ سو برس کی نو ایجاد بدعت ہے۔ موجودہ ہیئت کے ساتھ نہ وہ عہدِ رسالت

میں موجود تھی اور نہ عہدِ صحابہ میں۔

لیکن ائمۂ اسلام کے مسلک کے مطابق جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات کے یہاں صرف نوایجاد ہونے کی بنیاد پر محفلِ میلاد بدعتِ ضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی جزء کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ سنت کو مٹاتا ہو یا شریعت کے کسی قاعدۂ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتا ہو؟ تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔

محفلِ میلاد کے اجزاء یہ ہیں ① دعوتِ عام ② فرش وتخت وشامیانہ ③ روشنی ④ بخور وعطریات وگلاب ⑤ شیرینی ⑥ مجمع مسلمین ⑦ ذاکر ومیلاد خواں ⑧ ذکرِ الٰہی و ذکر میلاد وفضائل رسول ⑨ قیام وسلام۔

ان میں سے سوائے قیام وسلام کے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر خود ان حضرات کا جلسۂ سیرت یا جلسۂ وعظ یا جلسۂ تبلیغ یا جلسۂ دستاربندی یا جلسۂ تنظیم وجماعت مشتمل نہ ہو۔ اس لئے کسی جزء کو بدعتِ ضلالت قرار دے کر حرام کہنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کو حرام قرار دیں۔

اب رہ گیا معاملہ قیام وسلام کا تو یہ بھی ان کے یہاں وجہِ حرمت نہیں ہے کیوں کہ بدونِ قیام بھی محفلِ میلاد ان کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں دیوبندی قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی نے تحریر فرمایا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ محفلِ میلاد کی حرمت کی وجہ غلط روایتوں کا پڑھنا یا بیان کرنا ہے تو میں عرض کروں گا کہ بروایتِ صحیحہ بھی میلاد کی محفل علمائے دیوبند کے یہاں حرام ہے۔ جیسا کہ مذکورہ کتاب میں گنگوہی صاحب اس کی بھی تصریح کر چکے ہیں۔

میں نے متعدد بار دیوبندی مناظرین سے سوال کیا کہ جب ہماری محفلِ میلاد اور آپ کے جلسۂ وعظ کے اجزاء ایک ہی ہیں تو آپ کا جلسۂ وعظ جائز اور ہماری محفلِ میلاد حرام کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے تو کوئی چیز حرام یا حلال نہیں ہو سکتی کہ آپ کے جلسہ کا نام جلسۂ وعظ ہے اور ہمارے جلسہ کا نام جلسۂ میلاد ہے۔

جب ان حضرات سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تو میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وجہ فرق میری سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ساری کائنات میں

خوشی کے ڈنکے بج رہے تھے مگر شیطان کے گھر میں ماتم بپا تھا۔ وہ شدتِ غیظ میں اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ اسے ولادتِ باسعادت سے تکلیف پہنچی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ آپ حضرات کو ذکر ولادت پاک سے تکلیف پہنچتی ہو۔

بات بہت دور نکل گئی ورنہ مجھے کہنا یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے جن امور کو بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے اس کا محرک نہ دل کا غیظ ہے اور نہ طبیعت کی افتاد! بلکہ پورے جذبۂ اخلاص کے ساتھ انہوں نے اپنے علم کا حق ادا کیا ہے اور جو امور کتاب وسنت سے متصادم تھے صرف انہیں امور کو انہوں نے بدعتِ ضلالت کے خانے میں رکھا ہے۔

حضرت مصنف نے یہ کتاب لکھ کر ایک عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ اور اب ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ اپنے ماہنامہ حجاز دہلی کے ذریعہ دین وملت کی گرانقدر خدمات کا دائرہ وسیع کر کے وہ توقعات پوری کر سکیں گے جو قوم نے ان سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ رب کائنات آپ کے علم وفہم میں مزید وسعت وجامعیت عطا فرمائے۔ اور قلم کی بے شمار برکتوں سے نوازے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ارشد القادری
مہتمم فیض العلوم جمشید پور

مئی ۱۹۸۸ء

تقدیم

از

پروفیسر مسعود احمد مجددی. ایم اے پی ایچ ڈی

(۱)

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز یکتائے روزگار تھے. ایسی تابندہ اور درخشندہ ہستیاں ملک و ملت کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں. مگر افسوس ہم نے اس سرمایہ کو دفن کرنے کی خاص کوشش کی اور اس کے مقابلے میں ان حضرات کو آگے بڑھایا جو علم و فضیلت اور حکمت و بصیرت میں امام احمد رضا سے بہت کم تھے. اگر ایسا نہ کیا جاتا اور امام احمد رضا کو ان کا صحیح مقام دیا جاتا تو آج دنیا میں ہم اسی طرح سُرخرو ہوتے جس طرح حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہما العزیز جیسی بزرگ ہستیوں کو پیش کر کے سُرخرو ہوئے ـــــ آج ان دونوں حضرات کے افکار و خیالات پر نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ برطانیہ، امریکہ، فرانس، اٹلی، ترکی، اسرائیل، افغانستان وغیرہ ممالک میں تحقیقی مقالات شائع ہو رہے ہیں ـــــ مستشرقین اس تلاش میں ہیں کہ کوئی ملے تو اس پر تحقیق کریں اور ہم اس کوشش میں ہیں کہ کوئی ملے تو اس کو دفن کریں ۔ اللہ اللہ! ان کے ہاتھ میں لوح و قلم ہے اور ہمارے ہاتھ میں سامان تکفین و تدفین ـــــ مگر لوح و قلم تو ہماری میراث تھی، لوح و قلم کے تو ہم مالک تھے ـــــ حیف یہ ہم نے کیا کیا؟

(۲)

امام احمد رضا دور آخر کے ایک عظیم فقیہ تھے۔ ان کی تحقیقات کے سامنے ان کے معاصر مفتیوں کے فتوے پھیکے معلوم ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ! ـــــ ان کی علمی تحقیقات دیکھنے دکھانے

کے لائق ہیں۔ ان کا مجموعۂ فتاویٰ فقہی مسائل پر ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے ـــــ اس خصوص میں وہ تنہا اپنے عصر پر بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ پاک و ہند حتیٰ کہ مشرقی اور مغربی ممالک کے لوگ بھی ان سے استفادہ کیا کرتے تھے[۱] ـــــ ڈاکٹر محمد اقبال ان کی فقاہت کے دل سے معترف تھے[۲] ـــــ ان کے مخالفین بھی فقہ پر ان کی مہارت کو تسلیم کرتے تھے، مفتی محمد کفایت اللہ[۳] حکیم عبد الحیٰ رائے بریلوی[۴] ابو الحسن علی ندوی، مولانا محمد زکریا پشاوری دیوبندی[۵] وغیرہ علماء امام احمد رضا کی فقاہت کے قائل تھے۔ علماء عرب و عجم کا تو ذکر ہی کیا، ایک نہیں سینکڑوں امام احمد رضا کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ فقہ پر جس قدر عبور ہوگا، بدعات و منکرات سے اسی قدر نفور ہوگا ہاں ایسے نابغۂ روزگار کے بارے میں زیرِ نظر عنوان۔

"امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات"

کے تحت مقالہ لکھا جائے تو بجا ہے ـــــ لیکن بعض قارئین کے لئے یہ عنوان یقیناً چونکا دینے والا ہوگا ـــــ اب تک جس کے متعلق یہ سنتے آئے تھے کہ اس نے برصغیر پاک و ہند میں بدعات و منکرات کی اشاعت میں اپنی سی کوشش کی، آج اس کے متعلق یہ سنا جا رہا ہے کہ اس نے بدعات و منکرات کی بیخ کنی کی ـــــ بے شک یہ بات تعجب خیز ہے لیکن دیکھنے اور سننے والے چشم و گوش سے محروم ہو جائیں تو کیا کیا جائے۔ اس میں اس کا قصور تو نہیں ـــــ

---

[۱] جرمن نومسلم ڈاکٹر کمال ڈی ہلگر (سکریٹری اسلامک ایسوسی ایشن، جرمنی) نے ۶ر فروری ۱۹۸۰ء کو امام احمد رضا پر ایک مجلس مذاکرہ (منعقدہ کراچی پاکستان) میں فرمایا۔

"احمد رضا خاں بریلوی ایک عظیم فقیہ، محدث اور مفسر قرآن تھے" مسعود

[۲] تحریری بیان ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء

[۳] Neglected Genius of The East Lahore 1978.

[۴] حکیم عبد الحیٰ رائے بریلوی: نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء۔

[۵] مکتوب گرامی مرسلہ حضرت العلامہ مفتی محمد امیر شاہ صاحب گیلانی محررہ ۲۹ر صفر ۱۳۹۲ھ از پشاور (پاکستان) بنام راقم الحروف۔

نوٹ: مولانا محمد زکریا، پاکستان کے مشہور عالم مولانا محمد یوسف بنوری کے والد ماجد تھے اور حضرت محمد امیر شاہ صاحب گیلانی سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ مولانا کے کتب خانے میں فتاویٰ رضویہ کا ایک قدیم نسخہ تھا۔ یہ نسخہ حضرت محمد امیر شاہ صاحب گیلانی کو نذر کرتے ہوئے مولانا نے امام احمد رضا کے متعلق یہ تعریفی کلمات فرمائے۔

"اگر احمد رضا خاں بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتے تو حنفیت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی" مسعود

چشم و گوش کا قصور ہے ـــــ آنکھ نے کیوں نہ دیکھا اور کان نے کیوں نہ سنا؟ ـــــ خدا بھلا کرے حضرت مولانا محمد لیٰسین اختر مصباحی زید مجدہم کا کہ انہوں نے چشم و گوش دونوں کو سرفراز فرمایا اب بھی دیکھنے والے نہ دیکھیں اور سننے والے نہ سنیں تو وہ کیا کریں، ہم کیا کریں اور کوئی کیا کرے ـــــ بس دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو سچی اور صحیح بات تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

(۳)

چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں امام احمد رضا کے خلاف ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی جس کے کئی اسباب تھے۔ یہ چار اسباب زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

(۱) امام احمد رضا نے مسلک اہل سنت وجماعت (سلف صالحین) کی پُرزور حمایت کی اور مجاہدانہ و سرفروشانہ سرگرم عمل ہوتے۔

(۲) امام احمد رضا نے انگریزوں کے زیر اثر چلنے والی ہر اصلاحی تحریک کی مخالفت کی۔

(۳) امام احمد رضا نے ابن عبدالوہاب نجدی کے زیر اثر چلنے والی ہر تحریک کی مخالفت کی۔

(۴) امام احمد رضا نے ہنود کے زیر اثر چلنے والی ہر سیاسی تحریک کی مخالفت کی۔

لیکن امام احمد رضا سے مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لیے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان کی سخت تنقید آت معلوم ہوتی ہے ـــــ بہرکیف امام احمد رضا کی مصلحانہ، مجددانہ اور ناقدانہ مساعی کا شدید ردعمل ہوا۔ طرح طرح کے الزامات لگائے گئے اور ان کی تشہیر کے لئے پوری توانائیاں صرف کی گئیں اور جب تک یہ یقین نہیں ہوگیا کہ علمی سطح پر امام احمد رضا کی ہوا اکھڑ گئی، دم نہ لیا ـــــ شاید سطحی نظر رکھنے والوں کی نگاہ میں یہ الزامات کوئی وقعت رکھتے ہوں مگر تاریخ پر جن کی گہری نظر ہے ان کو معلوم ہے کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور بعض سیاسی و مذہبی مصالح کی بنا پر لگائے گئے ہیں۔

گزشتہ دس برسوں میں ایسی علمی تحقیقات سامنے آچکی ہیں جن کے مطالعہ سے ان تمام الزامات کی تردید ہوجاتی ہے۔ اس لیے ایک ایک کرکے ہر الزام کی تردید کے لئے ماخذ کی ضرورت ہو تو ان تحقیقات کی طرف رجوع کیا جاسکتے[1]۔

لہ (۱) عبدالنبی کوکب:۔ مقالات یوم رضا، جلد اول ۱۹۶۸ء لاہور، جلد دوم ۱۹۷۰ء لاہور۔ (باقی ص ۱۴۱ پر)

(۴)

اب ہم ان الزامات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:۔

(۱) کہا گیا، وہ جاہل و کم علم تھا ——— حالاں کہ وہ متبحر عالم اور ہمہ گیر علم کا مالک تھا۔

(۲) کہا گیا، اس نے بدعات و منکرات کی حمایت واشاعت کی ——— حالاں کہ اس نے بدعات و منکرات کی شدید مخالفت کی اور بے شمار رسائل لکھے[۱] ——— اس نے ایک عالم کو

(ص۳۲ کا بقیہ)

(ب) محی الدین الوائی، ڈاکٹر:۔ شخصیات اسلامیۃ من الھند۔ مولانا احمد رضا خان البریلوی مطبوعہ صوت الشرق۔ (قاہرہ) شمارہ فروری ۱۹۷۰ء۔

(ج) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء۔

(د) المیزان (امام احمد رضا نمبر) بمبئی شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء۔

(ہ) انوار رضا، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء۔

(و) ابو سعید زاہد القادری:۔ امام احمد رضا بریلوی اکابر کی نظر میں۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء۔

(ز) محمد یٰسین اختر مصباحی:۔ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ کراچی ۱۹۷۸ء۔

(ح) محمد مرید چشتی سیالوی:۔ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ (دو مجلدات غیر مطبوعہ) لاہور۔

(ط) Encyclopaedia of Islam, Lahore, Vol. 10, Fasc. 5

(ی) AbdulRasheed: Islam in Indo-Pak. Sub Continent, Lahore, 1977

[۱] امام احمد رضا کے مندرجہ ذیل رسائل اور اس قسم کے اور بیسیوں رسائل مطالعہ کئے جائیں۔

(۱) إحکام الأحکام فی التناول ممن یدہ مالہ حرام (۱۲۹۸ھ) (۲) انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ) (۳) اجود القری لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القری (۱۳۰۲ھ) (۴) منزع المرام فی التداوی بالحرام (۱۳۰۳ھ) (۵) المنح الملیحۃ فیما نھی عن اجزاء الذبیحۃ۔ (۶) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (۱۳۰۷ھ) (۷) الطیب الوجیز فی أمتعۃ الورق و الابریز (۱۳۰۸ھ) (۸) أعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ) (۹) جلی الصوت لنھی الدعوۃ أمام الموت (۱۳۱۰ھ) (۱۰) مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد (۱۳۱۰ھ) (۱۱) ھادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ) باقی ص۴۳ پر

. کفر و شرک سے بچایا ـــــ سنہ ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے زمانے میں جب کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر اپنی پیشانیوں پر قشقہ لگوایا، ارتھیوں کو کندھا دیا، مندروں میں گئے۔ ہندو لیڈروں کو مسجد کے منبروں پر بٹھایا اور کیا کچھ نہ ہوا۔ ان حالات میں وہی ایک نظر آتا ہے جس نے تمام رسوائیوں کو برداشت کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کو کفر و شرک کے اس الاؤ سے بچایا۔

(۳) کہا گیا، وہ تکفیر مسلم میں بے باک تھا ـــــ حالاں کہ اس نے عالم اسلام کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو "چند علماء" کے ہاتھوں کافر و مشرک ہونے سے بچایا۔ البتہ ان چند علماء کا خوب تعاقب کیا جن کے عقیدے کے مطابق ایک دو نہیں، عالم اسلام اور دنیا کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک قرار پا رہے تھے ـــــ اہل دانش کو اس نکتے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

(۴) کہا گیا، وہ دشمن رسول ہے ـــــ اللہ اللہ! کسی عاشق پر کبھی یہ تہمت نہ لگی ہوگی۔ وہ عاشق رسول تھا، اس کے عشق جہاں تاب کے موافق و مخالف سب قائل تھے ـــــ وہ ادب آموز حیات تھا ـــــ وہ نہ ہوتا تو ہماری بے باکیاں، خود فراموشیاں اور گستاخیاں نہ معلوم کیا رنگ لاتیں ـــــ اس کی شدید تنقیدات نے بے راہ روی کے شدید سیلاب کو یکلخت روک دیا اور برصغیر میں ہم اس قابل ہو سکے کہ اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھ سکیں اور اپنے دین و دنیا کی حفاظت کر سکیں۔

(۵) کہا گیا، وہ مبتلائے کفر و شرک تھا اور ایک عالم کو کفر و شرک میں مبتلا کر گیا ـــــ عق

(صفحہ ۴۱ کا بقیہ)

(۱۲) لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی (۱۳۱۵ھ) (۱۳) مروج النجا لخروج النساء (۱۳۱۶ھ) (۱۴) مساحی الضلالۃ فی انکحۃ الہند و بنجالہ (۱۳۱۷ھ) (۱۵) خیر الآمال فی حکم الکسب و السوال (۱۳۱۸ھ) (۱۶) اجل التحبیر فی حکم السماع و المزامیر (۱۳۲۰ھ) (۱۷) مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ) (۱۸) الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب (۱۳۲۰ھ) (۱۹) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ) وغیرہ وغیرہ۔

(مسعود)

یہ کہتی ہے کہ اگر وہ ایسا ہوتا تو برصغیر میں غیر مسلموں کا ہمدم و دم ساز ہوتا؟ ۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ہمدم و دمساز کون تھا؟ ــــ امام احمد رضا نے برصغیر کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو بت پرستوں کے آگے جھکنے سے بچایا اور توحید کا وہ درس دیا جو دوسرے موحدین باوجود دعویٰ توحید نہ دے سکے ــــ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے ــــ امام احمد رضا کی مذہبیات اور سیاسیات کا مرکز اسلام اور صرف اسلام ہے۔ ایک سچے مسلمان عالم اور سیاست داں کی پہچان یہی ہے۔

(۶) کہا گیا۔ وہ انگریزوں کا حامی و ناصر تھا ــــ اگر وہ ایسا ہوتا تو انگریزوں کی حمایت سے چلنے والی ہر اصلاحی تحریک کی حمایت کرتا، مگر اس کی زندگی ایسی حمایت سے خالی ہے ــــ وہ سمجھتا تھا کہ انگریزی تہذیب و تمدن سیلاب بن کر بڑھ رہا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر انگریز چلا گیا اور ہم اس کی تہذیب کو گلے لگائے رہے تو ہم فاتح ہو کر بھی مفتوح رہیں گے ــــ اس نے اس نے اسلام کی شمع روشن کی اور محبت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ جلائے ــــ اس نے انگریز اور ہندو تمدن کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں ــــ اگر وہ انگریزوں کا حامی و مددگار ہوتا تو آج اس کے عقیدت مند اور متبعین انگریزی تہذیب و تمدن کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ــــ مگر وہ تو انگریزوں کا مخالف تھا حتیٰ کہ جب لفافے پر ٹکٹ لگاتا جس پر ملکہ یا بادشاہ کی تصویر بنی ہوتی، تو ہمیشہ بطور تحقیر و تذلیل الٹا لگاتا ــــ وہ اپنی پوری زندگی میں کسی انگریز کے دربار میں نہ گیا۔ وہ عبد مصطفےٰ تھا (علیہ الرحمہ)۔

(۷) کہا گیا، وہ ایک نئے فرقے کا بانی تھا ــــ حالاں کہ وہ مسلک سلف صالحین کا مجدد تھا ــــ ایک دو فرقوں کے علاوہ برصغیر میں موجود سارے اسلامی فرقوں کی تاریخ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سے شروع ہوتی ہے ــــ مگر ان کو کسی نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور سارا عتاب اس پر نازل ہوا جس کا سلسلۂ فکر و ذکر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں سے ملتا ہے۔ فکر و دانش کا یہ ایک المیہ ہے۔

(۵)

الغرض علم [illegible]

انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل پورے برصغیر پاک و ہند میں علمی سطح پر مسلک اہل سنت و جماعت (سلف صالحین) کا غلبہ تھا، امام احمد رضا نے اسی کی حفاظت کی اور اسی کا احیاء کیا ـــــــ اس مسلک کے مخالفین نے سلطنت دہلی کے زوال کے بعد اپنی کوششیں تیز تر کردیں اور سقوط دہلی کے بعد یہ حضرات کھل کر سامنے آگئے کیوں کہ اب کوئی ایسی مادی طاقت نہ رہی تھی جو ان کی مزاحمت کرتی ـــــــ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی طرف پاک و ہند کے محققین کو توجہ دینی چاہیئے۔

ضرورت ہے کہ علماء اہل سنت و جماعت کی شاندار تاریخ کو مؤرخانہ انداز میں یکجا کیا جائے۔ نئی نسل کو ان کے افکار و خیالات سے آشنا کیا جائے اور ان کی بے مثال سیاسی خدمات سے روشناس کرایا جائے ـــــــ لیکن اس کوشش میں مقابلے اور مسابقت کا جذبہ کارفرما نہ ہونا چاہیئے، مقصد صرف علمی اور تاریخی تحقیق ہونا چاہیئے۔

فاضل مصنف حضرت مولانا محمد یٰس اختر مصباحی زیدت عنایتہم کی یہ کوشش قابل صد تحسین و آفریں ہے، اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اپنے کرم خاص سے نوازے اور علم و دانش کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ جس اہم مقصد کے لیے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے خداوند تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرمائے۔ امام احمد رضا کے افکار و خیالات کے نورانی چہرے سے حجابات اٹھ جائیں اور ہر جگہ اجالا ہی اجالا ہو جائے۔ آمین ـ بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ۔
پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنڈ۔ (سندھ، پاکستان)
۱۶ را اپریل ۱۹۷۸ء

تقریب

رقم شدہ ۱۴۰۵ھ
۱۹۸۵ء

از

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

زیر نظر کتاب "امام احمد رضا۔ اور۔ رد بدعات و منکرات" کا خاکہ پانچ برس پہلے تیار ہوا مولف محترم نے حصۂ دوم "رد بدعات و منکرات" کا مسودہ بھی ان ہی دنوں تیار کر لیا۔ پھر خیال ہوا کہ امام احمد رضا کی خدمات اور علوم و معارف کا بھی اجمالی تذکرہ شامل ہو۔ یہ کام وقتاً فوقتاً ہوتا رہا اور جہاں تک مجھے یاد آتا ہے تین سال پہلے اس کی تکمیل بھی ہوگئی۔ احباب اور شائقین کے لئے صبر آزما مرحلہ پوری کتاب کی تبییض کا تھا۔ وہ بھی کسی طرح اختتام کو پہونچا۔ اس طویل عرصے میں اصل مسودہ پر برادر محترم مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب جا بجا اضافہ اور تحشیہ کا کام بھی کرتے رہے۔ اور اب ہم بے سرو سامانوں کے لئے مقام مسرت ہے کہ کتابت و طباعت کے سخت و دشوار مراحل سے گذرتے ہوئے یہ گرانقدر اور محبوب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

○

امام احمد رضا نے علمی تحقیقات اور فنی تدقیقات کے جو انمول موتی اپنی تصانیف میں جلوہ آرا فرماتے ہیں ان کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔ اسی طرح دین حنیف اور فقہ حنفی کی جو لازوال خدمات امام موصوف قدس سرہ نے انجام دیں ان کے اعتراف پر بھی سبھی مجبور ہیں۔ ع

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

لیکن ان کے تمام مناقب و فضائل کے خزانے میں ایک ۔ عیب ، بھی ہے ۔ زبردست عیب ۔
وہی عیب جسے شیخ سعدی نے فرمایا ۔

ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

ان کا عیب یہی ہے کہ وہ ع

یا مسلماں اللہ اللہ یا برہمن رام رام

والے مذہب صلح کل کے قائل نہ تھے ۔ ان کے یہاں دوستی اور دشمنی دونوں کا ایک پختہ نظریہ موجود تھا ۔ وہ قرآن و حدیث اور اتباع ائمہ پر سختی سے قائم تھے ۔ انہوں نے قرآن کریم سے محبتِ ایمان و مومن کے ساتھ ساتھ عداوتِ کفر و کافر کا بھی درس لیا ۔ حدیث پاک سے الحبُّ فی اللہ والبغض فی اللہ دونوں کی تعلیم حاصل کی ۔ ائمہ سے انہوں نے یہ سبق بھی سیکھا کہ :

محبت خدا و رسول بے عداوتِ دشمنانِ آں صورت نہ بندد " تولاّ بے تبرا نیست ممکن "
دریں جا صادق است ۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی م ۱۰۳۴ھ)

اس لیے ان کا نتیجۂ فکر و قلم جہاں بارگاہ خدا و رسول اور نگاہ اہل ایمان میں ایک " نغمۂ دلنواز " تھا ۔ وہیں دشمنان خدا و رسول اور اعداء دین و سنت کے لیے " سوہان روح " اور پیام موت ۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار ، برق بار اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

مگر جن کی سرشت شقاوت و شر سے مرکب ہو وہ کب شرارت و شر سے باز آسکتے ہیں ۔ انہوں نے سوچا ۔ گستاخیاں کرو ۔ گالیاں لکھو ، بہتان تراشو ، طرح طرح کے خاکے اڑاؤ ۔ کسی طرح تو اس کا قلم رکے ۔ مگر جو اپنی عزت و آبرو ، اپنے آباو اجداد کی آبرو راہ مولیٰ میں قربان کر چکا ہو وہ کب اپنے آقا کے دین حنیف کی پاسبانی سے رک سکتا ہے ۔ اس نے سب کچھ نثار کر دیا ۔ اپنی ساری عزت و شان فدا کر دی ـــــــ اپنے آبا و اجداد کے ناموس کی کوئی پرواہ نہ کی صرف اس خیال جاں نواز سے

لہ آقا کی عزت و ناموس کے لئے یہی سب سپر ہو جائے تو زہے نصیب! وہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے ہیں اتنی دیر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی سے تو باز رہتے ہیں۔

فان ابی و والدہ و عرضی　　　لعرض محمد منکم وقاء

صلی اللہ علیہ وسلم

بے شک میرے باپ اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری آبرو یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے لئے تمہارے مقابل سپر ہیں۔

ان سب کے باوجود پروپیگنڈوں کا طوفان اب بھی جاری ہے" وہ تعظیم خدا اور رسول کا پیام دیتا ہے ہمیں یہ گوارا نہیں ـــــ وہ ایک جہان کے دل خدا اور رسول کی محبت سے لبریز کرنا چاہتا ہے ہم سے یہ برداشت نہیں ہوگا ـــــ وہ دشمنانِ خدا اور رسول کے خلاف برق خاطف گراتا ہے یہ ہمارے خرمنِ فکر و نظر کی موت ہے ـــــ ہمارے لئے پیامِ اجل ہے ـــ ہم اس کی طرف سے دنیا والوں کے دل پھیریں گے۔ ہم اسے بدنام کریں گے۔ ہم علم و تحقیق اور دین و سنت کا لبادہ اوڑھ کر اہل علم و تحقیق اور فدایان دین و سنت کو اس سے برگشتہ کریں گے کہ

"اس سے بچتے رہو۔ وہ تو مسلمانوں کو کافر کہتا تھا۔ وہ بدعات کو فروغ دیتا تھا۔ ہر اصلاحی تحریک کا دشمن تھا۔ وہ تو علم میں بھی کمزور تھا" علم حدیث و تفسیر میں تو بے مایہ نہ سہی، کم مایہ ضرور تھا"

اس برصغیر میں پروپیگنڈوں پر کان دھرنے والوں کی کمی نہیں۔ نہیں بلکہ بہتان و افترا، اگر تاریخ و تحقیق کے دبیز پردوں کی اوٹ سے پھیلایا جائے تو پوری دنیا میں ان سے متاثر ہونے والے بہت ہیں اور تحقیق و تفتیش کرنے والے کم ـــــ خصوصاً وہ طبقہ تو عناد و عقیدت کا مجموعہ ہے۔ وہ بس یہ دیکھتا ہے کہ سمت مخالف سے آواز آرہی ہے یا موافق سے! رد و قبول کا فیصلہ تو پہلے ہی دھرا ہوتا ہے۔

غور کرنا چاہیے کہ انہیں مسلمانوں کی تکفیر کا درد کیسے ہو گیا؟ ـــــ ان کے یہاں تو شاید ہی کوئی مسلمان مسلمان ہو۔ جس نے علی بخش، حسین بخش نام رکھ دیا وہ کافر ـــ کافر ہی نہیں سب سے بڑا یعنی مشرک ـــــ سہرا باندھ دیا کافر و مشرک ـــ کسی کو دور سے پکارا اور یہ سمجھا کہ اس کو خبر ہو گئی کافر و مشرک ـــــ نبی اور ولی کے لئے علم غیب مانا کافر و مشرک۔ خواہ یوں کہ اسے خود یہ علم ہے یا خدا کے دینے سے ہے ہر طرح کافر و مشرک[1] ـــــ ان کے یہاں ایسے ایسے کفر و شرک ہیں کہ یہ اولاد اگر

[1] ملخصاً تقویۃ الایمان، بہشتی زیور حصہ اول۔

بچ گئی تو ان کے آباء و اجداد تو ضرور کافر و مشرک ــــ بلکہ دنیا کا کوئی متنفس، بلکہ خود انبیاء و اولیاء بلکہ خود خداوند جل وعلا تک اس فتویٰ تکفیر و اشراک کا نفاذ ہے۔[1]

سیدنا امام احمد رضا نے کسی مسلم کو کافر نہ کہا بلکہ اسے کہا جس نے اسلام کو کفر، ایمان کو شرک، مسلمان کو کافر، مومن کو مشرک، خدا کو عیبی، رسول کو ناقص و بے کمال ٹھہرایا یعنی اس کو جس نے اسلام و مسلمین کی حرمت و عزت اور خدا و رسول کے ناموس سے کھیل کیا ــــ اور اس طرح امام موصوف نے کروڑوں مسلمانوں کو کفر و شرک کے فتوے سے بچالیا۔ ناموس خدا و رسول کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ اور اعداء دین کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا ــــ یہی وہ کمال و ہنر ہے جو دشمن کی نظر میں زبردست عیب اور ناقابلِ معافی جرم ہے جس کا انتقام اب تک جاری ہے۔

بھلا وہ کسی مسلمان کو کافر کہہ سکتا ہے جو ہر کلام پر اسلامی و کلامی نقطۂ نظر سے غور کرنے کا عادی ہو کہ شاید اس میں ایمان کا کوئی پہلو ہو اور وہی اس کلام والے کی مراد ہو۔ یا للعجب!

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد ‌ ‌ ‌ ‌ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بھلا وہ بدعات کو فروغ دینے والا ہو سکتا ہے جس نے ایک ایک برائی کے خلاف جہادِ مسلسل کیا ہو؟۔

تعزیہ داری، مزارات پر عورتوں کی حاضری، مزامیر کے ساتھ قوالی، اعراس کی بے اعتدالی، کردار و اطوار میں حکم شرع کی خلاف ورزی، وہ کون سی بدعت قبیحہ اور وہ کون سا منکر و ممنوعہ ہے جس کی اس نے ہمنوائی کی ہو؟

ذرا اس کے آفتاب قلم کی ضیا میں اس کا رخ روشن پہچانو۔ دیکھو یہ کس کی تابشیں ہیں؟

(۱)

ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی ظہر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے۔ اور عذر اس کا خوفِ فوت تہجد ہے۔ جائز ہے یا نہ؟

فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں جواب حق۔ وحق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السوال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے۔ وہ زعم کرتا ہے کہ سنتِ تہجد کا حفظ و پاس، اسے تقویت جماعت پر

---

[1] دیکھئے الامن والعلا لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء اور اطیب البیان رد تقویۃ الایمان۔

باعث ہوتا ہے۔ اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا۔ نہ کہ الٹا فوت کا سبب ہوتا۔ قال اللہ عزوجل۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ۔ بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم و قربۃ الی اللہ تعالیٰ و منھاۃ عن الاثم و تکفیر للسیئات و مطردۃ للداء عن الجسد۔[1]

تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ اگلوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہوں سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔

تو فوتِ جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے ـــــ اگر میزانِ شرعِ مطہر لے کر، اپنے احوال و افعال تولے، تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا۔

یا ھٰذا! سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر ـــــ یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے ـــــ ذرا بگوشِ ہوش سن! اگرچہ حق تلخ گزرے۔ وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیانِ زمانہ پر پیش کرے ـــــ جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے، تجھے تفویتِ جماعت کی اجازت دے۔ جس کی نظر تاکیداتِ جماعت پر جائے، تجھے ترکِ تہجد کی مشورت دے کہ مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ اخْتَارَ اَھْوَنَھُمَا۔ بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے۔

مگر حاشا! خدام فقہ و حدیث، نہ تجھے تفویتِ واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترکِ تہجد کی ہدایت کریں گے۔ ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"یا عبد اللہ! لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل"[2] کا خلاف کریں گے۔

تہجد و جماعت میں تعارض نہیں۔ ان میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں ـــــ بلکہ یہ

---

[1] رواہ (۱) الترمذی فی جامعہ ۔ و ابن ابی الدنیا فی التہجد ۔ و ابن خزیمہ فی صحیحہ ۔ والحاکم فی المستدرک وصححہ ۔ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباہلی ۔ (۲) واحمد ۔ والترمذی وحسنہ ۔ والحاکم ۔ والبیہقی عن بلال (۳) والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی ۔ (۴) وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ ۔ (۵) وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ ص ۳۳۰ ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ۔

[2] رواہ الشیخان عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔ فتاویٰ رضویہ ۔

ہوائے نفسِ شریر، وسوسے طرز تدبیر سے ناشی (پیدا) ہوا۔

(۱) یا ھٰذا! اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا، اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے۔ جب تو صراحۃً آثم و تارک واجب ـــــ اور اس عذر باطل میں مبطل و کاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الجَفَاءُ کُلَّ الجَفَاءِ، والکُفر و النِّفاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنادِی اِلی الصلوٰۃ فلا یُجِیبُہٗ۔

ظلم پورا ظلم۔ اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

(۲) اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ ـــــ کہ یہ فتنۂ خواب کیوں کر جاگا؟[1] اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کی تدبیر کر۔

(۱) کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے۔ ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا؟ ـــــ یوں ہے تو اول وقت خواب کر ـــــ اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے، جس میں نماز و تلاوت نہیں۔ یعنی ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک۔ وہ فرماتے ہیں کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے ـــــ اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے، ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو گیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(ب) کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے؟ ـــــ اچھا! ٹھیک دوپہر کو سو ـــــ مگر نہ اتنا کہ وقتِ جماعت آجائے ـــــ ایک ساعت قلیلہ۔ قیلولہ بس ہے۔

اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے:۔

(۱) تکیہ نہ رکھ۔ بچھونا نہ بچھا۔ کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے۔

(۲) سوتے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی۔

(۳) کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں۔

(۴) سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

---

[1] اس جملے پر قربان جایئے۔ ۱۲ محمد احمد اعظمی مصباحی

مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهٖ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَامَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ وَ ثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ وَ ثُلُثٌ لِنَفَسِهٖ۔

رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن حبان عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا۔ آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں۔ اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے۔ تہائی پانی، تہائی سانس کے لئے۔ پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا، بانجھ سے بچہ مانگنا ہے۔ جو بہت کھائے گا، بہت پیے گا۔ جو بہت پیے گا بہت سوئے گا۔ جو بہت سوئے گا، آپ ہی خیرات و برکات کھوئے گا۔

(۵) یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کرے ـــــ دو رکعتیں خفیف و تام۔ بعد عشا، ذرا سونے کے بعد۔ شب میں کسی وقت پڑھنی۔ اگرچہ آدھی رات سے پہلے۔ ادائے تہجد کو بس ہیں ـــ مثلاً نو بجے عشاء پڑھ کر سو رہا۔ دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں۔ تہجد ہو گیا۔

(۶) سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا ـــــ اور اس پر سچا توکل ـــــ مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عزیمت دیکھے گا۔ ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

(۷) اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کرکہ وقت جماعت سے پہلے جگا دے کما وَكَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلالاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلة التَّعْرِيْس۔

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے انشاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظی ہوگی۔ اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی ـــــ اور جگانے والا بھی بھول گیا۔ یا سو رہا۔ کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا۔ اور امید ہے کہ صدق نیت وحسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا۔ و باللہ التوفیق۔

(ج) کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس تک سونے کا وقفہ نہیں؟ جب تو ساری دِقتوں سے چھوٹ گیا۔ سو کر پڑھی۔ یا پڑھ کر سوئے۔ بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر نہ سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے۔ غرض یہ تین صورتیں ہیں۔ (۱) پیش از زوال سو اٹھنا (۲) بعد جماعت سونا۔ ان میں کوئی خدشہ

ہی نہیں۔(۳) اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں۔

رب عزوجل سے ڈرے۔ اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے۔ پھر دیکھیں کیوں کر تہجد تفویت جماعت کا موجب ہوتا ہے۔

بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ۔ کہ مہر نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور۔ یکسر مدفوع و محض نامسموع۔ جماعت و تہجد میں اصلاً تعارض نہیں۔ کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجئے۔ اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجئے۔ ھذا ھو حق الجواب۔ واللہ الھادی الی سبیل الصواب۔

بااین ھمہ اگر بالکل خلاف واقع و بیکار طور پر یہی مان لینا ضروری کہ جماعت و تہجد میں تعارض ہے۔ لہٰذا ایک ہی کی ادائیگی ہوگی دوسرے کو ترک کرنا ہوگا۔ اب ترجیح جماعت کو ہو یا تہجد کو؟ تو تہجد کی ترجیح محض باطل و مہجور۔

(۱) اگر حسب تصریح عامۂ کتب ـــــ تہجد مستحب و حسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانیئے، جب تو ظاہر کہ واجب و مستحب کی کیا برابری؟ ـــــ نہ کہ اس کو اس پر تفضیل و برتری!

(۲) اور اگر تہجد میں ـــــ اعلی الاقوال کی طرف ـــ ترقی۔ اور جماعت میں۔ ادنی الاحوال کی جانب۔ تنزل کرکے ـــ دونوں کو سنت ہی مانئے۔ تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں۔

جماعت بر تقدیر سنیت بھی تمام سنن حتی کہ سنت فجر سے بھی ـــــ اہم و آکد و اعظم ہے۔ و لہٰذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے۔ اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشہد نہ ملے گا۔ تو بالاجماع سنتیں ترک کرکے جماعت میں مل جائے۔

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل ـــــ پھر مذاہب اصح پر سنت قبلیۂ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد۔ افضل و آکد رکعتین مغرب ہیں۔ پھر رکعتین ظہر۔ پھر رکعتین عشاء۔ پھر قبلیۂ ظہر۔ پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب، تہجد سے اہم و آکد ہیں۔ و لہٰذا ہمارے علماء سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں۔ انھا لتاکدھا اشبھت الفریضۃ۔ (یہ مؤکد ہونے کے باعث فرض کے مشابہ ہیں) اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے۔

تو تہجد جماعت کے کمتر از کمتر سے کمتر ـــــ پانچویں درجہ میں واقع ہے ـــــ سب سے

اٰکد جماعت ــــ پھر سنتِ فجر ـــ پھر قبلیۂ ظہر ـــ پھر باقی رواتب ـــ پھر تہجد وغیرہ سنن ونوافل۔

اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جا کر پڑے گا۔ سب سے اقویٰ جماعت ــــ پھر سنتِ فجر ـــ پھر سنت مغرب ـــ پھر بعدیۂ ظہر ـــ پھر بعدیۂ عشاء ـــ پھر قبلیۂ ظہر ـــ پھر تہجد وغیرہا۔

پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا ؟ برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں ـــ نہ کہ مستحب مان کر۔

اگر کہیے یہاں کلام جماعتِ اُولیٰ میں ہے کہ سوال میں اس کی تصریح موجود ـــ اور واجب یا اس اعلیٰ درجہ کی موکد " مطلق جماعت " ہے۔ نہ خاص جماعت اُولیٰ ـــ بلکہ وہ صرف افضل و اَولیٰ ـــ اور فضل تہجد اس سے اعظم و اعلیٰ ـــ تو حفظ تہجد کے لئے ترکِ اُولیٰ جائز و روا۔ اگرچہ افضل، اتیان و اَدا۔

اقول :۔ یہ تاصیل وتفریع، سراسر بے اصل و احداثِ شنیع۔ زنہار زنہار! ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی ـــ جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجئے ـــ اور داعیِ الٰہی کی اجابت نہ کیجئے۔ جماعت ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح ۔ مثل مدافعتِ اخبثین ۔ یا حاجت طعام وغیرہا ـــ کے باعث جماعت اولیٰ سے رہ جائیں، وہ برکتِ جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں۔ بے اعلان و تداعی (یعنی بے اذان) محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کریں ـــ نہ کہ اذان ہوتی رہے ـــ داعیِ الٰہی پکارا کرے۔ جماعتِ اولیٰ ہوا کرے ـــ مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں۔ یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ؟ ہم اور کرلیں گے ـــ یہ قطعاً یقیناً بدعت سیئہ شنیعہ ہے[1]۔

اس فتوے میں ایک خاص قابل توجہ امر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیثیت صرف ایک مفتی کی نہ تھی۔ بلکہ ایک مصلح و مجدد کی شان ان کے فتاویٰ سے بھی عیاں ہے۔ بحیثیت مفتی سوال مذکور کا اتنا جواب کافی تھا کہ ـــ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں ـــ دونوں کی ادائیگی کی تدبیر کیا چاہیے ـــ اور اگر بالفرض یہ ممکن نہ ہو تو جماعت ترک کر کے ادائے تہجد کی راہ نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تہجد چھوڑے مگر جماعت سے مفر نہیں۔ اور یہ حکم خاص جماعتِ اُولیٰ

---

[1] ملخصاً فتاوی رضویہ سوم ص ۴۳۰ تا ۴۳۵ طبع اول۔ سنی دار الاشاعت مبارک پور ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء۔

کا ہے۔ ثانیہ تو محض ضرورت اور صحیح عذر کے لیے مشروع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لیکن اس طرح کے جواب سے سائل کو صرف حکم مسئلہ معلوم ہوسکتا ہے۔ بدعت و منکر کا قلع قمع نہ ہوسکے گا ـــــ کہ تمام وساوس شیطانی اور شہوات نفسانی کا رد ہو، آدمی میں نیکی کی ادائگی اور برائی کے چھوڑنے کا جذبہ بیکراں فروغ پائے۔ اور سبیل مستقیم پر گامزن ہوجائے اس لیے جواب میں سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی کے خطبات کا انداز واعظانہ وزاجرانہ اختیار فرمایا۔ اور ساتھ ہی طرز عالمانہ واسلوب محققانہ ومفتیانہ بھی اپنائے رکھا۔ جس کے بعد سائل اگر دل میں ذرا بھی زندگی رکھتا ہو تو یہ فتویٰ اس کے لیے بہترین مرشد وشیخ کا کام دے سکتا ہے۔ بیماریٔ دل کا خوب تر علاج ہوسکتا ہے۔ اور چوں کہ یہ بیماری صرف ایک شخص کی نہیں بلکہ بلائے عام ہے اس لیے یہ فتویٰ نافع خاص وعام ہے۔ وھو الھادی و الموفق۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کے لیے یہ ایک خاص موضوع ہے جس پر تحقیق کی جاسکتی ہے۔ عنوان اس طرح کا ہوگا۔ "رضوی فتاویٰ میں اصلاح وموعظت کا عنصر"۔

(۲)

ایک سوال ہے کہ حافظ کو ادا تراویح کے لیے دورۂ قرآن کرنا پڑتا ہے۔ اس سخت محنت کے پیش نظر روزۂ فرض اس سے معاف ہے یا نہیں؟

سوال فارسی میں ہے اس لیے جواب بھی فارسی ہے۔ اس کا خلاصہ اردو میں یہاں لکھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

یہ جھوٹا بہانہ سمجھ میں نہیں آتا کہ قرأت قرآن روزہ سے مانع ہے۔ اطراف عالم اور اکناف زمین میں بوڑھے، بچے کم طاقت ہزارہا ہزار حفاظ قرآن دن میں روزہ بھی رکھتے ہیں اور رات کو قرآن بھی پڑھتے ہیں۔ اس سے ان کو کوئی ضرر نہیں لاحق ہوتا۔

اور ہو بھی کیسے؟ ـــــ جب کہ روزہ صحت ہے ـــــ اور قرآن شفا ـــــ ہاں اعتقاد صحیح چاہیے تاکہ ان عطیات کا فائدہ رونما ہو ـــــ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں

کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

اُغْزُوْا تَغْنَمُوْا وَ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا وَ سَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا۔

غزوہ کرو غنیمت یاب ہوگے۔ روزہ رکھو صحت پاؤگے۔ سفر کرو مالدار ہوگے۔

ذرا بھی باور نہیں ہوتا کہ اس شخص کو قرآت قرآن روزہ سے روکتی ہے۔ لہذا درحقیقت یہ صرف عذر باطل ہے۔ اور پست ہمتی و نفس پروری ہے۔ والعیاذ باللہ۔

اگر بالفرض ایسا ہی ہے کہ قرآن پڑھنے سے اس کو اس قدر کمزوری لاحق ہو جاتی ہے کہ روزہ کی طاقت نہیں رہ جاتی تو اس صورت میں یہ قرآن پڑھنا اس کے حق میں نہ سنت ہوگا نہ باعث ثواب — بلکہ حرام و موجبِ عذاب۔

علماء نے مطلقاً فرمایا ہے کہ ہر وہ عمل جو باعثِ ضعف اور مانعِ روزہ ہو۔ جائز نہیں — اور اگر کسی شخص کی ایسی حالت ہو کہ روزہ رکھے تو نماز میں قیام نہ کر سکے، اس کے لئے روزۂ رمضان چھوڑنا جائز نہیں — بلکہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔

سبحان اللہ! علماء کے نزدیک قیام نماز — جو خود فرض ہے روزہ کی رعایت سے ساقط ہو جاتا ہے۔ یہاں روزہ صرف ایک سنت کی خاطر — بلکہ حصول امامت سے ملنے والے "تفاخر" کی خاطر — بلکہ ایک ایسے فعل ناجائز و گناہ و حرام (یعنی تفاخر) کی خاطر — معاف ہو جائے یہ تو نہیں مگر صریح جہالت — یا قبیح مخالفت۔

اس عزیز سے کہیں کہ — حق سبحانہ وتعالیٰ نے روزۂ رمضان تجھ پر اور تجھ جیسے سب پر فرض عین فرمایا ہے۔ اور قرآن تراویح میں ختم کرنا نہ فرض ہے نہ سنت عین — اگر وقتِ دَور کثرتِ تلاوت کے باعث — جو اکثر حافظوں کے لئے ناگزیر ہے — تجھے اتنی کمزوری آجاتی ہے تو یہ تیرے ذمہ لازم نہیں فرمایا گیا — کسی دوسرے حافظ کی اقتدا کر تراویح ادا کر — روزہ رکھ — فرض بھی حاصل کر — سنت بھی تھام — اور اگر اتنا نہیں ہو سکتا تو تراویح میں پورا قرآن نہ پڑھ — نہ سن — یہی بیس رکعات تجھ سے جس طرح ادا ہو سکیں ادا کر — اور روزہ چھوڑ کر نارِ جحیم و عذاب الیم کا مستحق نہ بن۔

اے بھائی! روزہ فرض عین ہے ــــ اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم۔ تراویح میں ختم قرآن تو سنت کفایہ ہے اور یہ سنت کفایہ سنت عین سے مؤخر۔ یہ کیا بے وقوفی ہے کہ سنت کفایہ کو فرض عین پر مقدم کریں۔

اس کلام کے بعد سیدنا غوث الثقلین، پیر دستگیر محی الدین ابو محمد، عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مبارک "فتوح الغیب" شریف سے کچھ عبارت تحریر فرمائی ہے جو ایسے تمام لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو نوافل و مستحبات میں تو کوشاں ہیں اور فرائض و واجبات سے غافل ــــ فرماتے ہیں

یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّشْتَغِلَ اَوَّلاً بِالْفَرَائِضِ۔ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ۔ ثُمَّ یَشْتَغِلُ بِالنَّوَافِلِ وَالْفَضَائِلِ ــ فَمَا لَمْ یَفْرُغْ مِنَ الْفَرَائِضِ فَاشْتِغَالٌ بِالسُّنَنِ حُمْقٌ وَّ رُعُوْنَةٌ ــ فَاِنِ اشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَ النَّوَافِلِ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ وَ اُهِیْنَ۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ یَّدْعُوْهُ الْمَلِكُ اِلٰی خِدْمَتِهٖ فَلَا یَاْتِیْ اِلَیْهِ وَیَقِفُ بِخِدْمَةِ الْاَمِیْرِ الَّذِیْ هُوَ غُلَامُ الْمَلِكِ وَخَادِمُهٗ وَتَحْتَ وِلَایَتِهٖ۔

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:۔ اِنَّ مَثَلَ مُصَلِّی النَّوَافِلِ وَ عَلَیْهِ فَرِیْضَةٌ كَمَثَلِ حُبْلٰی حَمَلَتْ فَلَمَّا دَنٰی نِفَاسُهَا اَسْقَطَتْ، فَلَا هِیَ ذَاتُ حَبْلٍ وَّلَا هِیَ ذَاتُ وِلَادٍ ۔ وَ كَذٰلِكَ الْمُصَلِّیْ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ لَهٗ نَافِلَتَهٗ حَتّٰی یُؤَدِّیَ الْفَرِیْضَةَ وَ مَثَلُ الْمُصَلِّیْ كَمَثَلِ التَّاجِرِ ــ لَا یَحْصُلُ لَهٗ رِبْحُهٗ حَتّٰی یَاْخُذَ رَاْسَ مَالِهٖ ۔ فَكَذٰلِكَ الْمُصَلِّیْ بِالنَّوَافِلِ لَا یُقْبَلُ لَهٗ نَافِلَتُهٗ حَتّٰی یُؤَدِّیَ الْفَرِیْضَةَ۔

اس کا فارسی تشریحی ترجمہ بھی شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح فتوح الغیب سے مختصراً نقل فرمایا ہے۔ یہاں اس کا اردو خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

مسلمان کو یہ چاہیے کہ پہلے ان چیزوں پر کاربند ہو جو فرض و واجب ہیں ــــ جب ان سے عہدہ برآ ہوئے تو مؤکدہ سنتوں میں مشغول ہو۔ پھر نوافل و فضائل میں مشغول ہو ــــ فرائض چھوڑتے ہوئے سنتوں میں مشغولی جہالت و بے وقوفی کی نشانی ہے ــــ اگر فرائض ترک کرتے ہوئے سنن و نوافل میں مشغول ہو تو یہ نوافل و سنن قبول نہ ہوں گے بلکہ وہ ذلیل و خوار کر دیا جائے گا۔

اس کا حال اس کی طرح ہے جیسے بادشاہ اپنی خدمت میں یاد فرمائے تو وہ اس کے پاس حاضر نہ ہو ـــــ اور کسی امیر کی خدمت میں کھڑا ہو جو بادشاہ کا خادم و غلام اور اس کے زیر قدرت و تصرف ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ اس شخص کی مثال جس کے ذمہ فرض ہے اور وہ نوافل پڑھ رہا ہے ـــــ اس حاملہ عورت کی ہے جس کا زمانہ حمل پورا ہو گیا ہو جب وقتِ ولادت قریب آیا تو نا تمام بچہ جنا۔ (جیسے اس نے مشقتیں جھیلیں اور ثمرہ کچھ نہ ملا۔ یوں ہی فرض چھوڑ کر نوافل پڑھنے والا سختیاں اٹھاتا ہے اور نتیجہ کچھ حاصل ہونے والا نہیں) تو وہ عورت نہ تو حمل والی ہوئی کیوں کہ مقصود حمل بچہ ہی نہیں ـــــ نہ ہی بچہ والی ہے کہ حمل ہی ساقط ہو گیا۔ اسی طرح نمازی کا نفل اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے گا جب تک کہ فرض ادا نہ کرے ـــ ایسے نمازی کی مثال تاجر کی ہے۔ جیسے نفع حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اپنی پونجی نہ رکھے اسی طرح (فرض نمازی کی پونجی ہے) اس کا نفل قبول نہ ہو گا جب تک فرض ادا نہ کرے[۱]

پھر چند احادیث و عبارات مزید لکھ کر حق اصلاح وارشاد ادا کر دیا ہے۔ واللہ الہادی۔

یہ فتویٰ نہ صرف ایک شخص کے لئے بلکہ بے شمار ایسے افراد کے لئے باعثِ ہدایت ہے جو طاعات و عبادات میں تو منہمک ہیں مگر ترتیب طاعات سے بے پرواہ اور رعایت واجبات و فرائض سے غافل ہیں۔

(۳)

۔ بعض حاضرین نے عرض کیا۔ حضور! دنیوی مکروہات نے ایسے گھیرا ہے کہ روز ارادہ کرتا ہوں کہ آج قضا نمازیں ادا کرنا شروع کروں گا مگر نہیں ہوتا۔ کیا یوں ادا کروں کہ پہلے تمام نمازیں فجر کی ادا کروں پھر ظہر کی۔ پھر اور اوقات کی ـــــ تو کوئی حرج ہے ؟ مجھے یہ بھی یاد نہیں کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ؟

ارشاد ـــــــ قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔ نہ معلوم کس وقت موت آجائے۔ کیا مشکل ہے کہ ایک دن کی بیس رکعت ہوتی ہے (یعنی فجر کے فرض کی دو رکعت۔ ظہر کی چار، عصر کی چار۔ مغرب کی تین۔ عشا کی سات (چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے ہر وقت

---

[۱] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۱۱ تا ۵۱۳ ملخصاً۔ مطبوعہ سنی دار الاشاعت مبارک پور ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء۔

ادا کرسکتا ہے ــــ اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء (و وتر) کی ــــ یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں۔ زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں ــــ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے ــــ کاہلی نہ کرے ــــ جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا ــــ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی جو فجر مجھ سے قضا ہوئی ــــ ہر دفعہ یہی کہے ــــ یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے۔

اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص کے ذمے تیس یا چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں۔ اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ جن کے بغیر گزر نہیں۔ کاروبار ترک کرکے پڑھنا شروع کیں۔ اور پکا ارادہ کر لیا کہ کل نمازیں ادا کرکے آرام لوں گا اور فرض کیجئے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک دن ہی کے بعد اس کا انتقال ہو جائے تو اللہ اپنی رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کرے گا۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستے میں موت آجائے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا۔

یہاں مطلق فرمایا۔ اگر ایک ہی قدم نکالا اور موت نے آلیا تو پورا کام اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں۔ سارا دار و مدار حسن نیت پر ہے[1]

(۴)

اندرون نماز (یا دوران خطبہ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے پر زبان سے درود بھیجنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عَزَّ وَجَلَّ ــ یا ــ جَلَّ جَلَالُہٗ۔ یا اس کے مثل کلمات تعظیمی کہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ــ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ــ یا اس کے مثل کلمات درود کہے۔

---

[1] ملفوظات۔ حصہ اول۔ شائع کردہ کتب خانہ سمنانی میرٹھ ۱۳۲۸ھ

مگر یہ دونوں وجوب بیرونِ نماز ہیں۔ نماز میں سوا اُن کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرما دیئے ہیں اور کی اجازت نہیں۔ خصوصاً جہریہ نماز میں وقت قراءت امام، مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے ——— امام کے خطبہ پڑھنے میں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ آئیں۔ سامعین دل میں کلماتِ تقدیس و درود کہیں ——— زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں۔ نماز میں نامِ الٰہی سن کر "جَلّ وعلا۔ یا۔ نامِ مبارک سن کر "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کہا۔ اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی۔ سہواً ہو یا قصداً ——— اور اگر بلا قصد جواب ہے تو قصداً ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں[1]

(۵)

اسی طرح بہت سے منکرات و بدعات کے بارے میں بے شمار تنبیہات ہیں ان سب کا استقصار نہ میرا مطلوب ہے ——— نہ برادر مولف زید فیضہ کا مقصود ہے۔ البتہ اصل کتاب میں اس کے نمونوں کا کافی و وافی حصہ موجود ہے۔ ذرا ورق الٹ کر دیکھئے پھر فیصلہ کیجئے کہ یہ کس کا قلم ہے جس نے بدعات و مفاسد کی بیخ کنی میں پوری جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔ نہ تو اسے لومۃ لائم کا خوف ہے نہ دنیا والوں کی ناراضی کا اندیشہ ——— اسے اپنے مولیٰ کی رضا کافی ہے اس کی آنکھوں میں شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اور فقہ اسلامی کا کیف و سرور ہے۔ اس لئے وہ فیصلے کرتا ہے تو حق اور اٹل فیصلے کرتا ہے۔ نہ تو اس میں افراط ہے کہ بدعت کو شرک ——— گناہ کو کفر ——— مکروہ تنزیہی کو حرام ——— یا کم از کم صغیرہ بلا اصرار کو کبیرہ ——— خفی کو جلی ——— کہہ دے ——— نہ اس میں تفریط ہے کہ مکروہ یا خلافِ اولیٰ کو غیر مکروہ و مستحب ——— بدعت کو سنت ——— منکر کو معروف ——— یا ناجائز کو جائز کہہ دے ——— اعتدال ہے اور صرف اعتدال ——— یہی وہ اصلاح ہے جو فساد و افساد سے پاک ہوتی ہے۔

واللہ اس نے بدعات شکنی کی ہے اور اپنے آبدار قلم کی وہ صولت و ہمت دکھائی ہے جس کی نظیر اس کے حریفوں میں صبح قیامت تک نہیں مل سکتی۔ ثبوت کے لئے ایک بار پھر اس کتاب کا حصہ دوم کھول لئے اور غور سے پڑھئے۔ شوقِ دل مزید وارفتہ کرے تو خود اس کی تصانیف نکالئے اور دامنِ فکر

---

[1] ص ۳۴۹ ج ۳۔ فتاویٰ رضویہ طبع اول سنی دار الاشاعت مبارکپور ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۰ء

وتدبر بتقام کر بنظرِ عمیق مطالعہ فرمایئے۔ دیکھئے کہ میرے بیان سے زیادہ اس میں ہے یا نہیں؟ واللہ الموفق والهادی الی سواء السبیل۔

اللہ اکبر! بھلا کسی صاحب ہوش و خرد کے دماغ میں یہ آنے والی بات ہے کہ جس نے بدعات و منکرات کی اتنی زبردست حوصلہ شکنی کی ہے وہی بدعات کا فروغ دینے والا ہو؟

دیکھو تو سہی! کہیں بدعت شکنی کو بدعت افزائی تو نہیں کہہ دیا؟ فروغِ سنت کا نام فروغ بدعت تو نہ رکھ دیا؟ تعظیم خدا و رسول، تکریم صحابہ و اولیاء۔ اور حفاظتِ دین و سنت کا نام تمہاری اصطلاح میں بدعت تو نہیں؟ ذرا اچھی طرح غور کرو ـــــ اور صحت ہوش و خرد کے عالم میں بولو! خدا تم سے سچ کہلوائے!۔ آمین۔

(۶)

پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مجدد اعظم اور مصلح اکبر کردار و عمل میں اس سے کہیں زیادہ پختہ ہے جتنا کہ گفتار و قلم میں ہے ـــــ وہ اگر گفتار کا غازی ہے تو کردار کا فاتح ـــــ قلم کا دھنی ہے تو عمل کا تاجدار ـــــ ملاحظہ فرمایئے چند شواہد۔

(۱) جس فقیہ کے پاس فتوے اتنی کثرت سے آتے ہوں کہ اس کے اوقات جواب مسائل میں مصروف ہوں اس سے جماعت جو واجب ہے۔ اور سنن مؤکدہ جو قریب بواجب ہیں معاف ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے کتب فقہ۔

مگر امام احمد رضا کی شان تقویٰ قابل دید ہے۔ سوالات اتنی کثرت سے آتے تھے کہ ایک موقع پر کسی نے کچھ اس طرح لکھ دیا تھا کہ جواب کی جو کچھ فیس ہوگی ادا کی جائے گی، اصل مسئلہ کے جواب کے بعد رقم طراز ہیں۔

"یہاں بحمداللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل۔ چین۔ و افریقہ۔ و امریکہ۔ و خود عرب شریف۔ و عراق سے استفتے آتے ہیں۔ اور ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں ـــــ بحمداللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے (۹۱) برس ـــــ اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالیٰ اکاون (۵۱) برس ہونے آئے ـــــ یعنی اس

صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے ـــــ اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے۔ بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوی کے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا۔ نہ لیا جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ۔ و لہ الحمد۔

معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت، دنی ہمت ہیں جنہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے۔ جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی ؟

بھائیو ! ۔ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے۔ اگر وہ چاہے [1]۔

لیکن اس کثرت فتوی کے باوجود ہمیشہ جماعت کی پابندی فرمائی اور سنن مؤکدہ بھی نہ چھوڑیں۔

فتوی وہ ہے تقوی یہ۔

(۲) جو شخص بیماری میں اتنا لاغر ہے کہ مسجد نہیں پہنچ سکتا۔ یا جا سکتا ہے لیکن مرض بڑھ جائے گا اس کے لئے جماعت چھوڑنا جائز ہے ـــــ مگر امام احمد رضا کی آخری بیماری جس میں وصال فرمایا حال یہ تھا کہ مسجد تک از خود جا نہیں سکتے تھے پھر بھی فوت جماعت گوارا نہیں۔

جُمَلُ النُّورِ فِی نَهْیِ النِّسَاءِ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ میں مولانا حکیم عبد الرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ محلہ جمال پور شہر احمد آباد (گجرات) کے مکرر سوال کے جواب میں مفصل فتوی دیتے ہوئے شروع میں فرماتے ہیں۔

"آپ کی رجسٹری ۵ ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا ـــــ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا۔ آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے، چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں"

اس کے حاشیہ میں راقم نے لکھا ـــــ اس عبارت سے جہاں یہ ظاہر ہوا کہ حضرت سخت بیمار تھے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ ایسی سخت علالت میں بھی جماعت چھوڑ کر گھر میں تنہا نماز پڑھ لینا گوارا نہ تھا۔ جب کہ اتنی شدید علالت بلا شبہ ترک جماعت کے لئے عذر ہے۔

ایک دفعہ استاذ محترم حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ

---

[1] ص ۲۳ ج ۳ فتاوی رضویہ مطبوعہ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء۔

(۱۳۱۲ھ/۱۸۹۶ء) بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اسی بیماری کا حال بیان کیا کہ "ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ جماعت کا وقت ہو گیا طبیعت پریشان۔ ناچار خود ہی کسی طرح گھسیٹتے ہوئے حاضر مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی"۔

آج صحت و طاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترک نماز اور ترک جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درسِ عبرت ہے۔[1]

(۳) شیخ فانی جو روزہ سے عاجز ہو اس کے لئے جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کر دے۔ یا جو سخت بیمار ہے کہ طاقتِ روزہ نہیں اس کے لئے قضا جائز ہے ـــــ زندگی کے آخری سال اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہی حال تھا کہ بریلی میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے ـــــ لیکن انہوں نے اپنے لئے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ مجھ پر روزہ فرض ہے ـــــ کیوں کہ نینی تال میں ٹھنڈک کے باعث روزہ رکھا جا سکتا ہے ـــــ اور وہاں جا کر قیام کرنے پر میں قادر ہوں ـــــ لہٰذا مجھ پر روزہ فرض ہے۔

(۴) باقاعدہ ٹوپی کرتا، پاجامہ یا تہبند پہن کر نماز بلاشبہ جائز ہے تنزیہی کراہت بھی نہیں ـــــ ہاں عمامہ بھی ہو تو یقیناً مستحب ہے ـــــ امام احمد رضا باوجودیکہ بہت حار مزاج تھے مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے ـــــ خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔[2]

(۵) عوام تو عوام ہیں۔ بعض خواص کا یہ حال ہے کہ خود اگر کسی غیر شرعی امر میں مبتلا ہیں۔ تو اس کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کریں گے ـــــ اور اگر دوسرا کوئی مسلمان بھائی جائز و غیر مکروہ امر کا پابند ہے۔ مستحب و اولیٰ کی رعایت نہیں کر پاتا ـــــ اور یہ بعض خواص اس معاملہ میں مستحب کی بھی رعایت فرماتے ہیں تو اس بھائی کو طرح طرح برا کہیں گے ـــــ اور اس ترک اولیٰ سے شدید و عظیم امر غیبتِ مسلم میں گرفتار ہوں گے ـــــ اور خود اپنے احوال پر تنقید کی توفیق نہ ہوگی۔

حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی شان یہ ہے کہ روسر کی چینی کے بارے میں استفتاء آیا۔

---

[1] مزارات پر عورتوں کی حاضری (جمل النور) ص ۱۲-۱۳ شائع کردہ مجلس اشاعت طلبہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ۔ اعظم گڑھ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

[2] کرامات اعلیٰ حضرت ص ۳۱۔ بروایت مولانا محمد حسین صاحب نظامی میرٹھی۔

اس کے جواب میں رسالہ تصنیف کیا " احلی السکر فی سکر روسر " جس سے اس کے استعمال کا جواز نکلتا ہے ـــــ کوئی ناواقف سوچ سکتا تھا کہ شاید خود استعمال فرماتے ہیں اس لئے اتنی کوشش فرمائی ہے۔ مگر حاشا و کلا! وہ مقبول بندۂ خدا کبھی اپنی خواہش کے لئے فتوے نہ دیتا ـــــ وہ وہی حکم سناتا جو شریعت مطہرہ کا تقاضا ہو ـــــ خود فرماتے ہیں۔

" فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی۔ نہ کبھی اپنے یہاں منگائی ـــ نہ آگے منگانے کا قصد ـــــ مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا ـــــ نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم (گنہ گار) خواہ بے باک جانتا ـــــ نہ تورّع و احتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے۔ نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے ان پر ترفّع و تعلّی روا رکھے ـــــ و باللہ التوفیق والعیاذ من المداھنۃ والتضییق۔[1]

اور جو احتیاط کرے اسے یوں ہدایت فرماتے ہیں (چونکہ یہ باتیں ہمارے موضوع ردِ منکرات سے متعلق ہیں اس لئے پوری عبارت لکھی جاتی ہے)

" جو بچنا چاہے اور ان امور کا کہ ہم مقدمۂ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل ـــــ اور نہایت محمود عمل ـــــ مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے ـــــ نہ کہ اس کے سبب اصل شئ کو ممنوع کہنے لگے۔ یا جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہوں ان پر طعن و اعتراض کرے۔ اپنی نظر میں حقیر سمجھے ـــــ اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افتراء اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔ (تائید میں آیات و احادیث پیش فرمانے کے بعد) عجب اس سے کہ ورع (پرہیز و تقویٰ) کا قصد کرے ـــــ اور محرمات قطعیہ میں پڑے ـــــ یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے ـــــ اور واقعی دین و سنت صراط مستقیم ہیں۔ ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مُداہن ہو جاتا ہے۔ یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے ـــــ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ دونوں مذموم ـــــ

بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت؟ آج کل بہت جہّال مُنتسِب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں ـــــ مکروہات ـــ بلکہ مباحات، بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے

---

[1] ص ۱۰۹ ـ و ۱۱۰ فتاویٰ رضویہ جلد دوم۔ طبع دوم، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء سمنانی کتب خانہ میرٹھ۔ محبوب المطابع دہلی۔

تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے۔ حتیٰ کہ نوبت تا بہ اطلاقِ شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے ـــــ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے ـــــ نہیں نہیں ـــــ بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں ـــــ الٹی سیدھی دلیلیں لائیں ـــــ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ، بفحوائے "عذر گناہ بدتر از گناہ" تاویل کریں کہ بنظر تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے ـــــ سبحان اللہ! ـ اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر از گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے۔ (دو سطر بعد پھر تائید میں احادیث[1])

(۶) مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا جائز نہیں۔ ہاں ایسا تیل جلایا جائے جس میں بدبو نہ ہو مثلاً کڑوا تیل ـــــ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی قریبی مسجد میں ان کے عزیز مرید حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین کے اندر کڑوا تیل جلایا ـــــ اب اپنے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کمال احتیاط دیکھئے ـــــ حاجی صاحب سے فرمایا۔ یہ لالٹین آپ تے یہاں کیسے جلادی؟ عرض کیا۔ حضور! اس میں مٹی کا تیل نہیں، کڑوا تیل ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھے رہئے اور ہر شخص کو بتاتے رہئے کہ اس میں وہ تیل نہیں جس کی ممانعت ہے ورنہ لالٹین دیکھ کر لوگ کہیں گے "مولوی صاحب بھی اپنے یہاں مسجد میں مٹی کا تیل جلاتے ہیں" ـــــ پھر حضرت نے لالٹین باہر کرادی ـــــ اسی لئے فتاویٰ رضویہ میں ایک موقع پر عوام کو احترام علماء اور ان کے عمل کی حیثیت سمجھنے پر تنبیہ کرنے کے بعد علماء کے لئے تحریر فرماتے ہیں۔

"علماء کو چاہئے کہ اگر خود نیتِ صحیحہ رکھتے ہوں۔ عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں ـــــ کہ اس میں دو فتنے ہیں۔ جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا۔ غیبت کی بلا میں پڑنا۔ عالم کے فیض سے محروم رہنا ـــــ اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔

عالم فرقہ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو۔ مسند ہدایت پر ہے عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں "ان کا" نفع ہے۔ اچیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دے[2]

---

[1] ص ۱۰۸ ـ ۱۰۹۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲۔ ایضاً۔

[2] ص ۵۹۶۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء طبع اول سنی دارالاشاعت مبارک پور۔ مطبوعہ لکھنؤ۔

ایسی مثالیں اگر تفصیلاً جمع کی جائیں تو ایک اور کتاب تیار ہو جائے۔ مقصود کلام بس یہ ہے کہ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے رد بدعات و منکرات کا بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ اور منکرات و بدعات سے خود پرہیز کرنے میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

ایسے عالم حاذق۔ عامل کامل۔ متقی متواضع۔ مجدد ملت۔ مصلح امت کے خلاف جو لوگ اپنی ہوائے نفس کی خاطر زہر افشانیاں کر رہے ہیں وہ خود اپنا حشر دیکھیں گے۔ اہل علم و تحقیق اور اصحاب دین و عقل کو چاہئے کہ حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں عالم برحق کی اتباع کریں اور مخالفانہ پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔

ایک وضاحت ضروری ہے کہ بدعت کا معنی کیا ہے اور بدعات و منکرات سے یہاں مراد کیا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

اَلْبِدْعَةُ كُلُّ شَيْءٍ عُمِلَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ ــــ وَ فِي الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَالَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

لغت میں بدعت ہر اس چیز کا نام ہے جو بغیر کسی سابقہ نمونے کے عمل میں آئے ــــ اور شرع میں بدعت کا معنی ہے ایسی چیز کی ایجاد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ رہی ہو۔

یہ ہے بدعت کا معنی۔ ظاہر ہے کہ اس معنی میں ہر بدعت بری نہیں۔ صدہا چیزیں ہیں جو عہد رسالت کے بعد ایجاد ہوئیں اور تمام علماء امت نے اسے پسند کیا۔ جیسے قرآن پر اعراب، حدیث کی تدوین۔ اصول حدیث۔ اصول تفسیر۔ اصول فقہ۔ اور فقہ و کلام وغیرہ علوم و فنون کی ایجاد۔

اسی لئے علماء صاف فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ کی کتاب القواعد سے بدعت کی پانچ قسمیں نقل کی ہیں۔

(۱) واجب (۲) حرام (۳) مستحب و مندوب (۴) مکروہ (۵) مباح۔

علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں صاحب درمختار کے قول صاحب بدعۃ (بدعت والا) کے تحت فرماتے ہیں۔

اى مُحَرَّمَةٍ وَ الْاَفْعَدُ تكون واجبةً كنصب الادلّة للرد على اَهْلِ الفِرَقِ الضَّالَّةِ وَ تَعَلُّمِ النَّحْوِ المفهم للكتاب وَ السنةِ۔ وَ مَنْدُوبَةً كَاِحْدَاثِ نَحْوِ رِبَاطٍ وَمَدْرَسَةٍ وَ كُلِّ اِحْسَانٍ لَمْ يَكُنْ فِي الصدرِ الاَوَّلِ۔ وَمَكْرُوهَةً كزَخْرَفَةِ المَسَاجِدِ وَ مُبَاحَةً كَالتَّوَسُّعِ بِلَذِيْذِ المَآكِلِ وَ المَشَارِبِ ۔ وَ الثِّيَابِ ۔

یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے۔ ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا۔ علم نحو سیکھنا جس سے قرآن و حدیث کو سمجھ سکیں۔ مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسے جیسی چیزیں قائم کرنا۔ اور ہر وہ نیک کام جو زمانۂ اول میں نہ رہا ہو۔ مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔

خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ۔ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ[1]

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس ایجاد کا ثواب اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے ثواب سے کچھ کم کیا جائے اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا تو اس کے لئے اس نئی تراش کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ۔ بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہ سے کچھ کم ہو۔

اسی لئے سرکار کی حدیث کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ہر بدعت گمراہی ہے) کی شرح میں امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب ازہار سے نقل فرماتے ہیں۔ اى كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ ضَلَالَةٌ۔ یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے۔ دلیل میں وہی سابقہ حدیث پیش کرتے ہیں یعنی خود سرکار نے جب ایجاد ہونے والی اچھی چیز کی تعریف کی ہے۔ اور ایجاد کرنے والے کے لئے اجر کی بشارت دی ہے۔ تو ہر نئی چیز گمراہی نہیں ہو سکتی بلکہ خود حدیث پاک سے بدعت کی تقسیم اچھی اور بری میں ہو چکی ہے۔

اب یہ سمجھ لیں کہ بدعت جب مطلق بولی جائے تو وضاحت یا قرینے کی ضرورت ہو گی ـــــ جیسے

---

[1] صحیح مسلم ص ۳۴۲ ج ۲۔ اصح المطابع دہلی۔ ابن ماجہ ص ۱۸ و ص ۱۹ بطرق عدیدہ۔ مطبوعہ دہلی۔ نسائی ص ۳۵۶ ج ۱ دہلی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یکجائی تراویح کے بارے میں فرمایا۔ نِعمَتِ البِدعَۃُ ھٰذِہٖ۔ کیا ہی خوب ہے یہ بدعت یہاں بدعتِ حسنہ کی صراحت ہوگئی۔

اسی طرح منکرات کے ساتھ لفظ بدعات کا ذکر پتہ دے رہا ہے کہ بدعت سے مراد بری بدعت ہے کیونکہ منکر کا معنی ہے شرع میں نامعروف اور بری چیز۔ البتہ بدعتی یا مبتدع کا لفظ استعمالاً بدمذہب کے لئے خاص ہوگیا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بری بدعات کا ہی قلع قمع کیا ہے۔ ان نئی چیزوں کا نہیں جن کی ایجاد کرنے والے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجر و ثواب کی خوشخبری دی ہے۔

ذکرِ میلاد، اور قیامِ تعظیمی وغیرہ کی اصل تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے یہ عمل کئے ہیں۔ البتہ موجودہ وسیع طریقہ پر محفلوں کا انعقاد یہ ذرا نیا ہے مگر منکرات سے خالی ہے تو برا نہیں اچھا ہے۔ جیسے دن تاریخ کی تعیین، اور اشتہارات، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کے ذریعہ اعلان کے ساتھ عظیم پیمانے پر دینی جلسوں کا انعقاد یقیناً کھلی ہوئی بدعت ہے مگر بری نہیں اچھی ہے۔

اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے ان امور کی تائید فرمائی ہے۔ تردید نہیں کی ہے ——— اور کوئی عالم ربانی بھلا ایسی چیزوں کی تردید بھی کیسے کر سکتا ہے جس کی اجازت جس پر بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہو ——— البتہ علمائے سوء اس کی پرواہ نہیں کرتے اور ہوائے نفس کے پیچھے چلتے ہیں۔ واللہ الہادی الی سواء السبیل۔

زیرِ نظر کتاب برادرِ گرامی مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی گراں قدر کاوشوں کا نمونہ ہے۔ زبان و بیان کی شگفتگی، دلائل کی پختگی۔ ردّ و اثبات میں متانت و سنجیدگی آپ کو ہر جگہ عیاں نظر آئے گی ——— موصوف نے رضویات کے ایک نئے موضوع پر تحقیق کی ہے جو قارئین کے لئے خاصی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

حصۂ اول ذکرِ خدمات میں بھی انہوں نے وہ باتیں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ کی حیات و خدمات پر لکھی ہوئی کتابوں میں کم ملتی ہیں۔ یا نہیں ملتی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ نئے گوشے سامنے لائے جائیں اور جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے اس کے لئے قارئین کی توجہ پہلی کتابوں

کی طرف مبذول کرادی جائے۔

ہند و پاک کے اہل تحقیق کوشش کریں تو رضوی خدمات کے بہت سے اہم گوشے جواب یک تشنۂ توجہ ہیں وہ بھی عمدہ طریقے پر منظر عام پر آسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مجددی، حکیم محمد موسیٰ صاحب صدر مرکزی مجلس رضا لاہور، مولانا عبد الحکیم صاحب شرف قادری وغیرہم کی خدمات قابل تحسین ولائق تقلید ہیں۔ کثر اللہ تعالیٰ امثالہم۔

محمد احمد الاعظمی المصباحی

امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات

حصہ اوّل

ذکرِ خدمات

یٰسٓ اختر مصباحی

جامع کمالات شخصیت

چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام کی مذہبی و روحانی شخصیتوں کے حالات اور ان کی گرانقدر خدمات کو دین و دانش کے معیار پر دیکھا جائے تو علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خدمت دین متین کے لحاظ سے مشاہیر علماء و مشائخ کرام کے جھرمٹ میں وہ نفوس قدسیہ جو نازش بزم اور رونق انجمن ہیں۔ جن کے ایمانی جلال و جمال نے تیرہ و تار ماحول کو اپنے انوار و تجلیات سے روشن و تابناک بنا رکھا ہے۔ ان میں دو نام خصوصیت کے ساتھ ممتاز و نمایاں اور زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہ م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء۔

۲۔ عاشق رسول عارف باللہ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قاضی القضاۃ بیروت م ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء (تلمیذ استاذ الاساتذہ شیخ ابراہیم السقا الشافعی م ۱۲۸۹ھ / ۱۸۶۲ء)۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے رجب ۱۲۸۹ھ میں جامعہ ازہر مصر سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی سند حاصل کی اور دینی و علمی کارہائے نمایاں انجام دئے۔ آپ کے زور قلم، قوت خطابت اور کمال شعر و ادب کا ایک عالم معترف و گواہ ہے۔ اور حمایت سنت و استیصال بدعت کے لئے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

اپنی تصانیف مبارکہ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار۔ شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق۔

وسائل الوصول الی شمائل الرسول، افضل الصلوات علی سید السادات اور الفضائل المحمدیۃ میں آپ نے عشق ومحبت رسول علیہ التحیۃ والثنا کے جو آبدار گوہر لٹائے ہیں۔ ان کے دیدار سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور مرد مومن کی روح جھوم اٹھتی ہے۔

یہ فیضان محبت رسول ہی ہے کہ آپ کے قلم سے ایسے ہزاروں نعتیہ اشعار بھی نکلے جو پڑھنے والوں کے دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ اس صنف حسن سے تعلق خاطر کی بنا پر عربی زبان میں کہی جانے والی نعتوں کو آپ نے بے نظیر تحقیق و تفتیش کے ساتھ المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ (مطبوعہ بیروت) میں جمع کر دیا ہے۔

احادیث رسول سے بھی اتنا شغف اور والہانہ لگاؤ تھا کہ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر (چودہ ہزار احادیث کا ذخیرہ) قرۃ العینین علی منتخب الصحیحین (تین ہزار احادیث کا مجموعہ اور ان پر حواشی) وغیرہما علم حدیث میں آپ کے تبحر کے شاہد عدل ہیں۔

اسی طرح ارشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری۔ سبیل النجاۃ۔ سعادۃ الانام فی اتباع دین الاسلام۔ دلیل التجار الی اخلاق الاخیار۔ الرحمۃ المہداۃ فی فضل الصلوٰۃ۔ الرائیۃ الصغری فی ذم البدعۃ ومدح السنۃ الغراء۔ ریاض الجنۃ فی اذکار الکتاب والسنۃ۔ الاستغاثۃ الکبری باسماء اللہ الحسنی۔ وغیرہ آپ کی تصنیفات میں مشہور و معروف ہیں۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کا پورا خاندان الفت ومحبت رسول اور عشق مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور بقول حضرت شیخ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی (خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی) "حضرت یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ کو چوراسی مرتبہ سرور کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا[1]"

اور خود آپ کا یہ حال تھا کہ فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی (خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی) قدس سرہ کا بیان ہے کہ۔

"مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت گنبد خضرا، کے شرف سے مشرف ہوتے وقت میں نے باب السلام

---

[1] صفحہ ۔ پیش لفظ جواہر البحار جلد اول (مترجم) مکتبہ حبیب الہ آباد۔

کے قریب اور گنبد خضراء کے سامنے ایک سفید ریش انتہائی نورانی چہرے والے بزرگ کو دیکھا جو قبرانور کی جانب منہ کر کے دوزانو بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں ان کی وجاہت اور چہرے کی نورانیت دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا اور ان سے گفتگو شروع کی۔

میں نے ان سے عرض کیا حضور! آپ قبرانور سے اتنی دور کیوں بیٹھے ہیں؟ تو رو پڑے اور فرمایا۔

"میں اس لائق نہیں کہ قریب جاؤں" ملخصاً[1]

حضرت شیخ ضیاء الدین مہاجر مدنی ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"جواہر البحار" کی تصنیف کے کچھ عرصہ بعد موصوف کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار نے "جواہر البحار" کو بہت پسند فرمایا اور از راہ کرم علامہ کو سینے سے لگایا۔ علامہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہوئے کہ حضور! اب جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کی تاب نہیں رہی۔ آخر اسی حالت میں وصال ہو گیا۔[2] انا للہ و انا الیہ راجعون۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی معرکۃ الآراء عربی تصنیف "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" جو انہوں نے اپنے دوسرے سفر حج ۱۳۲۳ھ کے دوران بحالت بخار ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کی تقریظ میں علامہ یوسف نبہانی رقم طراز ہیں۔

"میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور بہت زیادہ نفع بخش اور مفید دینی کتابوں میں پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک امام کبیر علامہ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ راضی رہے اس رسالہ کے مصنف سے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی رکھے۔ اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے الخ"[3]

کتب ذالک بقلمہ الفقیر الحقیر یوسف بن اسماعیل النبھانی فی المدینۃ المنورۃ فی صفر الخیر سنہ ۱۳۳۱ھ۔

اسلام کی ان دونوں جلیل القدر ہستیوں کی خدمات کا اعتراف اجلہ علماء کرام نے کیا ہے۔ حضرت شیخ حسین بن محمد بن علی الدولۃ المکیۃ کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔

"اللہ ہماری طرف سے جزائے خیر دے مؤلف کتاب اور شیخ یوسف نبہانی کو جنہوں نے ہماری

---

[1] ص۳ ایضاً۔ [2] ص۱ ایضاً۔ [3] ص۲۴۰۔ الدولۃ المکیۃ۔ مکتبہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی ترجمہ: مولانا حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہ۔

احتیاج کو اپنی دونوں کتاب "شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم اور "حجة الله على العالمین فی معجزات سید المرسلین" میں پوری کیا۔ تمہیں چاہیئے کہ ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کرو ہدایت پاؤ گے۔ اور اہل یقین میں ہو جاؤ گے۔ الخ۔[1]

حسین بن محمد۔ فی صفر الخیر ۱۳۲۲ھ فی المدینة المنورة۔

شیخ عبد القادر محمد بن سودة القرشی مواجہہ شریف حرم نبوی میں بیٹھ کر الدولة المکیة کی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اور اللہ کے لئے خوبی ہے ہمارے ہم عصر حسان زماں، زندہ کن سنت سردار عدناں۔ محفوظ بہ نبی عدنانی، شیخ یوسف نبہانی کی کہ انہوں نے اپنی کتاب شواهد الحق میں وہ تنبیہات ذکر فرمائیں کہ ان کے اندر دلوں میں زجر کرنے والے شہاب ہیں۔ اور مصنف رسالہ ہذا (الدولة المكية) ادائے فریضہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حکم صائب لائے۔ الخ[2]

عبد القادر بن محمد بن عبد القادر سودة القرشی۔ کتبتُ فی الحرم النبوی فی المواجهة الشریفة عَجِلاً فی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

علامہ نبہانی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری لاہور نے بڑے بلیغ انداز میں ان دونوں شخصیتوں کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند، نبی آخر الزماں کے عاشق صادق اور چودھویں صدی کی نادر روزگار ہستی نے قلمی میدان میں ایسی بیش بہا تصانیف چھوڑی ہیں۔ جن کے مطالعے سے آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے حق تو یہ ہے کہ مجدد مأة حاضرہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ کے بعد دنیائے اسلام میں علامہ موصوف اپنی نظیر آپ تھے۔

آپ کی تصانیف علوم دینیہ کے قابل قدر اور مایۂ افتخار ذخیرے ہیں۔ اگر علامہ کی قلمی نگارشات کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کا تکملہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔[3]

ایک درِ شاہوار جس کی قدر و قیمت کا اب تک صحیح اندازہ نہ کیا جا سکا۔ ایک آفتاب ضیا بار جس

---

[1] ص۲۹۔ [2] ایضاً۔ ص۱۳۶۔ ایضاً۔ [3] ص۱۱ پیش لفظ جواہر البحار اول۔

کی تابشوں سے بے شمار نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ ایک بحرِ ناپیدا کنار جس کی اتھاہ گہرائیوں تک کسی غواص کی رسائی نہ ہو سکی۔ سرزمین ہند کا ایک قابلِ فخر فرزند۔ ایشیا کا ایک عظیم مصنف و محقق۔ اور عالم اسلام کا ایک عبقری انسان جس کا علم و فن اپنے اوج کمال کو پہونچا ہوا ہے۔ جس کے ناخن تدبیر نے بڑے بڑے لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی کی۔ جس کے طائر فکر نے پرواز کی تو آسمان فضل و کمال کے تارے توڑ لایا۔ جس کے دریائے تخیل نے علم و حکمت کے گوہر آبدار اگل دیئے۔ جس کی جودتِ عقل نے مٹتے ہوئے علوم و فنون کو حیاتِ تازہ کی سوغاتِ نو بخشی۔ جس کے اسلوب و بیان کی رعنائیاں جلال و جمال بداماں ہو گئیں۔ اور جس کی شادابیٔ ذہن و دماغ و شگفتگیٔ طبع نے گلستانِ ایمان اور چمن زارِ اسلام کے موسم خزاں کو لذتِ بہار سے آشنا کیا۔

للہ الحمد! کہ اب اہل فکر و دانش اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے اس نابغۂ روزگار شخصیت یعنی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو اچھی طرح جاننے پہچاننے اور دوسروں تک اس کی آواز اور پیغام پہونچانے کا آغاز کر دیا ہے۔

آپ کی حیات و خدمات کے ہر پہلو پر فاضلانہ تحقیق و تعارف کا کام شروع ہو چکا ہے اور خدا کا فضل عظیم اور اس کا احسان عمیم ہے کہ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیلنے لگا ہے۔ اور آپ کا ذکر حدیث محفل و رونق بزم، آپ کی یاد وجہ سکونِ دل۔ اور آپ کا نام عشق و محبت رسول علیہ التحیۃ والثنا کی ایک واضح علامت بن کر کائنات ارضی کے گوشے گوشے میں اپنی شعاع نور بکھیر رہا ہے ایسا کیوں نہ ہو کہ لازوال دولتِ علم و عمل اور نعمتِ عشق و عرفان آپ کو ورثہ میں ملی اور نہایت بصیرت و حکمت اور جرأت و جسارت کے ساتھ اسلام و ایمان کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی حفاظت و صیانت کا آپ نے عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ جس نے لوح جہاں پہ آپ کا ذکر نقش کالحجر بنا دیا۔

آپ کے افغانی آباء و اجداد میں مندرجہ ذیل حضرات رنگ شجاعت کے حامل اور اپنی بہادری و جوانمردی میں مشہور و معروف تھے۔

۱۔ سعید اللہ خاں ۔ ۲۔ سعادت یار خاں ۔ ۳۔ محمد اعظم خاں۔

ان کے بعد اس گھرانے میں علم کی دولت آئی۔ زہد و تقویٰ اور حسنِ کردار و عمل نے ان کی عزت و

عظمت میں چار چاند لگا دئے۔

ممتاز اہل علم یہ حضرات تھے۔

۱۔ حافظ کاظم علی خاں۔ ۲۔ شاہ رضا علی خاں م ۱۲۸۶ھ۔ ۳۔ مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ۔

حضرت مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء۔ ۲۔ مولانا حسن رضا خاں ۱۳۲۶ھ۔ ۳۔ مولانا محمد رضا خاں۔

تین اساتذۂ کرام نے خصوصیت کے ساتھ امام احمد رضا کو دولت علم سے نوازا۔

۱۔ مرزا غلام قادر بیگ[1] بریلوی م ۱۹۱۷ء۔ ۲۔ مولانا نقی علی خاں م ۱۲۹۷ھ۔ ۳۔ مولانا عبد العلی خاں رامپوری ۱۳۰۳ھ

فاضل بریلوی کے پردادا حافظ کاظم علی خاں کے پیر و مرشد حضرت مولانا انوار الحق صاحب فرنگی محلی م ۱۲۳۶ھ کو اپنے ان تلامذہ پہ فخر تھا۔

۱۔ سید آل رسول مارہروی م ۱۲۹۶ھ۔ ۲۔ مولانا فضل رسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ۔ ۳۔ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی م ۱۳۱۳ھ

حضرت سید شاہ آل مارہروی م ۱۲۹۶ھ تلمیذ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی م ۱۲۳۹ھ قدس سرہما

---

[1] بعض متعصب مخالفین یہ الزام لگاتے ہیں کہ مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے جو بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ مرزا غلام قادر بیگ قادیانی قادیان پنجاب کا معزول تھانیدار تھا اور مرزا غلام قادر بیگ بریلوی ایک سیدھے سادے مذہبی آدمی تھے۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی بریلی میں رہنے کے علاوہ کچھ دنوں امرتلین کلکتہ میں اپنے فرزند اکبر مرزا عبد العزیز بریلوی کے یہاں بھی رہے۔ اور انہیں کے ایک سوال کے جواب میں مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنا ایک مشہور رسالہ "تجلی الیقین" تالیف فرمایا۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کی اولاد آج بھی بریلی میں موجود ہے مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی وغیرہ کا نسبی تعلق آپ ہی سے ہے۔

شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ (پاکستان) سے دوست محمد شاہد نے پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج ٹھٹھہ سندھ کے نام اسی موضوع سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے آپ (مرزا غلام احمد) کے دعویٰ مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔ آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی رائے بریلی یا کلکتہ میں مقیم نہیں رہے۔" (مکتوب پروفیسر مسعود احمد بنام مولانا عبد الحکیم شرف قادری محررہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۸۳ء)

اور مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کا انتقال یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۷ء نوے سال کی عمر میں ہوا۔ حسین باغ محلہ باقر گنج بریلی میں آپ مدفون ہیں۔

کے تین خلفاء نے ارشاد و ہدایت کا فریضہ سب سے زیادہ انجام دیا۔

۱۔ مولانا احمد رضا قادری م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء ۔ ۲۔ مولانا سید ابوالحسین احمد نوری م ۱۳۲۴ھ ۔ ۳۔ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی م ۱۳۵۵ھ۔

ارض حجاز کے مقتدر شیوخ کرام اور ان مقدس ترین ہستیوں کا فیضان آپ کو سب سے زیادہ حاصل ہوا۔

۱۔ شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان شافعی قاضی القضاۃ م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء ۔ ۲۔ شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ مکرمہ م ۱۳۰۱ھ ۔ ۳۔ شیخ حسین صالح جمل اللیل امام مسجد حرام۔

بلند پایہ تصنیف "الدولۃ المکیۃ" پر تقریظ لکھنے والے اکابر علماء میں یہ ذوات قدسیہ بھی شامل ہیں۔

۱۔ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مدنی م ۱۳۳۳ھ ۔ ۲۔ شیخ علماء حرم ابوالخیر بن عبداللہ مرداد م ۱۳۳۵ھ ۔ ۳۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی م ۱۳۵۰ھ۔

خداداد علم و فضل، کمال و جامعیت اور ذکاوت و ذہانت کی تعریف میں رطب اللسان ہونے والے چند مشائخ عظام۔

۱۔ شیخ الخطباء عبداللہ بن عباس صدیق قاضی مکہ م ۱۳۴۳ھ ۔ ۲۔ شیخ العلماء صالح کمال مفتی مکہ و قاضی جدہ م ۱۳۳۲ھ ۔ ۳۔ شیخ سید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم م ۱۳۳۹ھ۔

آپ سے خلافت حاصل کرنے والوں میں ایسے ایسے علماء کرام بھی نظر آتے ہیں۔

۱۔ محدث جلیل سید عبدالحیٔ بن عبدالکبیر الکتانی ۔ ۲۔ شیخ ابو حسین محمد مرزوقی امین الفتویٰ مکہ مکرمہ۔ ۳۔ شیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ۔

دین کی ہمہ گیر اور مجاہدانہ خدمات دیکھ کر یہ حضرات بے اختیار آپ کو "مجدد" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

۱۔ سید حسین بن عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی ۔ ۲۔ شیخ موسیٰ علی شامی ازہری ۔ ۳۔ مولانا الحاج محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

آپ کے در دولت پر علمائے اہل سنت، مشائخ کرام اور اعیان قوم برابر تشریف لایا کرتے تھے جن کی ملاقات سے آپ کا دل جذبات محبت سے لبریز اور خوشی سے باغ باغ ہو جایا کرتا تھا۔ اور اس وقت جو مسرت و بہجت آپ کو حاصل ہوتی اور جس طرح ان کی ضیافت اور تعظیم و توقیر فرماتے اس کا بیان

احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

کاشانۂ اقدس میں بیٹھ کر خدمت دین میں انہماک کے باوجود دور دراز کے سینکڑوں مشاہیر اکابر ملت سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ آپ ان کی خوبیوں کے ہمیشہ قدردان رہے۔ اور ان کی جائز تعریف و توصیف بھی برابر فرمایا کرتے تھے۔ ایسے مشاہیر علماء ہند میں آپ کی پسندیدہ اور ممدوح شخصیتوں میں یہ نام نمایاں ہیں۔

۱۔ مفتی ارشاد حسین رام پوری م ۱۳۱۱ھ ۔ ۲۔ علامہ احمد حسن کان پوری م ۱۳۲۲ھ ۔ ۳۔ مولانا محمد عمر حیدر آبادی م ۱۳۳۰ھ ۔

ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کے وہ دینی و ملی مقتدا اور رہنما جن سے آپ کے مذہبی و روحانی تعلقات تھے اور جو آپ کے علم و فضل کے تادم حیات معترف و مداح رہے۔ ان میں سے چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالقادر بدایونی م ۱۳۱۹ھ
۲۔ مولانا عبدالمقتدر بدایونی م ۱۳۳۴ھ
۳۔ مولانا عبدالقدیر بدایونی م ۱۳۷۹ھ

۱۔ مولانا ہدایت اللہ رام پوری م ۱۳۲۶ھ
۲۔ مولانا عنایت اللہ رام پوری م ۱۳۴۵ھ
۳۔ مولانا سلامت اللہ رام پوری م ۱۳۳۸ھ

۱۔ مولانا شاہ محمد حسین الٰہ آبادی م ۱۳۲۲ھ
۲۔ مولانا عبدالکافی الٰہ آبادی م ۱۳۵۰ھ
۳۔ مولانا محمد فاخر الٰہ آبادی م ـــــ

۱۔ مولانا محمد عادل کانپوری م ۱۳۲۵ھ
۲۔ مولانا عبیداللہ کانپوری م ۱۳۴۳ھ
۳۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری م ۱۹۶۳ء

۱۔ مولانا عبدالصمد پھپھوندوی م ۱۳۳۳ھ

۲۔ مولانا مصباح الحسن پھپھوندوی م سنہ ۱۳۸۴ھ

۳۔ مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی م سنہ ۱۳۶۲ھ

ان کے علاوہ مولانا نثار احمد کانپوری م سنہ ۱۹۳۰ء۔ مولانا ریاست علی شاہجہانپوری م سنہ ۱۳۲۹ھ۔ مولانا ظہور الحسین رامپوری م سنہ ۱۳۴۲ھ۔ خواجہ احمد حسین امروہوی م ۱۳۶۱ھ / ۴۲ء۔ مفتی کرامت اللہ دہلوی۔ سید شاہ عبدالغنی سہسرامی وغیرہم سے بھی گہرے روابط تھے۔ اور ان میں سے بیشتر حضرات بنفس نفیس بریلی تشریف لے جاتے جہاں دینی و علمی مسائل اور وقت کے اہم تبلیغی و اصلاحی اور سیاسی و سماجی امور و معاملات پر تبادلۂ خیالات کرتے۔

○

آپ کے خلفاء و تلامذہ اور اصحاب عقیدت و ارادت جن کے اسماء نیچے درج کئے جا رہے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ میر مجلس اور قافلہ سالار ہے اور ہر ایک کی تاریخ حیات زریں اور روشن خدمات سے منور و تابناک ہے۔ انہوں نے اپنے روحانی فیوض و برکات سے سرزمین ہند کو بہرہ ور اور مالا مال کیا۔ مذہب و ملت کی پُر زور حمایت اور اس کی محافظت کی۔ اس کے وقار اور آبرو کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ اور مدارس و مساجد نیز مقدس خانقاہوں کی فضا سے ایسے لاہوتی نغمے بلند کئے جن سے روح انسانی کو وجد آ گیا۔ اور عشق و محبت رسول کے سوز و ساز سے اسلامیانِ ہند کا دل سیماب پارے کی طرح تڑپنے لگا۔

یہ سبھی حضرات اپنے اپنے میدان میں منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک ہیں مگر ہر فن میں جامعیت اور علمی تبحر ایسا ہے کہ جدھر نگاہ اٹھائی اور جس میدان میں قدم رکھا اس کے شہسوار اور صدر نشین بزم فضل و کمال نظر آئے۔ خصوصی دلچسپی اور نمایاں شعبۂ علم و فضل کے لحاظ سے ان حضرات کی مختصر فہرست نذر قارئین ہے۔

علماء متبحرین:۔

۱۔ مولانا حامد رضا قادری م ۱۳۲۶ھ / ۴۳ء۔ ۲۔ مولانا وصی احمد سورتی م سنہ ۱۳۳۴ھ / سنہ ۱۹۱۶ء۔ ۳۔ شاہ ابوالبرکات قادری م سنہ ۱۴۱

مفکرین و مدبرین:۔

۱۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی م سنہ ۱۳۶۷ھ۔ ۲۔ مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی م سنہ ۱۳۸۳ھ۔ ۳۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف م ۳۵۲

فقہاء کاملین:۔

۱۔ مولانا امجد علی اعظمی م سنہ ۱۳۶۷ھ۔ ۲۔ مولانا محمد شریف کوٹلوی م سنہ ۱۹۵۱ء۔ ۳۔ مولانا سراج احمد خانپوری م سنہ ۱۳۴۲ھ

مرشدین عارفین:-

۱۔ مولانا دیدار علی الوری م ۱۳۵۴ھ ۲۔ مولانا عبد السلام جبل پوری م ۱۳۶۲ھ ۳۔ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی م ۱۳۴۳ھ

دُعاۃ و مبلغین:-

۱۔ مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی م ۱۹۵۴ء ۲۔ مولانا احمد مختار میرٹھی م ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء ۳۔ مولانا فتح علی قادری م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء۔

مصنّفین و مؤلفین:-

۱۔ مولانا ظفر الدین بہاری م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء ۲۔ مولانا عمر الدین ہزاروی م ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء ۳۔ مولانا محمد شفیع بیسل پوری م ۱۳۳۸ھ۔

اصحاب درس و تدریس:-

۱۔ مولانا رحیم بخش آروی م ۱۳۴۴ھ ۲۔ مولانا رحم الٰہی منگلوری م ۱۳۶۲ھ ۳۔ مولانا غلام جان ہزاروی م ۱۳۷۹ھ۔

ارباب تدبیر و سیاست:-

۱۔ مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری م ۱۳۸۰ھ ۲۔ مولانا یار محمد بندیالوی م ۱۳۶۷ھ ۳۔ مفتی اعجاز ولی خاں رضوی م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

خطباء و مناظرین:-

۱۔ مولانا ہدایت رسول رامپوری م ۱۹۱۵ء ۲۔ مولانا حشمت علی لکھنوی م ۱۳۸۰ھ ۳۔ مولانا محبوب علی لکھنوی م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

اصحاب شعر و ادب:-

۱۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی م ۱۳۲۶ھ ۲۔ مولانا سید ایوب علی رضوی م ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء ۳۔ مولانا امام الدین قادری م ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

اصحاب طب و حکمت:-

۱۔ مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی م ۱۳۵۲ھ ۲۔ مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی م ـــ ۳۔ مولانا عزیز غوث بریلوی م ـــ

اصحاب نشر و اشاعت (کتب دینیہ و رسائل رضویہ)

۱۔ مولانا حبیب اللہ قادری م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء ۲۔ مولانا ابراہیم رضا جیلانی م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء ۳۔ مولانا حسنین رضا بریلوی م ۱۴۰۱ھ

ارباب ثروت معتقدین:-

۱۔ قاضی عبد الوحید عظیم آبادی م ۱۳۲۶ھ ۲۔ حاجی محمد لعل خاں مدراسی م ۱۹۲۱ء ۳۔ سید محمد حسین میرٹھی۔

اپنے ان خلفاء و تلامذہ اور ارادت مندوں کو آپ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے کارناموں کو سراہتے تھے۔ چنانچہ "الاستمداد علی اجیال الارتداد" میں ان میں سے بعض حضرات کا ذکر بڑی محبت و انبساط کے ساتھ کیا ہے

در وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی فرماتے۔ جیساکہ حاجی محمد لعل خاں مدراسی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبد الوحید صاحب اور مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی ہر شہر میں ہو جائے تو انشاء اللہ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔

(فقیر احمد رضا قادری عفرلہٗ رجب ۱۳۲۱ھ)[1]

معاصر شخصیتوں سے مختلف موضوعات پر آپ کی علمی معرکہ آرائیاں بھی رہا کرتی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی اعلیٰ تحقیقات اور کمال ژرف نگاہی کا سکہ ان کے دلوں پر بھی بیٹھ جایا کرتا تھا۔

۱۔ ابو الحسنات مولانا عبد الحیؒ فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ۔ ۲۔ مولانا نذیر حسین دہلوی م ۱۳۲۰ھ۔ ۳۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی م ۱۳۰۷ھ۔

ان سبھی حضرات کی غلطیوں کی آپ نے نشان دہی فرمائی اور انہیں متنبہ کیا جس کے مفید نتائج بھی برآمد ہوتے۔[2]

۱۹۱۹ء میں سیاسی تحریکات کا جب طوفان اٹھا اور بڑے بڑے علماء اس کی زد میں

---

[1] ص ۱۵ مخزن ہدایت از حاجی محمد لعل خاں مطبوعہ پٹنہ۔

[2] فقہی غلطیوں پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی کتابوں میں جا بجا انہیں تنبیہ فرمائی ہے۔ خلف اصغر حضرت مولانا شاہ آل الرحمٰن مصطفٰے رضا قادری قدس سرہ ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں "رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" ان دنوں طبع ہو رہا تھا۔ اس میں مولانا عبد الحیؒ صاحب (فرنگی محلی) کے دو فتوے قربانی گاؤ سے متعلق تھے اس رسالہ میں نقل کئے گئے تھے۔ اسی رسالہ کی نسبت تذکرہ ہو رہا تھا۔ ان فتووں کا بھی ذکر آیا اس پر مولانا (امجد علی اعظمی) نے فرمایا۔ مولانا (عبد الحیؒ فرنگی محلی) صاحب ہنود کے دھوکہ میں آگئے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ لکھ دیا۔ تنبیہ پر متنبہ ہوئے۔ یہی سوال میرے پاس بھی آیا تھا۔ بفضلہ تعالیٰ مکر مکاراں پہچان لیا۔ اور گرگشتن روز اول باید پر عمل کیا۔ و للہ الحمد۔

ارشاد:- عرض: حضور ان کے فتاویٰ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے اکثر اقوال متعارض ہیں اور اس لئے کہ اپنے فہم پر بڑا اعتماد کرتے تھے

ارشاد:- ہاں اپنے فہم پر اعتماد اور وہ بھی ائمہ کرام کے مقابلہ پر۔ کہیں لکھتے ہیں واستدلوا لابی حنیفۃ بوجوہ والکلّ باطل۔ ابو حنیفہ کے لئے کئی طرح کی دلیلیں لائے اور سب باطل ہیں۔ کہیں قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا۔ ابو حنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہتے ہیں نحن نحن وھم

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

آنے لگے تو چوں کہ روز اول ہی آپ اپنی دینی بصیرت سے ان کے خطرات سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اس لئے پُر زور مخالفت کرتے ہوئے آپ نے سیاسی رہنماؤں اور سائلوں کے نام ہدایت نامے جاری کئے خطوط اور کتابچے ارسال فرمائے۔ خلفاء و تلامذہ کے وفود بھیجے۔ یہ حضرات جن کا شمار علماء اہل سنت میں ہوتا ہے۔

۱۔ بقیۃ السلف مولانا عبدالباری فرنگی محلی م ۱۳۴۴ھ۔ ۲۔ مولانا عبد الماجد بدایونی م ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء۔
۳۔ مولانا محمد علی جوہر م ۱۹۳۱ء۔

اخلاص قلب اور سلامتی فطرت کی بنا پر اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے انہیں رجوع اور توبہ کی سعادت میسر آئی اور برملا انہوں نے اس کا اظہار و اعلان بھی کیا جیسا کہ اپنی کتاب "امام احمد رضا کی تجدیدی خدمات" میں میں نے قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تحریک وہابیت کے زیر اثر جس طرح سید احمد رائے بریلوی۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی کے سیاسی عزائم بلند ہوتے اور معرکۂ بالاکوٹ میں سرحدی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست فاش اٹھا کر "شہید لیلیٰ نجد" "ذبیح تیغ خیار" ہو جانا پڑا۔ اسی طرح ان کے متبعین و معتقدین میں دینی و فکری گمراہیاں بھی پیدا ہوتے

آخر صاحب الکتاب یہاں کتاب والے کے لئے ایک اور وہم ہے۔
آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور ہے نہ کہ اپنے کو بھولے یا ستائش مردم پر پھولے اپنے نفس کا علم تو حضوری ہے۔ الخ (۱۲ الملفوظات حصہ اول مطبوعہ میرٹھ)

قربانی گاؤ سے متعلق ایک استفتاء مولانا موصوف کے پاس ش ۱۳۲۹ھ میں مرزا پور سے آیا تھا۔ ممدوح نے سوال کا تیور سمجھے بغیر جواب لکھ دیا اور دو علماء نے اس پر تصدیقیں بھی لکھ دیں۔ یہی سوال مراد آباد سے شوال ش ۱۳۲۹ھ میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس پہنچا۔ آپ نے سائل کا اصل مقصد بھانپ لیا اور نہایت جامع و مدلل جواب تحریر فرمایا۔ علماء رام پور کی اس پر تصدیقات بھی ہیں حضرت مفتی محمد ارشاد حسین رام پوری نے لکھا۔ الناقد بصیر، یعنی اس کا دیدۂ بصرت نور الٰہی سے منور ہے۔
مولانا فرنگی محلی کو جب اس پر متنبہ کیا گیا تو چوں کہ طبیعت میں مادۂ رجوع الی الحق تھا اس لئے پھر راہ راست پر آئے اور وہی جواب لکھا جو آپ نے دیا تھا تنبہ کے بعد دوسرے علماء فرنگی محل نے بھی یہی فتویٰ جاری کیا جو ص ۱۴۳ تا ص ۱۵۵ مجموعۂ فتاویٰ جلد دوم طبع اول میں موجود ہے۔
حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" مطبع اہل سنت بریلی میں اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

لگیں۔ جن پر آپ نے قدغن لگائی۔ تنبیہ کی۔ خسرانِ آخرت سے ڈرایا اور افہام و تفہیم کا موقع دیا۔ مگر جب انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا تو آپ کھل کر میدان میں آگئے اور مردانہ وار ان کا مقابلہ کیا۔

دیوبندی علماء ہر چند آپ کے خلاف طرح طرح کے ہنگامے کرتے رہے مگر آپ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہی رہے۔ اور قبول حق کی دعوت دینے میں آپ نے کسی طرح کی سستی اور مداہنت کو قریب نہ آنے دیا۔ اکابر دیوبند کی طویل فہرست میں سے چند نام یہ ہیں جو ان کے ہر کہہ و مہہ کے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی م ۱۲۹۷ھ۔ ۲۔ مولانا رشید احمد گنگوہی م ۱۳۲۳ھ۔ ۳۔ شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی م ۱۳۳۹ھ۔ ۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی م ۱۳۶۲ھ۔ ۵۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی م ۱۳۴۶ھ۔ ۶۔ مولانا حسین احمد مدنی م ۱۳۷۷ھ۔ ۷۔ مولانا مرتضیٰ حسین چاند پوری م ۱۳۷۱ھ۔

ان کی تحریرات سے پورے ملک میں بحث و مناظرہ اور جنگ و جدال کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ جس میں مسلم آبادیاں غرق ہونے لگیں اور ہر طرف واویلا مچ گیا مگر یہ "پاکباز ہستیاں" فرماتی رہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہم نے کچھ نہیں لکھا۔ ہم پر بے جا الزامات لگائے جا رہے۔ ہم ان سے بالکل بری ہیں۔ آخر یہ کیسا شور اور ہنگامہ بپا ہے؟

حالانکہ کرنے کا کام صرف یہ تھا کہ ایسی عبارتیں[1] جن سے انتشار پیدا ہو رہا ہے ان سے علانیہ توبہ و رجوع کیا جائے۔ پھر وہ کتابوں سے نکال دی جائیں یا ان میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا جائے تاکہ اس کا حق اور صحیح مفہوم بلا کسی ابہام کے قارئین کے سامنے واضح ہو جائے مگر افسوس کہ اس کی توفیق انہیں دم واپسیں تک میسر نہ آ سکی۔

جب کہ تصحیح و اصلاح کے لئے امام احمد رضا قادری نے ان کے پاس رجسٹریاں بھیجیں اور انہیں مخلصانہ نقطہ نظر سے اچھی طرح باخبر کیا۔ یہ تحریر غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔

---

[1] دعوتِ فکر از مولانا محمد منشا تابش قصوری مطبوعہ لاہور، الٰہ آباد کلکتہ میں علماء دیوبند کی ساری اختلافی عبارتیں اور ان پر تبصرے ملاحظہ فرمائیں جس میں اصل کتاب سے ان عبارتوں کے فوٹو دے دئے گئے ہیں۔ تاکہ کسی کے لئے شک و شبہ اور انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

"بکثرت رسائل چھاپ چھاپ کر شائع کیے۔ کبرائے طائفہ کے پاس رجسٹری کرکے بھیجی۔ اکثر پر صدائے برنخاست۔ اور بعض پر برسوں غور غار ہا کر جواب لکھا جائے گا۔ لکھ گیا۔ چھاپا جائے گا۔ چھپنے گیا۔ نتیجہ وہی نکلا کہ حشر تک جاگنا قسم ہے۔ یعنی وہ چھپنا بالکسر تھا، نہ بالفتح۔ مولوی (رشید احمد) گنگوہی صاحب نے جواب سوالات میں لکھ بھیجا کہ "مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر مجھے فرصت ملی" دیکھو "دفع زیغ زاغ"، صفحہ ۱۵ جسے طبع ہوئے ساتواں سال ہے۔ الخ۔[۱]

جلسۂ میت گنج بریلی میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ایک بار شریک ہوئے۔ بیس سوالات پر مشتمل ایک مسودہ لے کر چند معززین شہر کے ساتھ مولانا ظفر الدین قادری و مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی وغیرہما طلبۂ مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۲ ر جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ تھانوی صاحب کے یہاں پہونچے۔ انہوں نے مسودہ لے کر اسے پڑھے بغیر واپس کر دیا۔

"جب کہا گیا کہ آپ انہیں دیکھ تو لیجئے۔ جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا۔ اور اب آپ مجھ سے لے لیجئے۔ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں۔ اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ الخ۔[۲]

"جب کہا گیا کہ یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات ہیں تو کہا! آپ کتنا ہی کہیں میں جو کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں[۳] وہی کہوں گا۔ اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ مجھے معاف کیجئے۔ آپ جیتے اور میں ہارا۔[۴]

اس گفتگو کے وقت بہت سے دیوبندی علماء و طلبہ اور اہالیان شہر بھی موجود تھے۔

اصلاح و تصفیہ کے لئے امام احمد رضا قادری نے دیوبند تک اپنے آدمی بھیجے جیسا کہ مولانا الحاج سید محمد حسین بریلوی میرٹھی کے بارے میں مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری تحریر کرتے ہیں۔

---

[۱] ص ۳۲، ص ۳۳۔ ظفر الدین الطیب (۱۳۲۷ھ) مشمولہ الصرود الثلاثہ مکتبہ الحبیب الہ آباد۔

[۲] ص ۲۴۔ ایضاً

[۳] در حفظ الایمان از تھانوی۔

[۴] ص ۲۵۔ ظفر الدین الطیب۔

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سید صاحب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب دارالعلوم دیوبند کا پہلا سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا تو اعلیٰ حضرت نے مہتمم دیوبند کے نام اپنا ایک مکتوب سید صاحب کے ذریعہ بھیجا تھا جس میں دیوبندی عقائد کی وضاحت طلب کی گئی تھی۔ اس جلسہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی کی الافاضات الیومیہ جلد پنجم ملفوظ نمبر ۲۲۵ مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون صفحہ ۲۲ ملاحظہ فرمائیے۔

"ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب (الحاج خان بہادر بشیرالدین مرحوم میرٹھی) نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں، بریلویوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا ہماری طرف سے کوئی جنگ نہیں وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں۔ ہم پڑھاتے ہیں وہ نہیں پڑھتے۔ تو ان کو آمادہ کرو (مزاحاً فرمایا کہ ان سے کہو کہ! آ، مادہ، نر آگیا) ہم سے کیا کہتے ہو؟"

مولوی تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جہاں جلسہ کی اہمیت اور علماء اہل سنت کی اقتداء میں نمازوں کی صحت ثابت ہوتی ہے۔[1] وہاں تھانوی صاحب کے مزاحیہ جملے (آ، مادہ، نر آگیا) سے ان کی کور ذوقی اور ذہنی پستی کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔[2]

میاں عبدالرشید کالم نگار "بصیرت" روزنامہ نوائے وقت لاہور اپنے ایک مضمون بعنوان "چند تجاویز" میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جس کتاب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی کے فقرے ہیں انہیں وہاں سے حذف کر دیا جاتے۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کی جائے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ لکھنے والا خواہ کوئی ہو آخر حضور کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

اگر یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا حسین مدنی کے متعلق جو تین اشعار لکھے ہیں انہیں ان کے کلام سے نکال دیا جائے تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ شاہ اسمٰعیل دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتابوں سے بھی وہ فقرے نکال دیئے جائیں جن سے حضور کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے"[3]

---

[1] اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی جانب سے اصلاح عبارت کی مخلصانہ جد و جہد۔
[2] ۱۳۔ اذکار حبیب رضا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔
[3] "چند تجاویز" روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۱۷ جنوری ۱۹۷۶ء۔

مندرجہ ذیل تین فنون اور شعبہائے عمل ایسے ہیں جن پر آپ کو کامل عبور تھا اور خصوصی دلچسپی بھی۔ جس کی نظیر کسی دوسرے عالم کے یہاں نہیں ملتی۔

۱۔ افتاء و تحقیقات علمیہ ۲۔ ردّ وہابیہ ۳ ردّ فرق باطلہ

افتاء اور ردّ وہابیہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"ردّ وہابیہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت وہ دن۔ وہ جگہ۔ وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا۔ اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں۔ مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہوگئے۔ وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔

خودستائی جائز نہیں مگر وقت حاجت، اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۔زمین کے خزانے میرے ہاتھ دیدیجیے بیشک میں حفظ والا، علم والا ہوں۔ بفضل و رحمتِ الٰہی۔ پھر بعون و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتاء اور رد وہابیہ کہ دونوں کامل فن، نہایت عالی فن انہیں یہاں سے اچھا انشاء اللہ ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا۔ غیر ممالک کی بات نہیں کہتا۔"[1]

مسلمانوں کو ملحدوں، بد مذہبوں اور گستاخوں کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے کس دل سوزی کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

"مسلمانو! ذرا ادھر خدا اور رسول کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو! اگر لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلاوجہ محض فحش مغلظ گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں۔ بلکہ اپنا دین ٹھہرالیں۔ کیا ان سے تم بکشادہ پیشانی ملوگے؟ حاشا ہرگز نہیں۔ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے۔ اگر تم میں انسانیت ہے اگر تم اپنی ماں کو ماں سمجھتے ہو۔ اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو انہیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے۔ تمہاری آنکھوں میں خون

---

[1] ص ۳۷۔ الملفوظ حصہ اول کتب خانہ سمنانی میرٹھ۔

اتر آئے گا۔ تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارہ نہ کروگے۔

للہ انصاف! صدیق اکبر و فاروق اعظم زائد یا تمہارے باپ؟ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اور الحمدللہ کہ ام المومنین کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ ان کے گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو۔ تو ہم نہایت نمک حرام غلام اور حد بھر کے بڑے ناخلف بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے۔ آگے تم جانو تمہارا کام۔

نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ ان کی شان کے خلاف کہا ان کا تھوک اڑنے لگتا ہے۔ آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔ گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پڑتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اللہ و رسول و معظمان دین سے اپنی وقعت دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب انہیں کو مبارک۔ فرزندان اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے بد مذہبوں کے نام لے کر اٹھا دیا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جمعہ میں دیر ہوگئی۔ راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لوٹے چلے آرہے ہیں۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی الگ چھپ کر نکل گئے۔

رب العزت تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔ اے نبی! جہاد فرما اور سختی فرما کافروں اور منافقوں پر۔

اور فرماتا ہے عزوجل مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان کے ساتھی ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اور فرماتا ہے جل و علا وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ لازم کہ کفار تم میں سختی پائیں۔

۔ تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے۔ [1]

الاجازات المتینہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] ص ۹۶ ۔ ص ۹۷ ۔ الملفوظ اول۔

میرے وہ فنون جن کے ساتھ مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے۔ جن کی محبت عشق و شیفتگی کی حد تک نصیب ہوئی ہے وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا، سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ رسولوں کے سردار (صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین) کی جناب پاک کی حمایت کے لئے اس وقت کمربستہ ہوجاتا ہوں جب کوئی کمینہ وہابی گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دراز کرتا ہے۔ میرے پروردگار نے اسے قبول فرمالیا تو وہ میرے لئے کافی ہے مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

۲۔ پھر دوسرے نمبر پر وہابیوں کے علاوہ ان تمام بدعتیوں کے عقائد باطلہ کا رد کر کے انہیں گزند پہنچاتا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

۳۔ پھر تیسرے نمبر پر بقدر طاقت مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ تحریر کرتا ہوں۔ وہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔

تو یہ تینوں میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں پر میرا بھروسہ ہے۔ میرا ان کے لئے مستعد رہنا اور ان کا میرے ساتھ مخصوص ہونا میرے سینے کو خوب ٹھنڈا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے وہ بہترین کارساز، بہترین مولیٰ، بہترین والی ہے۔ (ترجمہ)[1]

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اندر تین خصوصیات واضح طور پر نظر آتی ہیں۔

۱۔ تمسک بالدین ۲۔ عشق و محبت رسول ۳۔ ردِ بدعات و منکرات

زندگی کے تمام گوشے اور اپنے ہر قول و عمل میں وہی انداز اختیار کیا جو روح ایمان اور تقاضائے دین سے قریب تر ہوتا، اور اسلام کے اصول و احکام اور اس کے شعائر و امتیازات کو ہر گام پہ مدنظر رکھا۔ آپ کا ہر فیصلہ دینی فکر و مزاج کی روشنی میں ہوا۔ اور اس راہ میں کسی طرح کی رعایت اور کوئی مداہنت کبھی گوارہ نہیں کیا۔ دینی احکام و مسائل ہوں کہ وقت کے الجھے ہوئے سیاسی معاملات جب بھی آپ سے استفسار کیا گیا اور کوئی گفتگو کی گئی۔ وقتی مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر آپ نے وہی کہا جو خدا اور رسول کا فرمان ہے اور کتاب

---

[1] الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ مطبوعہ بریلی۔

وسنت نے جس کی نشان دہی کی یا جس کی طرف اشارہ کیا، تیزرو دھارے میں بہنا اور رفتار زمانہ کا رُخ دیکھ کر وقتی مصالح کے تحت اسی کے پیچھے چل پڑنا تو آپ نے سیکھا ہی نہ تھا۔ بلکہ ایک قوی الارادہ مردِ مومن کی طرح بیک وقت کئی کئی طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کا جذبہ اور حوصلہ آپ کی فطرت میں شامل ہو چکا تھا۔ کھلی ہوئی کتاب کی طرح آپ کی زندگی سارے مسلمانانِ عالم کو یہ سبق دیتی رہی کہ ؎

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

اتباعِ شریعت کا اتنا خیال تھا کہ اپنی رفتار و گفتار، نشست و برخاست، خورد و نوش، گفتگو و ملاقات، لباس اور وضع قطع ہر چیز میں مزاجِ شریعت کی پابندی کرتے۔ اور سفر و حضر ہر حالت میں اسلامی آداب کے مطابق عمل کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ اعلیٰ اخلاق، بلند کردار، بے داغ سیرت کے حامل ایک ایسے مثالی عالمِ دین تھے جنہیں دیکھ کر اسلافِ کرام کی یاد تازہ ہو جاتے۔

چنانچہ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں۔

"زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد و تقویٰ کے مکمل نمونہ تھے۔"[1]

عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کا طرۂ امتیاز تھا اس کا تو سارا زمانہ قائل ہے اور موافق و مخالف ہر ایک کو اعتراف ہے کہ عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا بادۂ ناب ان کی رگ و پے میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ اس کی سرمستیوں سے وہ ہر وقت سرشار اور بے خود رہا کرتے تھے۔

اس ضمن میں عام قارئین کو یہ نکتہ ہمیشہ ذہن میں محفوظ رکھنا چاہیے، اور اہل نظر پر یہ حقیقت آشکارا بھی ہے کہ مخالفین و گستاخانِ رسول کی ایمان سوز عبارتوں پر آپ نے جو شرعی گرفتیں کی ہیں وہ بھی جذبۂ عشقِ رسول ہی کے تحت صادر ہوئی ہیں۔ کہ اپنے رسول کی بارگاہ میں ایسا کوئی جملہ ہرگز برداشت نہ کر سکے جس سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں گستاخی کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اور درحقیقت یہی اہل ایمان کی شان اور ان کی آن بان ہے کہ وہ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا کوئی لفظ بھی نہ سنیں جس میں کسی لحاظ سے کوئی برا معنی اور تنقیصی مفہوم پوشیدہ ہو۔

---

[1] ۲۴۳۔ العذاب الشدید مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ خالص سنت الٰہیہ ہے جیسا کہ محتمل المعنیین صیغہ "رَاعِنَا" کے بارے میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (ع ۱۲۔ پ ۱۔ سورۂ بقرہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور! ہم پر نظر رکھیں۔ اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وہ سینہ ہی کیا جو عشقِ رسول کی تپش سے محروم ہو۔ سچ فرمایا آقائے دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

(ص ۷ بخاری جلد اول اصح المطابع دھلی)

یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے باپ اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ وہ مجھے عزیز نہ رکھے۔

اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا حال یہ تھا کہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں جہان قربان کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ عرض کرتے ہیں ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

محبتِ خدا و رسول کے بارے میں ایک جگہ خود بیان کرتے ہیں۔

"بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ"[1]

اسی بے لوث محبت اور عشقِ صادق کا فیضان ہے کہ چشم سر سے بحالت بیداری آپ کو زیارتِ رسول کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا سید شاہ جعفر میاں خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے ایک بار اپنے والد ماجد (مولانا شاہ سلیمان پھلواری) کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جب دوسری مرتبہ زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ حاضر ہوتے تو شوقِ دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔ دریقین کیا کہ سرکار ابد قرار

---

[1] ص ۷۶۔ الملفوظ سوم۔

صلی اللہ علیہ وسلم بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ اقدس میں عرض کرکے انتظار میں مؤدب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے [1]

ردّ بدعات و منکرات کا جو عظیم الشان کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے اس کے کچھ شواہد میری کتاب کے دوسرے باب کی زینت ہیں۔ بد دینی کا بھی آپ نے شدت سے رد کیا اور اس کے استیصال کی بھرپور کوشش کی۔

غیر مقلدیت جو دورِ جدید کی بدعت ہے جس میں ائمہ اربعہ کا دامن چھوڑ کر ایک نئی راہ نکالی گئی کہ کسی ایک امام کی تقلید نہ کی جائے جس کا مسلک کسی مسئلہ میں بہتر نظر آئے اسے اپنایا جائے یا خود اجتہاد کرکے اپنی خواہش کے مطابق کوئی فیصلہ کر لیا جائے۔ ایسے لوگوں کی آپ نے شدید مخالفت فرمائی اور سینکڑوں فتاویٰ و رسائل میں ان کی کج روی واضح کی۔ (یہ غیر مقلد حضرات اپنی عدم تقلید کا اعلان کرتے ہیں مگر عملی طور پہ شیخ ابن تیمیہ و شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے غالی مقلد ہیں)۔

اسی طرح مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی بدعتوں اور اوہام و خرافات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی سعی بلیغ کی اور جا بجا ان پر نکیر فرمائی۔ اور ان کے مضرات و نقصانات سے ہر سائل و مستفتی کو باخبر اور ہوشیار کیا۔

ایسی کھلی ہوئی حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے بعض چوٹی کے مصنفین و مؤرخین بھی بدگمانی پھیلانے سے باز نہیں آتے۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ یہاں تک لکھ جاتے ہیں کہ۔

وَكَانَ يَنْتَصِرُ بِالرُّسُومِ وَالْبِدَعِ الشَّائِعَةِ وَقَدْ أَلَّفَ فِيهَا رَسَائِلَ مُسْتَقِلَّةً۔ [2]

---

[1] ص ۱۹، ص ۲۰۔ مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور۔

[2] ص ۴۰ نزہۃ الخواطر ج ۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں بلکہ خود بھی اس کے شکار ہو جاتے ہیں۔ سنی سنائی تاریخ دانی کا یہ عالم ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے کچھ پہلے لکھ آتے ہیں کہ وسافر الی الحرمین الشریفین عدة مرات۔ یعنی انہوں نے کئی بار حج کیا جبکہ ۱۲۹۵ھ اور ۱۳۲۳ھ میں آپ نے صرف دو حج ادا کیے۔ — اختر مصباحی۔

یعنی پھیلی ہوئی بدعات و مراسم کے حامی تھے اور اس سلسلے میں ان کے کئی ایک مستقل رسائل ہیں۔

کچھ لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ذات سے بدعات کو فروغ حاصل ہوا۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ پر بدعت نوازی کا الزام سراسر بہتان اور بالکل بے سروپا افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ؎ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔

میری کتاب کے اوراق الٹیں اور ان زندہ و تابندہ مسائل کا مطالعہ کریں جن سے غلط اور بیہودہ رسم و رواج کی جڑیں اکھڑتی اور ان کی شاخیں بے جان ہوتی نظر آتی ہیں۔

اس طرح آپ کی شخصیت بالکل بے غبار ہو جاتی ہے اور رونق و جمال سے آپ کا چہرہ مہر نیم روز کی طرح چمکتا اور دمکتا نظر آ رہا ہے۔ الزامات کے بادل چھٹ رہے ہیں اور آفتاب اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ افقِ عالم پر ضیا بار ہو رہا ہے جس کے لئے کسی دلیل اور ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

مطبوعہ کتب و رسائل اور فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے پورے عہد میں۔ ۱۔ تبحر علمی۔ ۲۔ وسعتِ فکر و نظر۔ ۳۔ واضح اور محکم فیصلے کے لحاظ سے بے مثال اور عدیم النظیر ہیں۔ ہند و پاک کے مشہور فضلاء و اہل قلم اور غیر جانب دار حلقے حتیٰ کہ مخالفین بھی ان صفات و کمالات کا بعض اوقات کشادہ دلی کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں۔

تبحر علمی سے متعلق چند تاثرات ملاحظہ فرمائیں۔ ملک غلام علی صاحب نائب مولانا ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"[۱]

مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری نے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۳۰۳ھ میں علم الحدیث پر آپ کی ایک محققانہ اور پُرمغز تقریر سن کر اپنا یہ تاثر بیان کیا۔

---

[۱] ہفت روزہ شہاب لاہور۔ ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء

"اگر اس وقت میرے والد ماجد (مولانا علی احمد محدث سہارنپوری محشی بخاری) ہوتے تو وہ آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہیں اس کا حق بھی تھا۔"

(مولانا وصی احمد) محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بھی اس کی تائید فرمائی۔[۱]

حکیم عبد الحیٔ رائے بریلوی سابق ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے لکھا ہے۔

"بہت سے فنون بالخصوص فقہ و اصول میں اپنے ہمعصروں پر فائق تھے۔"[۲]

دوران حج دینی و علمی موضوعات پر تبادلۂ خیالات اور آپ کی بعض کتب و رسائل کے مطالعہ کے بعد علماء حرمین پر جو تاثر قائم ہوا اس کے بارے میں مولانا ابو الحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں کہ: وہ حضرات آپ کے وفور علم۔ فقہی متون و مسائل خلافیہ پر دقت نظر و سعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت طبع دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (ترجمہ)[۳]

اور شیخ المعقولات مولانا محمد شریف کشمیری صدر المدرسین مدرسہ خیر المدارس ملتان تو عالم استعجاب میں یہاں تک کہہ اٹھتے ہیں کہ:

"وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کی تحقیقات علماء کو دنگ کر دیتی ہیں۔"[۴]

مولانا سعید احمد اکبر آبادی صاحب۔ فاضل دیوبند۔ سابق صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا مشہور علمی ماہنامہ برہان دہلی رقم طراز ہے۔

"مولانا احمد رضا صاحب بریلوی، سرسید احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد کے ہم عصر تھے۔ وہ ایک زبردست صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کی عبقریت کا لوہا پورے ملک نے مانا۔"[۵]

جناب محمد دین کلیم صاحب مؤرخ لاہور لکھتے ہیں۔

"آپ کے تبحر علمی کی صرف برصغیر ہند و پاک کے علماء نے ہی تعریف نہیں کی بلکہ عرب و عجم کے علماء و فضلاء نے آپ کے علوم و فنون سے استفادہ کیا۔"[۶]

---

[۱] ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اپریل ۱۹۷۶ء مقالہ مولانا محمود احمد قادری مصنف تذکرۂ علمائے اہل سنت۔

[۲] ص ۳۸ نزہۃ الخواطر ج ۸۔ [۳] ص ۳۹۔ ایضاً۔ [۴] ص ۸۲۔ ارشاد احمد رضا مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔

[۵] برہان دہلی شمارہ اپریل ۱۹۷۴ء۔ [۶] ماہنامہ عرفات لاہور ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

آپ کی وسعتِ فکر و نظر دیکھنی ہو تو پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس (اوٹنز یونیورسٹی کینیڈا) کا ایک گراں قدر رسالہ "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" کا مطالعہ فرمائیں جس میں انہوں نے جدید معاشیات کے آئینے میں آپ کی دور اندیشی، جہاں بینی اور ژرف نگاہی کے نمونے مضبوط دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ چند اقتباسات حاضر خدمت ہیں۔

"بلاشبہ مومن کے اشارے ہیں۔ اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر تھی ان اشاروں میں جہان معنی پوشیدہ ہے"[1]

"جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہی ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مرد مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھادی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی"[2]

"کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے۔ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں۔ کینز[3] کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین اعزاز مل سکتا ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کروا چکے تھے"[4]

"۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بجٹ اور بنک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا"[5]

معاملات کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کر لینے کے بعد ہی آپ کسی نتیجہ تک پہنچتے تھے اس لئے آپ کے سارے فیصلے صحیح اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا کرتے تھے جس کا لازمی فائدہ یہ مرتب ہوا کہ آپ کو اپنے دائمی اور محکم فیصلوں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

---

[1] ص ۱۰ فاضل بریلوی کے معاشی نکات، مرکزی مجلس رضا لاہور۔ [2] ص ۱۱۔ ۱۲۔ ایضاً۔

[3] انگریز ماہر اقتصادیات جے۔ ایم کینز نے ۱۹۳۶ء میں اپنا مشہور زمانہ "نظریۂ روزگار و آمدنی" پیش کیا تھا جس کے صلے میں تاج برطانیہ نے اسے "لارڈ" کے خطاب سے نوازا جو انگلینڈ کا اعلیٰ ترین اعزاز ہے۔ اختر مصباحی۔

[4] ص ۱۶، ص ۱۷، معاشی نکات۔ [5] ص ۲۰۔ ایضاً۔

چنانچہ شاعر مشرق سر ڈاکٹر محمد اقبال کے ذاتی تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عابد احمد علی ایم۔ اے۔ ڈی فل آکسفورڈ یونیورسٹی۔ مہتمم بیت القرآن لاہور لکھتے ہیں۔

"غالباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے ایک محفل میں جس میں میں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔"

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ "میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔

نیز فرمایا کہ "مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی ہوا۔"

(راقم الحروف اس وقت شعبۂ عربی میں لیکچرر تھا)

فقط عابد احمد علی[1] یکم اگست ۱۹۶۸ء۔

---

[1] ص ۱۰ مقالات یوم رضا سوم مطبوعہ لاہور اپریل ۱۹۷۰ء یہ پورا بیان جسے ڈاکٹر عابد احمد علی نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اس کا فوٹو ہفت روزہ افق کراچی (۲۲ تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء نے شائع کر دیا ہے جو راقم سطور کے پاس بھی موجود ہے۔

معاصر اہل علم امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کی خدمات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر بھی فرماتے تھے چنانچہ پاکستان کے مشہور مورخ جناب ابو سلیمان شاہجہانپوری لکھتے ہیں۔

"مولانا بریلوی ایک اچھے نعت گو (شاعر) تھے۔ سیرت نبوی، سیرت اصحاب و اہل بیت، تذکار اولیاء کرام، تفسیر حدیث، فقہ اور مسائل نزاعیہ وغیرہ میں آپ کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔

مولانا (ابو الکلام) آزاد اور مولانا احمد رضا خاں میں کسی قسم کے ذاتی یا علمی تعلقات نہ تھے بایں ہمہ وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے (۳۱۲ مکاتیب ابو الکلام آزاد بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ص ۱۹ شمارہ صفر ۱۳۹۸ھ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات وخدمات سے جو حضرات ناواقف ہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس کتاب کے ذریعہ وہ آپ کی شخصیت کے صحیح خدوخال اچھی طرح پہچان لیں گے۔ اور ان کی سلامتیٔ طبع انہیں آپ سے قریب اور گرویدہ بنادے گی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے آپ کے بارے میں کچھ سن اور جان رکھا ہے جن کی تقسیم یوں کی جاسکتی ہے، ان کا رنگ کچھ اور ہوگا۔

۱۔ متعصبین ومخالفین

۲۔ اعتدال پسند طبقہ

۳۔ اصحاب عقیدت

۱۔ متعصب فریق مخالف نے غلط فہمیاں پھیلانے کا اب تک جو ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے ان کے ذکر سے حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے اہل علم۔ اہل قلم اور روشن خیال حضرات کے دامن اس وادیٔ پرخار میں الجھے ہوئے ہیں۔ جناب رئیس احمد جعفری صاحب جو روزنامہ خلافت بمبئی۔ روزنامہ ہندوستان بمبئی روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور کئی ایک ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

"مولانا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خلاف ۲۰ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتویٰ دیا۔ جس میں ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا نام عبدالباری ہے لوگ انہیں "باری میاں" کہتے ہیں۔ اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انہیں "اللہ میاں" کہتے لہذا کافر"۔[1]

اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایک تو جعفری صاحب نے مسئلہ کی نوعیت ہی نہ سمجھی، اور وہ سمجھتے بھی کیا کہ اس کے لئے تفقہ کی ضرورت تھی جس سے وہ عاری ہیں۔ دوسرے یہ کہ بیان واقعہ میں زبردست خیانت سے کام لیا ہے۔

ابوالکلام آزاد صاحب کے دست راست مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی بعنوان "بریلی کی جمعیۃ کانفرنس"

مولانا مناظر احسن گیلانی سابق استاذ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن شیروانی نمبر معارف اعظم گڑھ میں رقم طراز ہیں۔

"ان (مولانا حبیب الرحمن شیروانی) کی عجیب وغریب خصوصیت تھی ایک ہی مجلس میں ان سے آپ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا حبیب الرحمن مہتمم دیوبند کی تعریف بھی سن سکتے تھے اور اسی کے ساتھ مولوی احمد رضا خاں میں جو علمی وعملی خوبیاں ان کے علم میں پائی جاتی تھیں ان کا بھی ذکر فرماتے۔ (ص ۲۸۲ نواب صدر یار جنگ مکتبہ ندوہ لکھنؤ)

[1] ص ۱۸۹۔ آزادیٔ ہند۔

مسلمانوں کو باخبر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

یاد رہے مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے سوا اور اپنے معتقدین کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے۔[۱] العیاذ باللہ۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے　　　ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

حق و انصاف کی بات تو یہ ہے کہ آپ سارے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ ہاں جو لوگ وادیٔ کفر و ضلالت کی طرف بڑھ رہے تھے انہیں آپ نے پیش آنے والے خطرات سے ہر طرح آگاہ کیا اور ان کے دین و ایمان کی محافظت فرمائی۔ اس طرح آپ مسلمانوں کو کافر بناتے نہیں تھے بلکہ کافر بننے سے انہیں بچاتے تھے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

ملیح آبادی صاحب آگے یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ "سب جانتے ہیں کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کا گڑھ تھا اور وہاں کے گویا بے تاج بادشاہ تھے انہیں کا حکم چلتا تھا۔ اور وہ خلافت تحریک اور ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو"۔[۲]

تحریک خلافت کے زمانے (۱۹۱۹ء) ہی میں بعض دشمنوں نے یہ تین اختراعی اور غلط الزامات لگائے تھے کہ،

۱۔ نینی تال میں لفٹننٹ گورنر سے ملاقات کی۔

۲۔ گورنر کی خوشی کے لئے اس کے حسب منشا فتویٰ لکھا۔

۳۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔

آپ نے ان کا جو جواب دیا وہ خوف خدا رکھنے والے ایک مسلمان کے لئے کافی ہے۔

"ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ جس نے ایسا کیا اس پر قیامت تک کے لئے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو"۔[۳]

ایک جگہ انگریز نوازی کے وسوسوں کی بیخ کنی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کبھی کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا

---

[۱] ص ۲۱ ذکر آزاد طبع اول ۱۹۶۰ء دفتر آزاد ہند ساگردت لین کلکتہ۔　[۲] ص ۲۰۔ ذکر آزاد۔

[۳] ص ۳۰۔ ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد۔ شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء۔

صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا۔ وللہ الحمد۔

سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریز کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگہی مسلمین کے لئے بتایا۔ بلکہ اس سے خوشنودیٔ نصاریٰ اس کا مقصود و مدعا ہو۔[1]

آپ نے تو اس جذباتی دور میں جب کہ تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کا زور تھا، مسلمانوں کو فلاح و نجات کے بنیادی طریقوں کی طرف متوجہ کیا اور اس طرح انگریز و دیگر اقوام یورپ و امریکہ کی اقتصادیات پر بھرپور حملہ اور کاری زخم لگانے کی تحریک کی۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں۔ اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔"[2]

---

[1] ص ۲۸۔ المحجۃ المؤتمنہ بار دوم حسنی پریس بریلی۔

[2] ص ۱۵۹ حیات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور۔

مسلمانوں کی فلاح و نجات کے سلسلے میں حضرت فاضل بریلوی نے اس مختصر سے مقالہ میں جو تدابیر پیش کی ہیں ان میں سے صرف دو تدابیر پر مشہور ماہر معاشیات پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس۔ کونکرڈیا یونیورسٹی کناڈا کے خیالات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

"۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا، دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانش وروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا۔"

"علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز ۱۹۲۹/۳۰ء کی عالمی سرد بازاری کی وجہ سے ہوا۔ کساد بازاری کو قابو میں لانے کے لئے کلاسیکی نظریات موجود تھے۔ لیکن اس عظیم کساد بازاری نے ان نظریات کو باطل کر دیا۔ اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نئے نظریہ کی ضرورت ہے جو اس کساد بازاری پر قابو پانے میں مدد دے سکے۔ بالآخر ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے۔ ایم کینز نے اپنا مشہور زمانہ "نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کیا۔ اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کر دیا کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر مکمل قابو پالیں۔ کینز کو اس کی خدمات کے صلہ میں تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا۔

امام احمد رضا پر الزام انگریز نوازی کے خلاف "گناہ بے گناہی" مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد جو اردو انگریزی میں ہندو پاک سے شائع ہوچکی ہے، اس کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔

بھلا انگریزوں سے آپ کا کیا تعلق ہوتا کہ مسلم نوابوں کی تعریف و توصیف سے بھی کبھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کیا۔ ایک بار نواب نانپارہ (بہرائچ) کی شان میں کسی نے ایک مدحیہ قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی تو فرمایا

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا   میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین "پارۂ ناں" نہیں

حضرت مولانا ہدایت رسول رام پوری نے نواب رام پور کو لفظ "سرکار" سے یاد کیا۔ تو ارشاد فرمایا ؎

بجز "سرکار" سر کار ایجاد   سر و کارے بسرکارے نداریم

لگے ہاتھوں مخالفین کے "حکیم الامت" اور "مجدد ملت" کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند کا وہ بیان جسے انہوں نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صدر جمعیۃ العلماء ہند کو دیا ہے اسے بھی پڑھتے چلیں۔ جو ایک شفاف آئینہ ہے جس میں فریق مخالف اپنا سیاسی رخ صاف دیکھ لے اور بس۔ موصوف فرماتے ہیں۔

"دیکھئے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دئے جاتے تھے۔" [۱]

اور پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ دہلی نے ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی میں لکھا ہے۔

"مولانا سندھی، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے علم و فضل اور ارشاد و سلوک میں انہیں جو بلند مقام حاصل ہے اس کے تو قائل تھے۔ لیکن تحریک آزادئ ہند کے بارے میں ان کی جو معاندانہ اور انگریزی حکومت کے حق میں مستقل مؤیدانہ [۲] روش رہی ہے اس سے وہ بہت خفا تھے اور جب بھی موقع ملتا اپنی خفگی کے اظہار میں کبھی تامل نہ کرتے۔" [۳]

---

[۱] ص ۱۱ مکالمۃ الصدرین۔

[۲] صرف تھانوی صاحب ہی کی انگریزوں کے حق میں مسلسل مؤیدانہ روش کی بات نہیں بلکہ یہاں تو پورا "خانوادہ" ہی اس "کار ثواب" میں شریک ہے۔ سید احمد رائے بریلوی، شاہ اسمٰعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہم کے سیاسی کردار کا جائزہ لینا ہو تو "امتیاز حق" از راجہ غلام محمد لاہور اور "حقائق تحریک بالاکوٹ" شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارک پور کا مطالعہ فرمائیں۔ [۳] ص ۲۸۲۔ افادات و ملفوظات مولانا سندھی۔ سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۰ء

اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے تو شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دیوار آہنی پہ پتھر پھینکنے کی جرأت شاید نہ
رتی۔ ویسے تحریک خلافت کے قدیم کارکن مولانا محمد جعفر شاہ پھلواریؒ کے بیان کے مطابق (مولانا احمد رضا
ں بریلوی پر) یہ الزام سراسر جھوٹ ہے سیاسی مقاصد کے لیئے لگایا گیا تھا۔ [1]

"پروپیگنڈسٹ گروپ" کے یہ حضرات ایسے "حقیقت پسند اور دیانت دار مورخین" ہیں کہ
یں موقع ملے تو زندہ وجود کو بھی زیر زمین دفن کر دیں۔

چنانچہ جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس بریلی منعقدہ ۱۲ر تا ۱۴ ار رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ر ۲۴ر مارچ
۱۹۲۱ء کے موقع پر علامہ سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور مولانا ابوالکلام
آزاد کے درمیان تحریک خلافت و ترک موالات وغیرہ سے متعلق جو علمی مباحثہ ہوا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے
لانا عبدالرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

"کلکتہ سے مولانا کے ساتھ میں بھی بریلی پہنچا۔ رات کو اجلاس تھا۔ مگر شام ہی سے خبریں آنے لگیں کہ
فرنس نہیں ہونے پائے گی۔ احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا
ں تو موجود ہیں۔" [2]

قابل لحاظ نکتہ یہ ہے کہ ملیح آبادی صاحب کے پیر و مرشد آزاد صاحب تو تحریر فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بریلی ۱۳ ار رجب ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی دام مجدہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ۔ ترک اعانت اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ
نسبت جناب کے اختلافات مشہور ہیں۔

چونکہ جمعیۃ العلماء کا جلسہ یہاں منعقد ہو رہا ہے اور یہی مسائل اس میں زیر نظر و بیان ہیں۔ اس لیئے
جناب کو توجہ دلاتا ہوں کہ رفع اختلافات اور مذاکرہ و نظر کا یہ مناسب و بہتر موقع پیدا ہو گیا ہے جناب

---

[1] جہان رضا مرتبہ مولانا مرید احمد چشتی۔

[2] ص ۱۲۲۔ ذکر آزاد۔ و ص ۱۵ ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۶۱ء۔

جلسہ میں تشریف لائیں اور ان مسائل کی نسبت بطریق اصحاب علم وفن گفتگو فرمائیں۔ میں ہر طرح عرض
وگزارش کے لئے آمادہ ومستعد ہوں۔

فقیر ابوالکلام احمد کان اللہ لہ[1]

جمیۃ العلماء ہند نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ اسے اشتہار کی شکل میں شائع کیا۔

"بجواب تحریر جماعت رضائے مصطفےٰ" موصولہ امروزہ مندرجہ بالاخط آج ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق
۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کی شام کو جناب مولوی احمد رضا خاں کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب اطلاع عام کے
لئے اس کی نقل شائع کی جارہی ہے[2]

اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا انتقال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا یعنی وصال
سے تقریباً ساڑھے سات ماہ پیشتر سرزمین بریلی میں بیٹھ کر یہ رسوائے زمانہ تاریخ گڑھی گئی کہ "احمد رضا خاں
بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تو موجود ہیں۔"

"زندہ درگور کرنا" شاید اسی کو کہتے ہیں اور یہی وہ "خدمات جلیلہ" ہیں جن کے صلے میں ایسے مؤرخین
کو تاریخ دانی، بلند نظری اور روشن خیالی کے تمغہ جات پیش کئے جاتے ہیں جو یقیناً ایک المیہ سے کم نہیں
اور اصحاب عدل وانصاف کی گردنیں اس پر شرم سے جھک جانی چاہئیں۔

قارئین کو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ صرف اختلاف مسلک کی پاداش میں یہ سب کچھ ہوا کہ آپ اس
راہ پر کیوں گامزن رہے جس پر سلف صالحین چلتے رہے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ اسی جرم میں مولانا
حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے آپ کو اپنی کتاب الشہاب الثاقب مطبوعہ دیوبند میں
مجدد التضلیل، دجال، مفتری، کذاب جیسی تقریباً ساڑھے چھ سو لرزہ خیز گالیاں دی ہیں جنہیں دیکھ کر
عامر عثمانی فاضل دیوبند کو بھی لکھنا پڑا۔

"واقعی مولانا مدنی نے اس کتاب میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ انہیں موٹی موٹی گالیاں

---

[1] ایسی تعریفیوں اور بدگمانیوں کی وجہ یہ ہے کہ "جناب کے اختلافات مشہور ہیں" پر کلیۃً اعتماد کر لیا جاتا ہے
وبذات خود آپ کی تحریروں کے مطالعہ کی زحمت گوارہ نہیں فرمائی جاتی۔ اختر مصباحی

[2] ص ۱۶۳، مکاتیب ابوالکلام آزاد مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء۔ [3] ص ۱۶۲، ایضاً۔

دیسی، مہذب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے۔[۱]

بلکہ تقریباً وہ سبھی کتابیں جن کے عقائد و نظریات باطلہ کی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پر زور تردید فرمائی تھی ان کے بارے میں جناب عامر عثمانی صاحب نے ماہنامہ تجلی دیوبند کے صفحات پر یہ صاف صاف لکھ دیا کہ:

"یہ دیوبندیوں کے لٹریچر کی خاص مشہور کتابیں ہیں۔ ارواح ثلثہ، تذکرۃ الرشید، سوانح قاسمی، اشرف السوانح، الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر، انفاس قدسیہ وغیرہ ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے کا شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہے۔ لیکن یہ زلزلہ ہی سے منکشف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے عجوبے اور کیسی کیسی کہانیاں محفوظ ہیں۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔[۲]

واقعہ یہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے

---

[۱] دجال بریلوی، مجدد المفترین، عدو رسول، عبد الدینار والدرہم وغیرہ سنجیدہ و معتدل مانے جانے والے عامر صاحب کے بقول اکابر دیوبند کی "مہذب گالیاں" ہیں۔ اور جب یہ حضرات غیر مہذب گالیوں پر اتر آئیں تو خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالیں۔ اختر مصباحی۔

[۲] کالم ۲ ص ۹، ماہنامہ تجلی دیوبند۔ فروری و مارچ ۱۹۵۹ء۔

[۳] علماء دیوبند کے فکری و اعتقادی تضادات کی مستند دستاویز جس کے جواب میں ہند و پاک اور برطانیہ سے درجنوں کتابیں شائع کرکے ان حضرات نے اپنی ٹوٹی ہوئی گردنوں پر کچھ اور بوجھ لاد لیا اور "زیر و زبر" جیسی کتاب جواب الجواب کے طور پر منظر عام پر لانے کے مواد اور اسباب فراہم کیے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ امت مسلمہ کے درمیان انتشار و افتراق پھیلانے میں جس طرح عہد حاضر کی ان تین کتابوں کو عالم گیر شہرت حاصل ہے۔

۔ کتاب التوحید ________ از شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی

۱۔ تقویۃ الایمان ________ از شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی

۱۱۔ حفظ الایمان ________ از مولانا اشرف علی تھانوی

اسی طرح فرق باطلہ کی تردید میں مندرجہ ذیل کتابیں سر فہرست ہیں۔

۔ تحفۂ اثنا عشریہ ________ از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

۱۱۔ قادیانی مذہب ________ از محمد الیاس برنی

۲۱۔ زلزلہ ________ از مولانا ارشد القادری

نقصان پہنچایا ہوگا۔[۱]

اور آگے چل کر لکھا ــــــــ "ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے کہ یا تو تقویۃ الایما
اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو جو راہ پر رکھا
آگ دے دی جائے۔ اور یہ صاف صاف اعلان کردیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف
اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ارواح ثلثہ اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کریں۔
یا پھر ان موخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں
کتابیں ہیں جو رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر کتابوں
مندرج ہیں۔[۲]

حقائق کا اعتراف کرنا کوئی عیب نہیں بلکہ ہنر ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ جذباتِ
و حسد کے سامنے مغلوب ہونے کی بجائے انصاف و دیانت کے ساتھ ہر پیش آنے والی چیز کا فیصلہ کر
تاکہ صحیح نتائج اخذ کرنے میں کسی دقت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ نے چلتی پھرتی روایتوں اور (گمراہ کن) افواہوں کی بنیاد پر جو ایک نظریۃ
کرلیا ہے کہ "علمائے اہل سنت اور مولانا احمد رضا خاں" ایسے تھے ویسے تھے انہوں نے یہ لکھ دیا وہ لکھ
یہ مبنی بر صداقت ہی ہو۔

بذات خود آپ اپنے مطالعہ کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرۃ کوئی رائے قائم کیجئے۔ اور سنی سنا
باتوں کو پس پشت ڈال دیجئے۔ دلائل و براہین حقہ واضحہ کی موجودگی میں بھی آنکھ بند کر کے یہ کہتے جانا کہ ہم
جو سن اور سمجھ لیا ہے وہ کافی ہے۔ اب مزید کچھ جاننے کی ضرورت نہیں۔ کم از کم اہل علم کے لئے تو یہ روش
نہایت حیرت انگیز اور بہت افسوسناک ہے جس سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے۔ خدائے مقلب القلوب
نگاہوں کو صحیح بصارت، کانوں کو قوت سماعت اور دلوں کو قبول ہدایت کی توفیق رفیق بخشے ـــ آمین۔

بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

۲۔ اعتدال پسند طبقہ جو زیادہ تر یونیورسٹیوں، کالجوں، لائبریریوں اور سرکاری ادارا

---

[۱] [۲] ماہنامہ تجلی دیوبند۔ شمارہ مئی ۱۹۶۳ء

راہ، آج کل بعض خانقاہوں) سے وابستہ ہے۔ اس کا انداز دینی مطالعہ کی کمی کی وجہ سے عموماً درمیانی اور غیر جانبدارانہ ہوا کرتا ہے۔ دین کے اہم مسائل میں مداہنت، بے جا رواداری اور مصلحت کوشی یقیناً معیوب اور قابلِ مواخذہ ہے اس لیے ایسے حضرات کو چاہیئے کہ کتب و رسائل علماء اہل سنت کی طرف رجوع کریں۔ اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ پکار اٹھیں گے کہ:

"علم و فن کی گہرائی و گیرائی اور مذہب و ملت کی سچائی یہاں ہے۔ افسوس کہ ہماری غفلت و بے توجہی سے اتنی عظیم اور فاضلانہ شخصیت نگاہوں سے اوجھل رہی۔ ہمیں تو آج سے بہت پہلے اس کی حیات و خدمات کے ہر گوشے سے مکمل واقفیت اور آگہی ہونی چاہیئے تھی۔ سرسری اور سطحی معلومات سے گزر کر تحقیقی مطالعہ اب تک کیوں نہ کر سکے۔ ہماری یہ حرماں نصیبی کسی نہ کسی طرح جلد تر دور ہونی چاہیئے۔"

ایسے لوگ پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں پر دھیان نہ دیں تو ان کے حساس دل اور باشعور ضمیر کی خود تحریک ہوگی کہ ان کے کارناموں کے ذکر سے ہماری کتابیں ہرگز خالی نہ رہنی چاہئیں ——— جیسا کہ میاں عبدالرشید کالم نگار نوائے وقت لاہور نے جب آپ کی اور آپ پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیا تو نہایت شدت کے ساتھ اس کا احساس کیا کہ اپنی غیر مطبوعہ کتاب "اسلام؛ برصغیر پاک و ہند میں" کے اندر ایک زبردست کمی رہ گئی ہے جس کا ازالہ بہر حال ہونا چاہیئے۔ چنانچہ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں یوں اظہار خیال فرماتے ہیں۔

- "آپ کی ارسال کردہ کتابوں کے دیکھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اس میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے بارے میں ایک باب ہونا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اعلیٰ حضرت کی کوئی مستند اور جامع سوانح عمری اردو زبان میں مل جاتے۔" محررہ ۷، نومبر ۱۹۷۳ء۔

پٹنہ یونیورسٹی کے بعض پروفیسروں کی نظر سے جب آپ کی چند تحریریں گزریں اور انہوں نے اعلیٰ تحقیقات کے نادر نمونے دیکھے جن میں ذہن رسا کی کار فرمائیاں قدم قدم پر دعوت غور و فکر دے رہی تھیں تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ: "یہ کتنی بد نصیبی اور محرومی ہے کہ ایسی نادر روزگار شخصیت کے علمی کمالات سے ہم اب تک ناآشنا رہے۔ ایسے قابلِ رشک عالم و فاضل کو ذہین کہنا تو اس کی توہین ہے۔ یہ تو مجسم "ذہن" معلوم ہوتا ہے جس کی سطر سطر اور ایک ایک بات سے جدت و جودتِ ذہن کے چشمے ابلتے ہیں۔"

بہرحال! مقصود کلام یہ ہے کہ ایک خالی الذہن انسان جب بھی آپ کی حیات و خدمات کا مطالعہ کرے گا اس کی سلامتیٔ طبع اسے یقیناً آپ سے قریب کر دے گی۔ اور جیسے جیسے وہ آگے بڑھے گا آپ کی پرکشش اور جامع کمالات شخصیت کا مدّاح اور گرویدہ ہوتا چلا جائے گا۔

۳۔ یہاں اپنوں سے یہ کہنا ضروری ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی پر نہ لکھنے اور لکھ کر دوسرے حلقوں تک نہ پہنچانے کی شکایتیں اب ہر طرف سے سننے میں آ رہی ہیں۔ چنانچہ پروفیسر رحیم بخش شاہین راولپنڈی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

"میں تو یہ کہوں گا کہ یہ مفید کام آج سے بہت پہلے ہونا چاہیے تھا لیکن ہمارے علماء نے نہ جانے کیوں ایسے ٹھوس علمی کام کی طرف توجہ نہ دی جس سے اعلیٰ حضرت کے علمی اور اجتماعی کارنامے منظر عام پر آکر بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو سکتے تھے۔" [۱] (۲۵ مارچ ۱۹۷۴ء)

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش میرپور خاص سندھ، موصوف کے نام لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی کی گرانقدر خدمات کا بوجھ ساری ملّتِ اسلامیہ کی گردن پر ہے۔ اس سے ملت سبکدوش تو نہیں ہو سکتی لیکن یہ بڑی احسان فراموشی تھی کہ اب تک اسے شایانِ شان خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ شخصیت فضلاء و محققین کی نظروں سے اوجھل رہی۔

کھوٹے سکے بازار میں خوب چل رہے ہیں اور کھرے کھوٹے کی کوئی تمیز ہی نہ رہی۔ تمیز تو جب ہو کہ کھرا مال بازار میں آئے ـــــ طالب کی طلب کتنی ہی صادق کیوں نہ ہو لیکن بازار میں اسے کھوٹا ہی مال ملے گا۔ اس قدر جھوٹ بولا گیا ہے کہ اب جھوٹ ہی کو سچ سمجھا جانے لگا ہے۔" الخ (محررہ ۲ مارچ ۱۹۷۴ء) [۲]

۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء تک امام احمد رضا قادری پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عموماً تشنہ اور ناقص و نامکمل ہے۔ مضامین و مقالات تو لکھے ہی نہیں گئے اور جو عالمِ وجود میں کسی طرح آ گئے ان میں نقل و اعادہ ہی کو کافی سمجھا گیا۔ شخصیت کو علمی انداز میں پیش کرنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی گئی۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب محنت کے ساتھ ہر موضوع پر تحقیق کر کے دلکش اور علمی انداز [۳] میں اسے پیش کرنے کا سلسلہ چل پڑا ہے اور نوجوان ذہنوں میں حرکت و انقلاب کی ایک آہٹ سی محسوس کی جا رہی

---

[۱] ص ۲۱۴۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں طبع ششم المجمع الاسلامی مبارکپور۔

[۲] ص ۲۱۴-۲۱۵۔ ایضاً۔ [۳] کچھ مفید مشورے راقم سطور کے کتابچہ "پیغام عمل" میں درج کئے گئے ہیں۔

ہے۔ قیمتی مقالات و مضامین اور گراں قدر کتابیں بڑی تیزی کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہیں۔

ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ ہم میں سے بعض حضرات ہر طرف سے توجہ ہٹا کر خالص علمی تحقیقات کے لیے اپنی توانائیاں صرف کریں اور اپنی سنجیدہ و متین کوششوں سے ارباب علم و دانش کے ذہن و دماغ پر اثر انداز ہوں۔ تاکہ اب تک جو نہ مانا گیا اسے مانا جائے۔ جو نہ جانا گیا اسے جانا جائے۔ جو نہ تسلیم کیا گیا اسے تسلیم کیا جائے اور مسند فضل و کمال سے جس کو محروم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کو بصد تزک و احتشام زینت محفل بنا کر اس مسند پہ بٹھایا جائے۔

یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ہر خاص و عام کے لیے قابل قبول اور سنجیدہ تحقیق کے لیے آمادہ ہوں اور مخالفین سے بے ضرورت نہ الجھیں۔ کیوں کہ وہ ہمیں الجھا کر تعمیری کاموں سے دور اور اہم مقاصد سے غافل کر دینا چاہتے ہیں

ہاں! مخالفین کی طرف حکمت بالغہ کے ساتھ دردمندانہ اور مخلصانہ توجہ نہایت ضروری ہے۔ رب کریم ارشاد فرماتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔

(ع ۲۲ پ ۱۴ سورۂ نحل)

ترجمہ :۔ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہے۔

جو آج ہمارے سامنے صف آرا ہیں کل وہ بھی ایوان اہل سنت و جماعت ہی کے سنگ و خشت تھے ان میں کوئی مخالف نہ ہوگا جس کی تیسری یا چوتھی پشت کا تعلق اہل سنت و جماعت سے نہ ہو۔ وہ باہر سے نہیں آئے اندر سے گئے ہیں۔ ان کو انجام کار بتایا جائے۔ دلیل و برہان سے مطمئن کیا جائے اور خلوص و محبت کے ساتھ انہیں بلایا جائے۔ ؏

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

شجرۂ طوبیٰ

ہندوستان شروع ہی سے مسلمانوں کا ایک دینی و علمی گہوارہ، اہل سنت وجماعت کا عظیم مرکز، اولیاء و صلحاء کرام کا روحانی مرجع، علماء و فضلاء اسلام کا معدن و منبع، اور رشد و ہدایت کا ایسا مصدر و سرچشمہ ثابت ہوا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک کے لئے باعث صد رشک اور ابنائے وطن کے لئے باعث فخر و مباہات بنا رہا۔ مساجد و مدارس اور خانقاہوں سے علم و حکمت اور عشق و عرفان کی موسلادھار بارش نے سرزمین ہند کی زرخیزی اور آب و گل کے امتزاج سے ایسے ایسے سبزہ و گل کھلائے جن کے جمال و رعنائی پر ایک عالم فریفتہ رہا۔ اور ان کی عطر بیز خوشبوؤں سے روح کائنات وجد کر اٹھی۔

سرچشمۂ کتاب و سنت اور فیضانِ علم و حکمت سے سیراب ہونے والے اس چمنستانِ قدس کے ایک شاداب گل کا نام ہے مجدد اسلام امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز۔

اور ان کا سلسلہ ذکر و فکر شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ عبد القادر جیلانی، امام اعظم ابو حنیفہ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوتا ہوا سید الانبیاء و المرسلین رسول ہاشمی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

سلسلوں اور واسطوں کی ایک لہر ہے جو اس آغوش بحر بیکراں تک پہنچا دیتی ہے۔ جس کے لئے ساری کائنات مضطرب اور ہر لمحہ رواں دواں ہے۔

محدث عرب و عجم حضرت شیخ سید محمد عبد الحی بن شیخ کبیر سید عبد الکبیر الکتانی الحسنی الادریسی الفاسی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو مکہ مکرمہ میں فاضل اجل امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا، یہ سلسلہ سماع اس طرح مذکور ہے۔

۱۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی، سیدنا الشاہ آل رسول احمدی، مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی[۱]

متعدد علماء حرمین طیبین کو اپنے جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ کی اجازت روایت دیتے ہوئے مندرجہ ذیل مشائخ وعلمائے ملت سے روایت تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ خاتم المحققین حضرت مولانا محمد نقی علی قادری برکاتی بریلوی م ۱۲۹۷ھ، عارف ربانی سیدنا شیخ رضا علی بریلوی، شیخ خلیل الرحمٰن محمد آبادی، فاضل محمد اعظم سندیلوی، ملک العلماء بحر العلوم ابو العیاش محمد عبد العلی فرنگی محلی[۲]

۳۔ محدث فقیہ سید احمد بن زین بن دحلان مکی، شیخ محمد عثمان دمیاطی[۳]

۴۔ سیدنا شیخ عبد الرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ معظمہ بن مفتی اجل عبد اللہ السراج ابو ہاج، شیخ جمال بن عبد اللہ عمر مکی مفتی احناف[۴]

۵۔ شیخ سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی، شیخ عابد سندھی محدث مدنی[۵]

۶۔ حضرت الشیخ شاہ آل رسول احمدی مارہروی، شیخ سید آل احمد ملقب بہ اچھے میاں مارہروی، سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسینی واسطی، سید طفیل محمد اتردلوی، سید مبارک فخر الدین بلگرامی، الشیخ ابو الرضا بن شیخ اسمٰعیل دہلوی، افضل المحدثین شیخ عبد الحق محدث دہلوی (صرف سند حدیث مسلسل بالاولیت)[۶]

۷۔ حضرت الشیخ علم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی[۷]

۸۔ سید شاہ ابو الحسین احمد نوری، افضل العلماء شیخ احمد حسین صوفی مرادآبادی، ابن عبد الغنی شیخ احمد بن محمد دمیاطی، شیخ محمد بن عبد العزیز، شیخ ابو الخیر بن عموش رشیدی، شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری خاتمۃ الحفاظ شہاب الملۃ والدین ابو الفضل علامہ ابن حجر عسقلانی، (مسلسل بالاولیت)[۸]

۹۔ شیخ آل رسول احمدی قدس سرہ انیس[۱۹] واسطوں کے بعد قطب ربانی محبوب صمدانی سیدنا عبد القادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ عنہ (سلسلہ بیعت)[۹]

۱۰۔ قرآن عظیم کی روایت، احادیث کریمہ کی روایت صحیحہ، جملہ کتب احادیث کی روایت، اصول حدیث

---

[۱] ۲۶۹ ترجمہ الاجازات المتینہ، در رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور۔ [۲] ۳۰۵۔ ایضاً۔ [۳] ۲۷۱ و ۳۰۵۔ ایضاً
[۴] ۲۱۷ و ۳۰۵۔ ایضاً۔ [۵] ایضاً۔ [۶] ۳۴۷ و ۳۴۵۔ ایضاً۔ [۷] ۳۵۱۔ الاجازات المتینہ لاہور۔ [۸] ۳۵۵۔ ایضاً۔ [۹] ۲۷۷۔ ایضاً۔

اور فقہ حنفی کی روایت، سیدنا آل رسول احمد (مارہروی) کی تصریح کے مطابق سیدنا الامام الاعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تک پہنچتی ہے۔[1]

۱۱۔ شیخ آل رسول احمدی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (رویا صادقہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلسلۂ بیعت)[2]

اپنی ایک سند کے سلسلے میں خود امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

"بحمد اللہ تعالیٰ صحیح بخاری شریف کی اعلیٰ سند کی طرح یہ سند بھی ثلاثی ہے جو اس عاجز بندے سے جلیل الشان آقا تک صرف تین واسطوں سے پہنچی ہے۔ (علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایک شاندار کتابچہ اس (مذکورہ) خواب کی شرح میں لکھا ہے۔ والحمد للہ علی آلائہ الشریفۃ و نعمائہ اللطیفۃ۔[3]

حضرت فاضل بریلوی کے اس سلسلۂ خیر و برکت کا اعتراف تقریباً بھی انصاف پسند علما و مورخین نے کیا ہے۔ اور مختلف مسالک فکر کا ذکر کرتے ہوئے جہاں یہ لکھا ہے کہ متعدد ذہین و زیرک اور صاحب فضل و کمال، اہل علم نے فقہی مسائل میں ائمۂ اسلاف سے اختلاف اور بعض امور میں ان کے مسلک سے انحراف کیا ہے، اور ان کے معتقدین و متعلقین بڑھتے بڑھتے ایسی منزلوں تک پہونچ گئے کہ انہیں ایک مخصوص مکتب فکر کی حیثیت سے نشان امتیاز حاصل ہو گیا۔ جس کی نشر و اشاعت کے لئے دینی و فکری ادارے اور درس گاہیں بھی وجود میں آگئیں۔ وہیں انہیں اس زندہ و تابندہ حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑا کہ رام پور و بدایوں اور خیر آباد و بریلی کے علما مسلک حنفیت کے حقیقی علم بردار بن کر اپنی قدیم روش پر سختی کے ساتھ قائم اور عمل پیرا رہے۔

حکیم عبدالحیٔ (والد مولانا ابوالحسن علی ندوی) رائے بریلوی سابق ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ ہندوستان کے مذہبی مکاتب فکر کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

۱۔ ہندوستان میں ابتدا ہی سے فقہ حنفی کا رواج رہا ہے، لیکن ساحل سمندر کے قریب مثلاً مدراس، ملیبار اور کوکن میں چوں کہ اہل یمن اور اہل حجاز کی آمد و رفت زیادہ تھی اس لئے اس علاقہ کے لوگ عام طور پر فقہ شافعی کے عامل ہیں۔ اور آج بھی وہ اسی پر قائم ہیں۔ فقہ مالکی اور فقہ حنبلی کا کوئی اثر ہندوستان

---

[1] ۳۰۰۔ ایضاً۔ [2] ۳۱۹۔ ایضاً۔ [3] ملخصاً ۳۱۹۔ ایضاً۔

میں نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ کچھ لوگ مالکی اور حنبلی فقہ کے ماننے والے بغرض تجارت یا اور کسی مقصد سے ہندوستان آئے۔

ہندوستان میں اس صدی میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوا، جو ان چاروں مذاہب (حنفیت، شافعیت، حنبلیت، مالکیت) میں کسی کی تقلید نہیں کرتا اور براہ راست کتاب و سنت سے مسائل فقہیہ کا استنباط کرتا ہے۔ اس گروہ میں کچھ تو وہ لوگ ہیں جن کی رائے معتدل اور افراط و تفریط سے خالی ہے۔

اس گروہ کی رائے یہ ہے کہ مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید جائز ہے کیوں کہ ہر شخص براہ راست کتاب و سنت سے مسائل نہیں نکال سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص براہ راست کتاب و سنت سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس میں اس کی اہلیت ہے اور اس کی تحقیق اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ امام کی رائے اس مسئلہ میں کتاب و سنت سے زیادہ قریب نہیں ہے۔ تو ایسے شخص کے لئے اس مسئلہ میں امام کی تقلید جائز نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پوتے مولانا شاہ اسمٰعیل شہید بن عبدالغنی بن ولی اللہ اور سید احمد شہید بریلوی بن سید عرفان اور ان کے اکثر اصحاب و اتباع کی یہی رائے ہے۔

بعض لوگوں کے نزدیک مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید ناجائز و حرام ہے اور ان کے نزدیک کتاب و سنت سے جو احکام صراحۃً معلوم ہوں انہیں کا اتباع کرنا چاہئے۔ اور مسائل فقہ میں قیاس و اجماع امت حجت شرعی نہیں ہے۔ یہ مسلک مولانا فاخر الٰہ آبادی بن یحییٰ اور میاں جی شیخ نذیر حسین حسینی دہلوی بن جواد علی اور نواب سید صدیق حسن بھوپالی اور ان کے متبعین کا ہے۔

ایک گروہ کی رائے اس معاملہ میں حد افراط تک پہونچی ہوئی ہے اور تقلید کی حرمت پر یہ لوگ بہت مصر ہیں۔ مقلدین کو یہ اہل بدعت شمار کرتے ہیں اور ان کو نفس کا غلام سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اس سخت رائے میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ ائمۂ کرام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی بھی کر دیتے ہیں۔ یہ مسلک شیخ عبدالحق بنارسی بن فضل اللہ اور شیخ عبداللہ صدیقی الٰہ آبادی وغیرہ کا ہے۔

ان لوگوں نے اپنے مسلک و خیال کے مطابق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ مثلاً شیخ معین الدین سندھی بن امین کی "دراسات اللبیب"، اور شیخ فاخر الٰہ آبادی کی "قرۃ العینین"، اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی "تنویر العینین"، اور میاں سید نذیر حسین کی "معیار الحق"، اور شیخ عبداللہ الٰہ آبادی کی

• اعتصام السنة•، اور نواب سید صدیق حسن بھوپالی کی•الجنة فی الاسوة الحسنة بالسنة• وغیرہ ہیں۔ اس موضوع پر نواب صدیق حسن بھوپالی اور دوسرے علماء کی بھی بہت سی مشہور کتابیں ہیں جن کا ذکر ہم طوالت کے خوف سے نہیں کر رہے ہیں

نواب صدیق حسن بھوپالی نے فقہ حدیث کے موضوع پر کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ مسك الختام۔ بدور الاهلة۔ دلیل الطالب۔ هداية السائل۔ فتح المغيث۔ النهج المقبول۔ العرف الجاری۔ وغیرہ۔

علماء احناف میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک تحقیق و انصاف کی راہ پر ہے۔ مثلاً ملا بحر العلوم عبد العلی بن ملا نظام الدین مصنف ارکان اربعہ اور مولانا عبد الحئی فرنگی محلی بن عبد الحلیم مصنف التعلیق المجد۔ احناف میں دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو تقلید پر سختی سے قائم ہیں اور اس کے خلاف کوئی چیز نہیں برداشت کر سکتے ہیں۔ مثلاً مولانا شیخ فضل رسول اموی بدایونی اور ان کے متبعین [1]

اسی موضوع سے متعلق مشہور مصنف و مورخ سید سلیمان ندوی صاحب لکھتے ہیں۔

۲۔ دہلی کے اس خانوادہ (ولی اللہی) کے فیض تعلیم سے دو اہم سلسلے چلتے ہیں۔ ہندوستان میں اب تک ترکستان و خراسان کے اثر سے صرف فقہ حنفی کا رواج تھا عرب سے خال خال شافعی آئے تھے مگر ان کا اثر سواحل تک محدود تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں جب سمندر کی طرف سے عربوں کی آمد و رفت کا دروازہ کھلا تو ہندوستان اور عرب میں علمی تعلقات کا آغاز ہوا چنانچہ شیخ بہلول (حضرت مجدد الف ثانی کے شیخ الحدیث) اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اسی فیض کو وہیں سے لائے۔ اس سے حنفیت کے غلو کے ساتھ حدیث و سنت کی پیروی کا خیال دلوں میں پیدا ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے جب عرب کا سفر کیا اور مختلف مذاہب کے علماء سے فیض پایا تو ان کا مشرب زیادہ وسیع ہو گیا۔ وہ عملاً تو حنفی ہی رہے مگر نظری اور علمی حیثیت سے وہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ اس شان کا علانیہ جلوہ ان کی مسوّیٰ و مصفیٰ شرح موطا میں نظر آتا ہے۔ بانکی پور کے مشہور کتب خانہ میں صحیح بخاری کا ایک قلمی نسخہ ہے جس پر شاہ صاحب کے ہاتھ کی ایک تحریر ہے جس میں انہوں نے اپنے کو عملاً حنفی اور عملاً و تدریساً حنفی و شافعی لکھا ہے۔ اور اپنی بعض تالیفات میں قرأة فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کو ترجیح دی ہے جو فقہ حنفی

[1] از ص ۱۵۲ تا ص ۱۵۴۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ۔ ۱۳۸۹ھ ۱۹۷۰ء۔

کے خلاف ہے۔

شاہ صاحب کے بعد یہ رنگ اور نکھر گیا۔ مولانا شاہ اسحاق صاحب، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب، مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب اور مولانا عبدالحیّ صاحب دہلوی نے ردِ بدعت اور توحید خالص کی اشاعت کی جدوجہد فرمائی۔ اس نے دلوں میں سنت کی پیروی کا عقیدہ راسخ کر دیا۔ ان کے شاگردوں میں یہ دونوں رنگ الگ الگ ہو گئے۔

شاہ صاحب کے نامور شاگردوں میں مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر اور مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری ہیں۔ شاہ عبدالغنی صاحب مجددی کے ممتاز شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم (دیوبند) ہیں۔ اور پورب میں مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب کے شاگرد مولانا سخاوت علی جونپوری وغیرہ ہیں۔ اس سلسلہ میں ردبدعت اور توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ مولانا شاہ اسحاق صاحب کے ایک دوسرے شاگرد مولانا سید نذیر حسین صاحب بہاری دہلوی ہیں اس دوسرے سلسلہ میں توحید خالص اور ردبدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اسی سلسلہ کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے [۱]

مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی کی ایک مشہور کتاب "مُنتَہَی المقال فی شرحِ لَا تُشَدُّ الرِّجَال" مطبع علویہ دہلی جس پر علامہ فضل حق خیرآبادی اور مفتی سعد اللہ مرادآبادی کی تقریظات بھی ہیں۔ اس کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے جناب عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی رقم طراز ہیں۔

وجہ تالیف

۳۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ اور ان سے انتساب رکھنے والوں میں ایک گروہ تو شاہ صاحب کے مسلک پر گامزن تھا۔ اور مسائل دینی میں اس سے سرِمو انحراف پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر دوسرا

---

[۱] ۴۴ تا ۴۶ حیات شبلی از سید سلیمان ندوی۔

گروہ اجتہاد اور عدم تقلید کا رجحان رکھتا تھا۔

چنانچہ رفتہ رفتہ ان گروہوں میں مختلف مسئلوں میں اختلاف رونما ہوا۔ نوبت بحث ومناظرہ تک پہونچی۔ دونوں کی جانب سے متعدد کتابیں اور رسالے لکھے گئے۔ انہیں میں ایک مسئلہ زیارت قبور کا بھی تھا۔

چونکہ اس دور میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن حزم کی تصنیفات ہندوستان میں پہونچ چکی تھیں۔ اور اہل علم کا اچھا خاصا گروہ ان کے خیالات سے متاثر ہوا۔ اور مسائل میں ان کی پیروی کرنے لگا اس لئے مفتی (صدرالدین آزردہ) صاحب نے ابن تیمیہ کی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" اور ابن حزم کی کتاب "المحلیٰ" کو اپنی تنقید کا موضوع بنایا ہے۔ ان کتابوں میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی قبروں کی زیارت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

ابن تیمیہ کے معاصرین میں تقی الدین السبکی کی کتاب "شفاء السقام فی زیارة خیر الانام" اس موضوع پر بڑی اہم کتاب ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے بھی اس موضوع پر بعض نادر تحقیقات پیش کی ہیں خصوصاً انہوں نے عربی زبان دانی کے قواعد اور اصول فقہ کی روشنی میں جو نکتے پیدا کئے ہیں ان سے ان کی ذہانت، فقیہانہ بصیرت اور محدثانہ تبحر علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

کتاب کا دیباچہ نہایت فصیح وبلیغ عربی تحریر فرمایا ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ

"اس زمانے میں علم کے آثار مٹتے جارہے ہیں۔ بڑی بڑی علمی شخصیتیں اٹھ چکی ہیں۔ اب صحیح معنوں میں علم کی قدرومنزلت باقی نہیں رہی، کم ہمتی اور تن آسانی کی بناء پر لوگ تحقیق کی دشوار گزار راہ میں قدم نہیں رکھتے۔ اس لئے ان کے سامنے حق وصواب کی راہ اوجھل ہوگئی ہے۔

اب علماء انہیں کہا جاتا ہے جنہیں علم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ حضرات کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مقتدا اور رہبر بن گئے ہیں۔ اور انہیں راہ راست سے بھٹکا رہے ہیں۔ ان حضرات کی نظر صرف روایتوں کی نقل پر ہے ان کے اندر جو باریکی اور رموز ہیں ان پر انہوں نے کبھی غور وخوض ہی نہیں کیا حالانکہ زبان دانی کے فن سے یہ آشنا ہوتے اور دلائل واصول کی روشنی میں غور کرتے تو ان پر اصل حقیقت واضح ہوجاتی مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ علماء حق سے دنیا خالی ہوگئی ہو۔ اس زمانے میں بھی کچھ لوگ ایسے مل جائیں گے جن کے سامنے مسائل کی باریکیاں آشکارا ہیں۔

ان میں سے جن لوگوں نے قول مرجوح کو اختیار کیا ہے اس کو انہوں نے اپنی فہم کے مطابق

بڑی نادر تحقیق سمجھ لیا ہے۔ حالاں کہ یہ ان کی سراسر خام خیالی ہے۔

یہ چوں کہ ہر نئی چیز کے شیدائی ہیں اس لئے انہوں نے اپنی جدت پسندی کی بنا پر اپنا مقتدا اور سرخیل ابن تیمیہ اور ابن حزم کو قرار دیا۔ اور ان کے تمام تر خیالات کا ماخذ انہیں دونوں کی کتابیں ہیں۔ لیکن ان کی گمراہی کے لئے یہی بات کافی ہے کہ انہوں نے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت حرام قرار دیا ہے۔ یہ حضرات اس کی دلیل میں حدیث "لا تشد الرحال الخ" کو پیش کرتے ہیں۔ میں نے اسی لئے اس حدیث کی تشریح پر توجہ کی۔ تاکہ لوگوں کو پریشان خیالی سے نجات ملے۔ اور نفس مسئلہ کی صحیح صورت ان کے سامنے آجائے۔"[۱]

مولانا ثناء اللہ امرتسری مدیر مجلہ "اہل حدیث" نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا۔

۴۔ امرتسر میں مسلم غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) مساوی ہیں۔ اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔[۲]

مشہور مؤرخ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں۔

۵۔ (ا) اودھ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے۔ آخری دور میں مولانا فضل حق خیرآبادی اس قافلے کے سالار اعظم تھے، انہوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان ولی اللہی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ مگر وہ شاہ اسمٰعیل اور شاہ اسحاق دہلوی کے بعض افکار و خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور قدیم روش پر سختی سے قائم تھے۔ مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے۔ ان حضرات نے شاہ اسمٰعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی۔ علمائے بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین و مددگار اور ہمنوا تھے۔[۳]

(ب) "مولانا بریلوی فکری اعتبار سے مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا محبوب علی دہلوی اور مولانا فضل رسول بدایونی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول الذکر ہر دو حضرات تو خانوادۂ ولی اللہی کے نامور ارکان ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے علماء فرنگی محل (لکھنؤ) سے استفادہ و استفاضہ کیا ہے۔"[۴]

---

[۱] ص ۱۲۸ تا ۱۴۰۔ مفتی صدر الدین آزردہ از پروفیسر اصلاحی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی۔

[۲] ص ۴۰ شمع توحید، از ثناء اللہ امرتسری مطبوعہ سرگودھا۔ پاکستان۔

[۳] ص ۵۵ بعنوان اردو میں مذہبی ادب۔ اردو نامہ کراچی شمارہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء۔

[۴] ص ۹۱ جہان رضا۔ مطبوعہ پبلی کیشنز لاہور۔

حکیم عبدالحئی رائے بریلوی، پروفیسر محمد ایوب قادری اور پرواز اصلاحی کی تحریر کے مطابق علماء احناف میں مفتی صدرالدین آزردہ، مفتی سعداللہ مرادآبادی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی و حضرت مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کے متبعین کی جماعت تقلید حنفیت پر سختی سے قائم ہے اور اس کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کرسکتی۔

سید سلیمان ندوی کا تحقیقی تجزیہ بھی یہی ہے کہ عموماً بریلی اور بدایوں ہی کے علماء کرام اپنی قدیم روش پر قائم ہیں، اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اہل حدیث عالم ثناء اللہ امرتسری نے صدیوں بیشتر تک اس جماعت کا سلسلہ جوڑتے ہوئے خود ہی اس حقیقت کا اعتراف کرلیا کہ امرتسر میں (بالخصوص اور ہندوستان کے طول و عرض میں بالعموم) مسلمانوں کی غالب آبادی عقیدہ و خیال کے اعتبار سے وہی تھی جسے عرف عام میں آج کل حنفی بریلوی کہا جاتا ہے۔

حضرت فاضل بریلوی اور دوسرے علماء اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں کہ دیگر حضرات کی طرح ہم نے کتاب و سنت میں اپنی عقل و قیاس کو دخل نہ دیا اور نہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے خلاف کوئی نئی راہ نکالی بلکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سلف صالحین کے طریقہ پر گامزن ہیں اور انہیں ہی اپنا دینی و روحانی مقتدا و پیشوا مانتے ہیں، یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور ہماری ہزاروں کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں۔

اور موافق و مخالف و قدیم و جدید ہر طبقہ میں یہ بات مسلم ہے کہ اس دور اخیر میں حنفیت کے سب سے بڑے علم بردار، امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ دہلی، لکھنؤ، رام پور، خیرآباد، بدایوں وغیرہ دینی و روحانی مراکز اہل سنت کی وراثت بریلی کے حصے میں آئی۔ اور یہی مبارک و مسعود مرکز اس دور اخیر میں سنیت و حنفیت کا سب سے بڑا علم بردار بن گیا۔

مشہور دیوبندی عالم محمد یوسف شاہ بنوری کراچی کے والد بزرگوار مولانا سید زکریا شاہ بنوری پشاوری نے ایک مجلس میں فرمایا۔

۱۔ اگر رب تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہوجاتی۔[1]

---

[1] مکتوب تاج محمد پشاوری محررہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ بنام پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی۔

ایک مجلس مذاکرہ منعقدہ ۶ فروری ۱۹۶۹ء کراچی (زیر صدارت پروفیسر شاہ فرید الحق) میں پاکستان کے مشہور و ممتاز محقق اور ادیب و صحافی سجاد میرٹھی نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کو اپنا امام و پیشوا مانتا ہوں، اور وہ میرے خیال میں اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ تھے۔ کیوں کہ انہوں نے سواد اعظم کے نظریات کو مجتمع کیا، اور اپنی جانب سے کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کی اپنی مرضی سے تعبیر و توضیح پیش کی، بلکہ اجماع امت کے نظریہ کے تحت بعینہ اسی نظریئے کی وضاحت کی جو کہ سواد اعظم اور امام اعظم ابو حنیفہ کا نظریہ تھا۔[۱]

جماعت اسلامی کے ترجمان ماہنامہ "الحسنات" رامپور نے اس سلسلے میں اپنی رائے پیش کی ہے۔

۳۔ یہ خیال درست نہیں ہے کہ احمد رضا خاں نے دین اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی ہے، البتہ یہ درست ہے کہ علماء کی اس جماعت کو عرف عام میں احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت کی بناء پر بریلوی کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے احناف سے بعض مسائل میں اختلاف کی بناء پر ان کا الگ تشخص قائم ہو گیا۔[۲]

صحیح راہ اور صائب رائے وہی ہے جو حضرت فاضل بریلوی نے فقہی مسائل میں پیش فرمائی۔ ہاں! "دوسرے احناف" نے خود اختلاف کیا اور اپنی ایک الگ رائے قائم کی جس کی وجہ سے ان کا الگ تشخص قائم ہو گیا۔

علمائے فرنگی محل، رام پور اور بدایوں سے حضرت فاضل بریلوی کا دینی و علمی رشتہ اور کامل وابستگی مندرجہ ذیل صورت میں بھی واضح اور ظاہر و باہر ہے۔

۱۔ امام احمد رضا، سید آل رسول مارہروی تلمیذ مولانا نور فرنگی محلی تلمیذ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی رحمہم اللہ۔

۲۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی، تلمیذ مولانا نور فرنگی محلی کی مشہور کتاب "المعتقد المنتقد" پر نہایت عالمانہ حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔

۳۔ مولانا عبد القادر بدایونی (بن مولانا فضل رسول بدایونی) تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی تلمیذ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی (بن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) اور فاضل بریلوی کے درمیان بڑے

---

[۱] ص ۳۰ کالم ۳ شمارہ ۸ جلد ۱۴۔ مارچ ۱۹۶۹ء ماہنامہ فیضان فیصل آباد۔

[۲] ص ۵۴، ۵۵ شخصیات نمبر سالنامہ ۱۹۶۹ء

گہرے تعلقات تھے۔

۴۔ رام پوری علماء میں علامہ عبدالعلی رام پوری آپ کے استاد تھے۔ مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری کی کتاب "اعلام الاذکیاء" پر عائد شدہ الزامات کے جوابات مکہ مکرمہ میں ۱۳۲۳ھ میں مولانا صالح کمال کو فاضل بریلوی نے عنایت فرمائے تو انہوں نے اپنا وہ کاغذ چاک کر ڈالا جس پر اعتراضات لکھ کر لائے تھے۔ پھر الدولۃ المکیۃ کے نام سے عربی میں تحقیقی و تفصیلی جواب تحریر فرمایا جس پر علماء حرمین نے تصدیقات و تقریظات لکھیں۔

اسی لئے صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ فاضل بریلوی نے، آل انڈیا سنی کانفرنس (منعقدہ ۱۹۴۵ء) کی تاسیس اوّل کے موقع پر اس سلسلۂ خیر و برکت اور شجرۂ طوبیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سُنّی کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

"سُنّی وہ ہے جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفائے راشدین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحرالعلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مسلک پر ہوں رحمہم اللہ تعالیٰ" لہ

لہ ص ۹ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء

عشقِ رسُول

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما　　　اے دوائے جملہ علتہائے ما

سرزمین ہند کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ عاشق رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ ملت طیبہ طاہرہ کے ایک ایسے وفا شعار محب صادق تھے کہ انہوں نے فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و وارفتگی ہی کو اصل الاصول قرار دے کر زندگی کا لمحہ لمحہ یاد محبوب میں قربان کر دیا اور اضطرابِ دل بڑھا تو حکیم و طبیب ان کے زخم جگر کا علاج کیا کرتے کہ سوز دروں اور آہ گرم سے ایسا دھواں اٹھا جس میں حرارتِ عشق سے بوئے کباب آنے لگی۔ ؎

تو نے تو کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج　　　آج کے دود آہ میں بوئے کباب آئی کیوں؟ (رضا)

اور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے ذکر و فکر میں آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ اس میں خونِ جگر کی آمیزش نظر آنے لگی۔ مگر پھر بھی آرزوئے بیتاب کا عالم دیدنی ہے۔ ؎

دل کھول کے خوں رولے غم عارض شہ میں　　　نکلے تو کہیں حسرت خونابہ شدن پھول (رضا)

داغ دل جب مہر نیم روز کی طرح چمک اٹھا تو اس کی شعاعوں کو یاقوت و مرجان سے زیادہ قیمتی سمجھنے لگے۔ اور اس دردِ محبت پہ اتراتے ہوئے بے تابی شوق میں پکار اٹھتے ہیں۔ ؎

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا　　　جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں؟ (رضا)

عاشقِ مصطفےٰ کے وجد و شوق اور ذوقِ فدائیت کا یہ عالم ہے کہ جس سر میں رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا سودا نہ سمایا ہو اور جو دل ان کی یاد سے خالی ہے آپ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت ہی نہیں ؎

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا　　　سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا (رضا)

اور دیار حبیب کی کشش ہے کہ کشاں کشاں ان کے جان و دل اور ہوش و خرد ہر ایک کو محبوبِ

کردگار کے قدموں میں ڈال دیتی ہے ؎

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے ‏ تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا (رضا)

حظیرۃ القدس کی زیارت کو پہنچتے ہیں تو تنہا نہیں بلکہ اس سفرِ شوق میں ساری کائنات کو شریک سفر بنانے کا جذبۂ بیکراں چشمۂ سیال کی طرح ان کے ایک ایک لفظ سے امنڈتا ہوا دعوتِ عام دیتا نظر آرہا ہے ؎

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو ‏ کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو (رضا)

اور نبضِ حیات ڈوبنے کے بعد بھی انہوں نے اپنے نگار خانۂ دل میں ایسی روشن اور درخشندہ و تابندہ شمع فروزاں کر رکھی ہے کہ اس معراجِ عشق پر کونین کی ساری عظمتیں قربان ہو جائیں ؎

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے ‏ اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے (رضا)

ان کے دلِ دیوانہ کی آخری تمنا بھی کتنی حسین اور قابلِ صد رشک ہے ؎

یا الٰہی! جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے ‏ دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

واللہ! اس جذب و مستی، سرشاری و وارفتگی پر تو یہ سارا عالم ہی نہیں بلکہ کروڑوں جہان قربان کیے جا سکتے ہیں۔ کتنا والہانہ انداز اور ایمان افروز دیوانگی ہے یہ۔ شیفتگی و نیازکیشی اور ذوقِ فدائیت اپنے پورے شباب پر ہے ؎

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا ‏ لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں (رضا)

ربِ قادر و قیوم اس قلبِ مضطر پر صبح و شام اپنی رحمت و غفران کی موسلا دھار بارش برسائے جو عشقِ محمدی کے سوز و ساز میں مدت العمر آتشِ مجمر کی طرح سلگتا رہا۔ اور داغہائے عشقِ احمدی کی تجلیات سے جس کا مرقدِ مبارک آج بھی روشن و منور ہے اور ابد الآباد تک اس عاشقِ رسول کی کتابِ زندگی سے سینۂ مومن کو عشق و محبتِ رسول کی گراں مایہ سوغات ملتی رہے گی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عاشقِ رسول کے فیضِ صحبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے بوستانِ عشق و وفا کا ہر خوشہ چیں اپنے قلب میں ایسا کیف و سرور محسوس کرتا جس کی لذت روح تو محسوس کر سکتی ہے مگر الفاظ و معانی اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

رو کش مشک ختن ہے بوئے بستانِ رضا ‏ رشکِ طوبیٰ ہے ہر اک نخلِ گلستانِ رضا

سلطانِ عشق کی ایک نگاہ کیمیا اثر جب ان کے دریوزہ گروں پر پڑ جاتی تو جمالِ محبوبِ خدا کی دلربائی کا نقشہ دل و دماغ کے ایک ایک رگ و ریشہ میں اس طرح رچ بس جاتا کہ کسی پہلو انہیں چین نہ لینے دیتا اور زبانِ حال سے شمعِ سحر کی زبانِ سوختہ بھی پکار اٹھتی کہ چشمِ بصیرت ہو تو دیکھو کہ حقیقت میں یہی دیوانگانِ میخانۂ حجاز اور یہی عاشقانِ سوختہ رونقِ بزمِ کون و مکاں ہیں۔

ملیحِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا ہر زخمِ جگر ایک نمک دان ہونے کی فریاد کرتا ہے۔ جو آہ و فغاں اور نالہ و شیون نہیں کرتے بلکہ صبر و شکیب کا دامن تھام کر اس دولتِ عشق پر یوں ناز کرتے ہیں؎

دل بستہ۔ بیقرار جگر چاک۔ اشک بار   غنچہ ہوں۔ گل ہوں۔ برق تپاں ہوں سحاب ہوں (رضا)

خرمنِ علم و فضل کے خوشہ چینوں اور میکدۂ عشق و عرفان کے میکشوں کے اندر آپ بادۂ عشقِ رسول کی حرارتیں اس طرح منتقل کرتے رہے کہ ان کی روح بھی تر و تازہ اور شاداب ہو گئی۔ اور ان کا سینہ ایسا صاف و شفاف ہوا کہ عظمتِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کا مدینہ بن گیا۔ چنانچہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"حضرت (مولانا وصی احمد) محدث صاحب (سورتی) اور اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب (اشرفی) کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرفِ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی (رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد ان کا تذکرہ ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔

"سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی۔ بلکہ وہ ایمان جو مدارِ نجات ہے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں۔ اسی لئے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو میں اپنے لئے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں"[1]

علم یقیناً ایک بڑی دولت ہے جو اصحابِ علم کو فکر و نظر اور بصیرت و بصارت سے نوازتی ہے۔ اور بیعت و ارشاد بھی صفائی باطن کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے جس سے قلب و نگاہ دونوں کو بیک وقت طہارت و پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ اور اس سے خلقِ خدا کی روحانی تشنگی سیراب ہوتی ہے۔ لیکن نغمۂ عشقِ رسول

---

[1] ص ۶۵ حیاتِ اعلیٰ حضرت اوّل۔

کے جذب و کشش اور اس کی قوت تاثیر کا کیا پوچھنا کہ وجدان عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور اس نوائے لاہوتی سے مرد مومن کی روح جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار نے عاشق مصطفیٰ اور ان کے دیار عشق و وفا کا ذکر کس والہانہ انداز میں کیا ہے۔

"آپ کی طبیعت میں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ لگن بس رہی تھی اور عشق مدینہ کی جو مستی دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی اس کا ہی اثر تھا کہ آپ نے تحصیل علم کے دوران ایسے اساتذہ کو چنا جن کا جسم ہند میں تھا اور روح روضۂ انور کی جاروب کشی کرتی تھی۔ آپ کو جہاں کہیں بھی کسی محب رسول عالم دین کی خبر پہنچتی آپ وہیں جا پہونچتے۔

بریلی شریف میں جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گلستاں کھلا ہوا تھا جہاں عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلاب مہکتے تھے۔ مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلدستے سجائے جاتے تھے۔ فضاؤں میں منقبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نغمے گونجتے تھے جب اس باغ کی خوشبوئیں آپ کے دماغ تک پہنچیں تو دل بے تاب ٹھہر نہ سکا روح مضطرب ہوگئی۔ آپ بے اختیار اس کوچے میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے کا درس دیا جاتا تھا۔ نگاہوں سے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجلیاں بھری جاتی تھیں۔ بریلی کے در و دیوار سے وارفتگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی تھی۔

آپ وہاں بصد ادب و نیاز پہنچے اور اس کے در پہ حاضر ہوئے جس کا سینہ سوز و گداز اویس قرنی کا پرتو تھا۔ آنکھوں میں جامی کی التجاؤں کا انداز تھا۔ دل میں صدیق کی تڑپ کی جھلک تھی۔ ماتھے کی وسعت پہ رازی کا گمان ہوتا تھا۔ چہرہ کی سادگی سے رومی کا جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔

غرض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی شخصیت کیا تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ گزرے ہوئے عشاق کی پریشاں ادائیں ایک جگہ مجتمع ہوگئی ہیں۔[۱]

سارے جہان میں دھوم تھی کہ بریلی کی سرزمین عشق و عرفان کی راجدھانی ہے۔ وہاں محبت کے چشمے اُبلتے ہیں۔ جس کے آب زلال سے روح ایمان سیراب اور گلشن دین تر و تازہ ہو اٹھتا ہے۔ اور جس کے شاداب گلوں کی خوشبو اور ان کی رعنائی و برنائی سے ہندوستان کا ایک ایک خطہ رشک فردوس بن گیا ہے۔

---

[۱] ص ۱۵ حیات استاذ العلماء، مطبوعہ سرگودھا۔

شوال ۱۳۵۲ھ مطابق جنوری ۱۹۳۴ء میں علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کے درمیان مسئلہ علم غیب کے سلسلے میں مسجد وزیر خاں لاہور میں ایک مناظرہ ہونا طے پایا تھا جو فریق مخالف کی شاطرانہ چالوں کی نذر ہوگیا۔ اس کی رپورٹ کا ایک حصہ پروفیسر محمد علی ایم۔ اے۔ بی۔ ای۔ ایس ریٹائرڈ لاہور کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

"اسی دوران حاجی شمس الدین مرحوم جو حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ایک روز علامہ اقبال مرحوم کو لے کر صدر دفتر حزب الاحناف (لاہور) میں آئے۔ اس وقت وہاں پر مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر فاضل بریلوی) اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

۔۔۔ اقبال کے سامنے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ (خلیفہ فاضل بریلوی) نے ان مسائل متنازعہ پر ایسی واضح مدلل تقریر فرمائی کہ تمام مجمع ششدر رہ گیا۔ اور علامہ اقبال بے تاب ہو کر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ گھگی بندھ گئی۔

جب مجلس برخاست ہوئی تو علامہ (اقبال) مرحوم نے نہایت عقیدت وارادت اور پوری گرم جوشی کے ساتھ حضرت مولانا (دیدار علی) رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف کی اور آپ کی شانِ والا میں یہ ناقابل فراموش الفاظ بیان کئے کہ "ایسا عاشق رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو دیکھنے میں نہیں آیا۔"[1]

عاشق رسول حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء و تلامذہ بھی ان کے مکتب عشق سے نکلے تو اکناف ہند میں پھیل کر اس نرالی اور انوکھی تعلیم کا اس طرح چرچا کیا کہ دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگا۔ روح وجد کر اٹھی۔ مسلم آبادیوں میں عشق مصطفیٰ کے پرچم لہرانے لگے۔ اور تقدیس رسالت کی ایسی تحریک چلائی کہ عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف مبغوض نگاہیں اٹھانے والے خود اپنی ہی نظر میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ اور مسلم معاشرے میں انہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ دیوانگانِ رسول سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر پیغام عشق کو عام و تام کرتے رہے جس سے دیدہ و دل ان کے لئے فرش راہ ہو گئے اور ہر طرف سے ملی جلی آواز ابھرنے لگی۔ "ایسا عاشق رسول مقبول تو دیکھنے میں نہیں آیا۔"

اب کچھ بزرگ شخصیتوں کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیں جو خود اسی کیفیت عشق میں سرشار و مست

---

[1] ص ۱۴، ماہنامہ رضوان لاہور ستمبر ۱۹۶۲ء

مئے الست ہیں۔ شیخ طریقت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خاک پا کے برابر بھی نہیں کیوں کہ فقیر کے عقیدے میں مذہب کی بنیاد عشق رسول پر ہے اور عشق رسول کی بنیاد ادب پر ہے۔ مولانا بریلوی کو ذات رسول سے بے پناہ عشق تھا۔"[1]

حضرت مولانا مفتی سید حامد جلالی دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

وہ (فاضل بریلوی) فنافی عشق رسول کریم تھے۔ اپنے محبوب کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر ان کے عشق کے سمندر کا ایک قطرہ بھی ہمیں میسر ہوتا تو ہم اسے عین حقیقت اور الفت و مودت کہتے، قدس سرہٗ ویرد مضجعہ[2]

ضیاء المشائخ حضرت محمد ابراہیم فاروقی مجددی شور بازار کابل افغانستان کا ایمان افروز تاثر ہے کہ۔

"مولانا احمد رضا خاں قادری حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور آں حضور کی محبت میں سرشار تھے ان کا دل عشق محمدی کے سوز سے لبریز تھا چنانچہ ان کے نعتیہ کلام اور نغمات اس حقیقت پر شاہد عادل ہیں۔ مولانا کے اس کلام نے مسلمان مردوں اور عورتوں کے دلوں کو عشق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس نور سے روشن کر دیا ہے"[3]

حضرت صاحبزادہ ہارون الرشید دربار عالیہ موہڑہ شریف اس شمع عشاق کے بارے میں بیان فرماتے ہیں

"اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر قول اور ہر فعل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح لبریز معلوم ہوتا ہے گویا خالق کل نے آپ کو احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے لیے شمع ہدایت بنایا ہے تاکہ پر مشتمل اس جادہ پہ چلنے والوں کو تکمیل ایمان کی منزل سے ہم کنار کر سکے"[4]

حضرت صاحبزادہ محمد طیب دربار عالیہ قادریہ شتالو شریف سری کوٹ ضلع ہزارہ نے کس عمدگی کے ساتھ کیفیت دل کا اظہار فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام سننے سے ہر صاحب ایمان وجد میں آجاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ جس شخص کی

---

[1] ص ۱۰۳ مرآۃ النعت شیخین مطبوعہ لاہور۔

[2] ص ۷ فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور طبع چہارم۔

[3] ص ۸ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور۔

[4] ص ۲۷۔ ایضاً۔

زبان پر یہ کلام جاری ہوا اس ہستی کی کیا کیفیت ہوگی۔ لاریب آپ کو فنافی الرسول کا مقام حاصل تھا۔[۱] ذکر و فکرِ محمدی میں شب و روز کے لمحات گزارنے والے اور پاکیزہ قلب و نگاہ رکھنے والے بھی بالاتفاق جسے عاشقِ رسول کے خطاب سے نوازیں۔ اس کے عشق کی سرفرازی کا کیا کہنا۔ ع

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آخر میں کچھ جدید علماء و مفکرین اور دانش وروں کی رائے بھی پیش خدمت ہے۔ ع

کہ ان کے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا

مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے بمبئی کی ایک مجلس میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا تھا۔

"مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشقِ رسول گزرے ہیں"[۲]

بانیِ جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نائب مولانا غلام علی صاحب حضرت فاضل بریلوی کی چند تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ "جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"[۳]

اسی طرح مولانا کوثر نیازی کا بھی فیصلہ ہے کہ

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشقِ رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔"[۴]

مشہور ادیب و نقاد نیاز فتح پوری کا فنی تجزیہ ہے کہ۔

"میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے، ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔"[۵]

شہرۂ آفاق محقق ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ:

"وہ بلاشبہ جید عالم متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیعہ سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشقِ رسول کا۔"[۶]

---

[۱] ۳۱۔ ایضاً۔ [۲] ص ۱۲۴ تحقیقات مطبوعہ الہٰ آباد۔

[۳] ص ۱۲۴ ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء [۴] ص ۲۹ تقریب اشاعت ارمغان نعت کراچی ۱۹۷۵ء

[۵] ص ۲۸ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی نومبر ۱۹۷۵ء [۶] ص ۲۵ پیغامات یوم رضا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی کہتے ہیں۔

" مولانا احمد رضا بریلوی کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل و کمالات سے بڑھ کر ہے وہ ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی تصنیفات و تالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حُبِّ رسول ہے۔ ترجمہ قرآن کریم ہو یا تشریح احادیث یا فقہ کی باریک بینی ہو یا شریعت و طریقت کی بحث یا نعتیہ شاعری، ہر جگہ عشقِ رسول کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے "[1]

پروفیسر کرار حسین وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ لکھتے ہیں۔

" میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم و عمل میں عشق رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین ایک جسد بے روح ہے "[2]

سابق مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

" ان (مولانا احمد رضا بریلوی) کا دل چونکہ عشقِ نبوی میں کباب تھا اس لیے نعت میں خلوص اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات کے نہیں پیدا ہو سکتا "[3]

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

" حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ذکر و فکر، قول و عمل سب پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق غالب تھا "[4]

" عاشقِ رسول " ہونے کی عظیم سعادت اور رتبہ ایسا ہے جس کے لیے محض توفیق ایزدی درکار ہے، اور فکر صحیح و ذوقِ سلیم رکھنے والا ہر صاحب فضل و کمال اس بات کا معترف ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا قلب یقیناً توفیق ایزدی اور انعام ربانی کا حامل تھا۔ کیوں کہ اس کے بغیر عشق کی کسی ارجمندی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کتنی سچی اور حقیقت افروز بات کہی ہے کسی شاعر بلند نظر نے ؎

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

---

[1] ص ۳۴ معارف رضا جلد چہارم مطبوعہ کراچی۔ [2] ص ۸۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور۔

[3] ص ۲۰۔ ایضاً۔ [4] ص ۷۷۔ ایضاً

نعتیہ شاعری میں

عظمتِ فکر و فن اور عشقِ رسول کی انفرادیت

نعت گوئی ایک نہایت مقدس اور پاکیزہ صنفِ شاعری ہے جس میں وارداتِ قلب کو اس کی صحیح کیفیات کے ساتھ شعر کے قالب میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں عام اصنافِ سخن کی طرح آزادی نہیں ہوتی بلکہ شرعی حدود کی پابندی شرطِ اولین اور ادب و احتیاط کا دامن تھامے رہنا ازحد ضروری ہوتا ہے۔

حضرت رضا فاضل بریلوی اپنا مسلکِ شعری اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو ہاں! شرع کا البتہ ہے جنبہ[1] مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکمِ مولیٰ کے خلاف لوزینہ[2] میں سیر[3] نہ بھایا مجھ کو

ایک علمی مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

"سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا۔ مولانا کافی (مرادآبادی) اور حسن میاں مرحوم (بریلوی) کا کلام ——— اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔

البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظ رعنا کا اطلاق جابجا ہے۔ اور یہ شرعاً محض ناروا و بیجا ہے مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔

حسن میاں[4] مرحوم کے یہاں بفضلہ تعالیٰ یہ بھی نہیں۔ ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتادیئے

---

[1] پاس و لحاظ۔ [2] بادام کا حلوہ [3] لہسن۔

[4] مولانا حسن رضا خاں بریلوی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) حضرت فاضل بریلوی کے چھوٹے بھائی اور داغ دہلوی کے مشہور شاگرد تھے۔ ہندوستان کے مشاہیر نعت گو شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شاعری پر مولانا حسرت موہانی (م ۱۹۵۱ء) نے اردوئے معلیٰ علی گڑھ شمارہ جون ۱۹۱۲ء میں ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔ اختر۔

سکتے۔ ان کی طبیعت میں اس کا رنگ ایسا رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اعتدال پر صادر ہوتا۔ جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔ ایک غزل میں یہ شعر خیال میں آیا۔

خدا کرنا ہوتا جو تحتِ مشیت　　خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے۔ یہ شرطیہ ہے۔ جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ط اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر رحمٰن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔

ہاں! شرط و جزا میں علاقہ چاہئے۔ وہ آیۂ کریمہ کی طرح یہاں بھی بر وجہ حسن حاصل ہے۔

بلاشبہ جتنے فضائل و کمالات خزانۂ قدرت میں ہیں سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ویُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ۔ اللہ اپنی تمام نعمتیں تم پر پوری کرے گا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔ ؎

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد براو تمام

غرض! ہندی نعت گویوں میں ان دو کا کلام ایسا ہے۔ باقی اکثر دیکھا گیا ہے کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے۔ . . . . . .

اور حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں ایک طرف راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں۔ اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ ملخصاً[۱]

حضرت رضا نے اپنی شاعری میں ہر قدم پہ احکامِ شریعت کو ملحوظ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کلام سے نہایت محظوظ نظر آتے ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ　　بیجا سے ہے "المنۃ للہ" محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی　　یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

ایک دوسری رباعی میں نقشِ قدم حسان (رضی اللہ عنہ) کی پیروی اس طرح فرماتے ہیں۔

---

[۱] الملفوظ دوم ۔ ۴۱ ۔ ۳۹

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے — افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو — نقشِ قدمِ حضرتِ حسّاں بس ہے

اور سگِ حسانِ عرب ہونے کی تمنا کا ذکر بھی کس وارفتگی کے ساتھ فرماتے ہیں۔

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں — کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

پاسِ شرع ہی کا یہ فیض ہے کہ آپ کے اشعار پر کوئی شرعی گرفت نہیں ہوتی اور شعری عیوب و نقائص سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ پورا دیوان ملاحظہ کریجیے۔ ایک ایک شعر کا مطالعہ کر جائیے۔ انشاءاللہ یہ عاشقِ رسول مدح حبیب کبریا میں احکامِ شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلو و اغراق اور بیجا سے محفوظ و مامون نظر آئے گا۔ خود فرماتے ہیں۔

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے
لا اُسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

شاعری تو محض کیفیات دل کی ترجمان ہے ورنہ اصل مقصود تو ذکرِ حبیب ہے۔ سرخیل نعت گویاں ہو کر بھی کہیں عجز و انکسار کے ساتھ اعتراف نقص بھی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے ؎

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں — شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو — ہاں! یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

لیکن میرا خیال یہ ہے کہ صنعت کے آنے کا تو یہ حال تھا کہ اگر صرف شاعری ہی کی طرف آپ نے توجہ فرمائی ہوتی تو بلا مبالغہ رشکِ میر و غالب اور فخر ذوق و ظفر ہوتے مگر توفیق ایزدی شامل حال رہی اور آپ نے ایک سچے اور پاکباز مومن کی طرح اپنے دامنِ شرع و تقویٰ پر کھوکھلی شاعری کا داغ نہ لگنے دیا۔

مرزا غالب نے اپنے محبوب کی بیوفائی کا شکوہ اس انداز سے کیا کہ کوچۂ حبیب ہی میں آمد و رفت ترک کر دینے کی نصیحت کر ڈالی۔

ہاں! وہ نہیں وفا پرست. جاؤ وہ بیوفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟

طرزِ ادا کے بانکپن سے کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن اسی زمین میں حضرت رضا کا بھی ایک شعر اصحابِ ذوق کی خدمت میں نذر ہے جسے حضرت رضا نے یوں کہتے ہے اس طرح بدلا کہ کوئی عاشق زار سنے تو اس کی

گلی میں ایسا بستر جمائے کہ مرتے دم تک اٹھنے کا نام نہ لے۔ نعت اور غزل دونوں کا حسن سمٹ آیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں　　دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

ایک اور شعر ہے ؎

سنگ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے　　جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں

غالب کا عشق شاید حقیقی نہ تھا۔ کیوں کہ اگر واقعی اس کا دل بادۂ محبت سے سرشار ہوتا تو اسے ہرگز یہ شکوہ نہ ہوتا کہ عشق ہی نے اسے نکما بنا ڈالا۔ ورنہ آدمی تو وہ کام کا تھا۔ اسی لئے کہنے والوں نے کہا ہے کہ وہ محض جھوٹی اور نمائشی محبت کا قائل تھا۔ اور اس کی طلب بھی صادق نہ تھی۔ تاہم بقول خویش وہ اپنے خیال محبوب کی یاد میں گم ہے اور اتنا کہ ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی　　کچھ ہماری خبر نہیں آتی

عشقِ صادق اور کمال سخنوری کی داد دیجیے کہ حضرت رضا وارفتگیٔ شوق میں ایسے بے خبر ہوئے کہ خبر کو بھی خبر نہ ہونے دیا۔ فرماتے ہیں۔

ایسا گما دے ان کی رضا میں خدا ہمیں　　ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

داغ دہلوی نے ہوش وخرد سے اتفاق کیا تو ایسا کہ عشق وجنوں کی ستم رانیوں سے پناہ مانگتے ہی بنی۔

عشق وجنوں سے مجھ کو لاگ، ہوش وخرد سے اتفاق
پر یہ کہوں تو کیا کہوں، میں نے ستم اٹھائے کیوں

لیکن ایک عاشق صادق تو فزونیٔ عشق کی دعا کرکے اپنے زخمی دل کے درد کی دوا نہیں بلکہ نازِ درد اٹھانا چاہتا ہے۔ حضرت رضا کے شب تاب جگر کا یہ حوصلہ ہے۔

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

امیر مینائی اردو کے مشہور نعت گو شاعر ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

اے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو　　دل میں ہزار درد اٹھے آنکھ تر نہ ہو

لیکن آنکھ بھی کیوں تر ہو حضرت رضا کا عشق تو جگر کو بھی خبر نہیں ہونے دیتا۔

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

مولانا محمد علی جوہر قبر کی پہلی رات میں شمعِ ایمان کو روشن رکھنے کی دعا کرتے ہیں۔

شمعِ ایماں کو خدا روشن رکھے قبر میں جوہر کی پہلی رات ہے

اور حضرت رضا ہیں کہ وہاں بھی عشقِ رسول کا ایمان افروز چراغ خود لے کر پہنچ رہے ہیں۔

لحد میں عشق رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

تو یہ ذکر ہے اس کا جس کے عشقِ جہاں تاب کا چراغ مہد سے لحد تک روشن رہا اور عمر

کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں اسے۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، روی تھی کیا کیسے قافیے تھے (رضا)

انہوں نے تو اسی سے جذبۂ عشق و محبت کے اظہار کا کام لیا ہے۔ اور عشق ہی تو حاصل زندگی ہے یہ نہ ہو تو حیات کا لمحہ لمحہ بے کیف۔ حتیٰ کہ طاعت و عبادت بھی سوز و گداز سے خالی اور محروم حلاوت ہی رہتی ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے۔

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد میں نخوت کے سوا
شغل بے کار ہیں سب ان کی محبت کے سوا

○

عشقِ رسول آپ کی زندگی کا ماحصل ہے جس کا اعتراف اپنے پرائے سب نے کیا۔ سرشاری و وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کا دل عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول کے شعلۂ سوزاں میں تپ کر کندن اور فیضانِ الٰہی کا مخزن ہو گیا تھا۔ فرماتے ہیں۔

"بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ نقش ہو گا۔"

عشقِ صادق ہی کا کرشمہ ہے کہ نازک سے نازک موڑ پر اس نے آپ کی دستگیری کی اور حدود و شرع

میں ادب کی سچی راہ دکھائی۔ کتنی ہشیاری کے ساتھ جذبۂ عشق کا اظہار کیا ہے۔ اور احتیاط کا عالم یہ ہے کہ۔

پیش نظر وہ نوبہار سجدہ کو دل ہے بیقرار — روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے
اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں — اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ نعتیہ شاعری بہت مشکل کام ہے۔ اوپر بڑھے اور حد سے تجاوز کیا تو شانِ الوہیت میں تنقیص کا خطرہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایمان رخصت ہو جائے گا اور نیچے کا رُخ کیا تو تنقیصِ رسالت کا خطرہ سر پہ دودھاری تلوار بن کر لٹکنے لگتا ہے۔ جیسے خواجہ الطاف حسین حالی نے کہا۔

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی — کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

کسی مجہول شاعر کا ایک شعر ہے۔

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے — خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

ایلچی کہنا اہانت و سوء ادب ہے۔ اور معاذ اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا جاننا بھی کھلا ہوا کفر ہے۔
حضرت رضا کا کلام الحمد للہ اس طرح کی افراط و تفریط سے پاک ہے جس طرح ان کی نثر عالمانہ و محققانہ ہوا کرتی ہے نظم بھی جنچی تلی ہوتی ہے۔ ان کی فقہی حیثیت چوں کہ تمام علوم و فنون پر بھاری ہے اس لئے ان کا شعری مجموعہ "حدائق بخشش" بھی ہر طرح سے مستند اور قابل اعتماد ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس میں شاعرانہ خوبیاں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان اشعار کو پڑھئے اور دیکھئے کہ قرآن و حدیث اور اخبار و آثار کے انوار و تجلیات سے کس طرح ان کی شاعری کا گوشہ گوشہ روشن و منور ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى — حق بمودت چہ پاسداریہا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
غنچے مَا اَوْحٰی کے جو چٹکے دَنیٰ کے باغ میں — بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں
لَیْلَةُ الْقَدْرِ میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
معنیٔ قَدْ رَاٰی مقصد مَا طَغٰی — نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام
رحمۃٌ للعالمین تیری دہائی دب گیا — اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

ان اشعار میں قرآنی تلمیحات کا استعمال کس خوبی سے کیا گیا ہے کہ غنچۂ دل چٹک جائے۔
بارگاہ علم کا اندازہ کیجئے۔ اور ساتھ ہی اس پر نظر رکھئے کہ کس خوبی اور روانی سے اس کے مضامین

باندھے گئے ہیں جن سے محبت رسول کے جذبہ بیکراں کے سوتے ابلتے ہیں کہ روح انسانی سیراب ہو کر جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ احادیث کریمہ کی تلمیحات میں کیا فراوانی ذوق وشوق ہے۔ فرماتے ہیں۔

کھلے کیا راز محبوب و محب مستانِ غفلت پر ۔۔۔ شراب قد رأی الحق زیب جام من رآنی ہے
مَنْ زَارَ تُرْبَتِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی ۔۔۔ ان پر درود جن سے نوید ان بشریٰ ہے
یہ پیاری پیاری کیاری ترے خانہ باغ کی ۔۔۔ سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے

تلمیح قرآن وحدیث دونوں کا ایک ہی شعر میں اجتماع بھی کیا زیب دیتا ہے۔

ان پر کتاب اتری بیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ ۔۔۔ تفصیل جس میں مَا عَبَرَ وَمَا غَبَرَ کی ہے
نہ عرش ایمن نہ اِنِّی ذَاهِبٌ میں میہمانی ہے ۔۔۔ نہ لطف اُدْنُ یَا اَحْمَدُ نصیب لَنْ تَرَانِی ہے

وجہ وجود کائنات فخر تکوین و ایجاد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت رضا نے ایک نعت لکھی ہے۔ الفاظ کی نشست و برخاست۔ طرز ادا کی دلکشی اور صوتی حسن کا ایک آبشار ہے جو لہریں لے رہا ہے۔ ایک نغمہ ہے کہ بربط حیات کے تار جھنجھنا اٹھتے ہیں۔

زمین و زماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم۔ رسول حشم۔ تمام امم۔ غلام کرم
وجود و عدم۔ حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم و نجی۔ مسیح و صفی۔ خلیل و رضی۔ رسول و نبی
عتیق و وصی۔ غنی و علی۔ ثنا کی زباں تمہارے لئے

اصالت کل۔ امانت کل۔ سیادت کل۔ امارت کل
حکومت کل۔ ولایت کل۔ خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک۔ تمہاری دمک۔ تمہاری جھلک۔ تمہاری مہک
زمین و فلک۔ سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

وہ کنزِ نہاں۔ یہ نور فشاں۔ وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ ہر تن و جاں۔ یہ باغ جناں۔ یہ سارا سماں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر۔ یہ شام و سحر۔ یہ برگ و ثمر۔ یہ باغ و شجر
یہ تیغ و سپر۔ یہ تاج و کمر۔ یہ حکم رواں تمہارے لئے

جناں میں چمن۔ چمن میں سمن۔ سمن میں پھبن۔ پھبن میں دلہن
سزائے محن پہ ایسے منن۔ یہ امن و اماں تمہارے لئے

عطائے ادب۔ جلائے کرب۔ فیوض عجب۔ بغیر طلب
یہ رحمت رب ہے کس کے سبب۔ برب جہاں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

لفظ و بیان کے پیچ و خم اور حقیقت و معنیٰ کا ایک ترانہ شوق ہے کہ وجود کا ذرہ ذرہ سحاب سرمدی کی سرشاریوں میں ڈوب گیا ہے۔

حضرت رضا کا طائر بلند پرواز اگر ایک طرف زمزمہ و پرویں سے خراج سرفرازی وصول کر رہا ہے تو دوسری طرف ان کے قلب سلیم پر فردوس بریں کی بہاریں بھی نثار ہیں اور اس کی نسیم سحر سے پڑھنے والوں کی روح بھی وجد کر اٹھتی ہے۔

ایک قصیدہ کہا ہے حضرت رضا نے بعنوان "تہنیت شادیٔ اسراء" اس کا تو اردو شاعری میں کوئی جواب نہیں۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دلھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پرانا پُرداغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہگذر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

اتار کر ان کے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پہ صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن، لہکتے گلشن، ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنیٔ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اُچھالتے تھے کھنگالتے تھے

یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دُھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد، قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ ممجّد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این و متیٰ کہاں تھا نشان کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اُدھر سے انعامِ خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُرنور میں پڑے تھے

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ لئے تھے

نبیِ رحمت شفیعِ امت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

یہ وہی قصیدۂ معراجیہ ہے کہ اردو کے ایک مشہور نعت گو شاعر حضرت محسنؔ کاکوروی نے ایک بار اپنا قصیدہ سنانے کے لیے حضرت رضاؔ کی بارگاہ میں بریلی حاضری دی۔ ان کا قصیدہ بھی معراجیہ ہی تھا جس کا مطلع ہے۔

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

ظہر کی نماز کے بعد حضرت محسنؔ نے اس کے اشعار سنانے شروع کیے۔ ابھی دو ہی اشعار پڑھ سکے تھے کہ حضرت رضاؔ نے فرمایا کہ اب بس کیجیے عصر کی نماز کے بعد بقیہ اشعار سنے جائیں گے۔ اسی ظہر و عصر کے درمیان آپ نے اپنا یہ قصیدۂ معراجیہ کہا اور جب مجلس بیٹھی تو پہلے حضرت رضاؔ نے اپنا قصیدہ سنایا۔ اسے سن کر حضرت محسنؔ نے فرمایا: "مولانا! اب بس کیجیے اس کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔"

محدثِ اعظمِ ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی بیان فرماتے ہیں کہ لکھنؤ کے ادیبوں کی ایک شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ میں نے اپنے مخصوص انداز میں پڑھ کر سنایا تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق سننا چاہتا ہوں۔ تو سب نے کہا: "اس کی زبان تو کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی ہے۔"

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ دہلی میں بھی پیش آیا تو سر آمد شعرائے دہلی نے جواب دیا کہ "ہم سے کچھ نہ پوچھیے آپ عمر بھر پڑھتے رہیے ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔"

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

یہ نعت بھیرہ (پنجاب) کے ایک جلسہ میں علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب مدظلہٗ نے پڑھی تو جلسے پر

حفیظ جالندھری بھی موجود تھے۔ انہوں نے یہ نعت سن کر فرمایا کہ "مولانا! یہ کس کا کلام ہے؟ یہ تو کسی استاذ الاساتذہ کا کلام معلوم ہوتا ہے۔"

اور جب مولانا موصوف نے انہیں بتایا کہ یہ اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کا کلام ہے تو انہوں نے شاعرانہ کمال کی خوب داد دی۔[۱]

نعتیہ کلام کے چند نمونے

○

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی — دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی
بزم آخر کی شمع فروزاں ہوا — نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم — وہ ملیح دلآرا ہمارا نبی
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی — اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی — چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے — دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے — ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی

○

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو — حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں — سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

---

[۱] ۱۸۔ ماہنامہ فیض رضا۔ لائل پور۔ مارچ ۱۹۷۳ء۔

آخر جو غم امت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

کعبۂ جاں کو پنھایا ہے غلاف مشکیں
اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

دیکھو قرآں میں شب قدر ہے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

○

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جِلا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بُھلا دیے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

○

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولی والی ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بیکس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضاؔ سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

○

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی من بیکس و طوفاں ہوش رُبا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّا پار لگا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ چوں بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّ سَخَاکَ اَتَم اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھًا لِّسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ آں عہد حضور بارگہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَالْھَمُّ شُجُوں دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جاتا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرَقاً یک شعلہ دِگر برزَن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جاتا

بس خامۂ خام نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبّا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

○

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نام خدا اسرا کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانا نور کا

وصفِ رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

صبح کر دی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شبِ تیرہ کو دھڑکا نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہِ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

○

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا — "نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا — آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف — تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب — سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی — مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے — تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ — جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

○

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے — باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں — جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں — درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف — بیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں — اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں — بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا — یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

اس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں ۔۔۔ تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری ۔۔۔ حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

○

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو ۔۔۔ کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت ۔۔۔ اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو
آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں ۔۔۔ آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے ۔۔۔ ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی ۔۔۔ ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ ۔۔۔ قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
ایمنِ طور کا تھا رکنِ یمانی میں فروغ ۔۔۔ شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو
رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں ۔۔۔ دلِ خوں نابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو
غور سے سن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

○○○

کروڑوں درود

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود ‏ ا ‏ طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود ‏ " ‏ دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ‏ " ‏ جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب ‏ ب ‏ نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات ‏ ت ‏ اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث ‏ ث ‏ تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود
وہ شبِ معراج راج وہ صفِ محشر کا تاج ‏ ج ‏ کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود
جان و جہانِ مسیح داد کہ دل ہے جریح ‏ ح ‏ نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود
اف وہ رہِ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ ‏ خ ‏ اے مرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود
تم سے کھلا بابِ جود تم سے ہے سب کا وجود ‏ د ‏ تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود
خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ ‏ ذ ‏ آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود
گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور ‏ ر ‏ بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود
بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز ‏ ز ‏ ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود
آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس ‏ س ‏ بس ہے یہی آسرا تم پہ کروڑوں درود
طارمِ اعلیٰ کا عرش جس کفِ پا کا ہے فرش ‏ ش ‏ آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود
کہنے کو ہیں عام و خاص ایک تمہیں ہو خلاص ‏ ص ‏ بندے سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو شفائے مرض خلقِ خدا خود غرض ‏ ض ‏ خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود
آہ وہ راہِ صراط بندوں کی کتنی بساط ‏ ط ‏ المدد اے رہنما تم پہ کروڑوں درود

بے ادب و بد لحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ ظ عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود
لو تہ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روز جمع ع آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود
سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ غ طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود
گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف ف لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروروں درود
تم نے برنگ فلق جیب جہاں کر کے شق ق نور کا تڑکا کیا تم پہ کروروں درود
نوبت در ہیں فلک خادم در ہیں ملک ک تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروروں درود
خَلق تمہاری جمیل خُلق تمہارا جلیل ل خلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود
طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رسل کے امام م نوشۂ ملک خدا تم پہ کروروں درود
بر سے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن ن ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروروں درود
اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو و کون کرے یہ بھلا تم پہ کروروں درود
کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ ہ تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی ی کوئی کمی[1] سرورا تم پہ کروروں درود
کام غضب کے کئے اس پہ ہے سرکار سے ے بندوں کو چشم رضا تم پہ کروروں درود

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضاؔ تم پہ کروروں درود

---

[1] کوتاہی۔

لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوّت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سِرِّ وحدت پہ یکتا درود
مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رَجعتِ شمس و شقّ القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دَورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک
اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور (مقطع)
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ مقدس سلام ہند و پاک کی ہزاروں آبادیوں میں روزانہ لاکھوں بار پڑھا جاتا ہے۔

نیابتِ غوث الوریٰ

نائبِ غوث الوریٰ حضرت فاضل بریلوی کو قطب ربانی، محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات سے بے پناہ عشق اور والہانہ لگاؤ تھا۔ اور آپ کی مجلس میں بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ حضرت غوث الوریٰ کا نام لیا جاتا۔ قلبی وابستگی اور ربط و تعلق خاطر ہی کا فیض تھا کہ بارگاہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی برکتیں آپ کے سر پر ہمیشہ سایہ فگن رہتیں اور دل کی آنکھوں سے ان کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے رہتے۔ اور انعام واکرام قادریت کا سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ آپ کو بارگاہ غوث الوریٰ سے نائب غوث الوریٰ کا عظیم ترین اعزاز بخش دیا گیا۔

(۱) چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے۔ حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا۔ گیارہ درجے تک تو ہم نے پہونچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے[۱]۔"

اور مفتی محمد غلام سرور قادری ایم۔ اے صدر المدرسین جامعہ تعلیمات صوفیہ دولت گیٹ ملتان لکھتے ہیں۔

"حضور مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نقشبندی رضی اللہ عنہ کو خواب میں حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو آپ کو سرکار نے فرمایا کہ۔

"ہندوستان میں میرے نائب مولانا احمد رضا بریلوی ہیں"

چنانچہ حضرت میاں شبیر محمد صاحب (شرق پوری) اور حضرت محدث علی پوری کو اعلیٰ حضرت سے اس خواب کے بعد اور زیادہ عقیدت ہو گئی۔ آپ بریلی شریف میں حاضر ہوتے اعلیٰ حضرت بریلوی کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا اور خواب بھی بیان کیا[۲]۔"

---

[۱] ص ۶۹ ملفوظ سوم۔ [۲] ص ۱۱۱۔ الشاہ احمد رضا مطبوعہ ساہیوال۔

متعدد بزرگ حضرات نے اسی طرح کا ایک دوسرا نہایت اہم اور مقدس واقعہ اس انداز سے بیان فرمایا ہے۔

(۲) عارف باللہ شیخ وقت حضرت شیر محمد میاں صاحب شرقپوری قدس سرہ العزیز ایک بار عالم خواب میں حضرت غوث الوریٰ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شرقپوری نے سوال کیا کہ حضرت! اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟

ارشاد فرمایا "بریلی میں احمد رضا"

بیدار ہونے کے بعد آپ بریلی شریف تشریف لائے اور نائب غوث الوریٰ امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی زیارت سے شادکام ہوئے۔ بریلی سے واپس ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک پردہ کے پیچھے سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں اور احمد رضا بولتے ہیں۔

یہ دونوں واقعات ایسی عظیم الشان اور مشہور روزگار شخصیتوں کے بیان کردہ ہیں جن کی کرامت و بزرگی اور صداقت و دیانت کا ایک عالم گواہ ہے اور ایسے صلحاء و اتقیاء کے خواب بھی صحیح اور برحق ہوا کرتے ہیں۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر خود اس بات کی گواہی دی۔ عالم بیداری میں اس روحانی عظمت کی شہادت دی اور اہل سنت و جماعت کے درمیان اس کا اظہار اور اعلان بھی کیا۔

محدث اعظم ہند حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت فاضل بریلوی کے فیض یافتہ اور تلمیذ رشید بھی تھے۔ انہوں نے اپنا ایک ایسا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے جسے سن کر ہر مسلمان کے دل میں فطری طور پر حضرت غوث الوریٰ کی ذات مقدسہ اور ان کے نام پاک سے بھی یک گونہ گہری عقیدت اور بے پناہ قلبی لگاؤ پیدا ہو جائے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بیان فرمایا۔

(۳) دوسرے دن کار افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی۔ اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ پڑے سب حاضرین بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے

کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے۔

لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرہ کو نوکِ زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے۔ اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔

اور اب میں نے سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا جاتا کہ میں کچھ نہیں یہ آپ کے جدامجد کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا۔ اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا ہی تھا بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں "چوں قلم دردستِ کاتب" تھے جس طرح کہ غوث پاک سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چوں قلم دردستِ کاتب تھے[۱]

خود ارشاد فرماتے ہیں "یہ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جدامجد (یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا صدقہ و عطیہ ہے"[۲]

یہ احترام و عقیدت اور شیفتگی و وارفتگی اسی کو ہو سکتی ہے جو دل و جان سے نائب رسول اکرم حضرت غوث اعظم جیلانی کی فضیلتوں کا معترف اور ان کا نمک خوار ہو۔ فاضل بریلوی کے اس تعلق خاطر کا ہر ایک کو اعتراف بھی تھا چنانچہ مشہور آزاد خیال ادیب و ناقد نیاز فتح پوری نے آپ کے نعتیہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شئے قدر مشترک تھی اور وہ ہے غوث الاعظم کی ذات والا صفات، جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا[۳]

حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شان

---

[۱] خطبۂ صدارت ناگپور۔ [۲] ص ملفوظات حصہ اول [۳] ص۳۲ ترجمان اہل سنت کراچی نومبر ۵،۶

ہیں کئی ایک طویل منقبتیں کہیں۔ جن کے مطالعہ کے بعد یہ تاثر ہر قاری کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے کہ آپ کو ان کی ذات سے بے پناہ عشق تھا اور انہوں نے والہانہ انداز میں اپنی کیفیاتِ دل کو ان کی بارگاہ میں اظہار کیا ہے جس سے غوثیت کبریٰ کی شوکت واقتدار اور عظمت وجلال کا سکہ دل پہ بیٹھ جاتا ہے اور حسن وجمال کی دلبرو دلنواز تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ان منقبتوں کے چند منتخب نمونے حاضر خدمت ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

بحر و بر، شہر و قریٰ، سہل و حزن، دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

بد سہی چور سہی مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی، ہے تو کریما تیرا

ہیں! رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سیدِ جیدِ ہر دہر ہے مولا تیرا

حضرت رضا کا جوشش طبیعت ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا اور تاجدار جیلان کی منقبت میں اسی زمین میں دوسری نظم رفیع عرض کرتے ہیں۔

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

شجر سرو سہی! کس کے اگائے؟ تیرے
معرفت پھول سہی! کس کا کھلایا تیرا

تو ہے نوشاہ، براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا

گیت کلیوں کی چٹک غزلیں ہزاروں کی چہک ‌ ‌ ‌ باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانا تیرا
صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری ‌ ‌ ‌ شاخیں جھک جھک کے بجا لاتی ہیں مجرا تیرا
کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز ‌ ‌ ‌ کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا
نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوۂ ناز ‌ ‌ ‌ نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام ‌ ‌ ‌ باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر ‌ ‌ ‌ کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
اور محبوب ہیں ہاں پر سبھی یکساں تو نہیں ‌ ‌ ‌ یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

ان کے مقام بلند و بالا کو کوئی کیا بیان کر سکتا ہے کہ ان کی عظمتوں کے جلوے ہر طرف بکھرے پڑے ہیں اور دیدۂ بینا ان کا کماحقہ مشاہدہ کرنے سے قاصر ہے لیکن خامۂ رضا کا کمال ہے کہ وہ کس خوبی سے وصف مجمل بیان کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبد القادر ‌ ‌ ‌ سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر
مفتیِ شرع بھی ہے قاضیِ ملت بھی ہے ‌ ‌ ‌ علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبد القادر
منبعِ فیض بھی ہے مجمع افضال بھی ہے ‌ ‌ ‌ مہر عرفاں کا منور بھی ہے عبد القادر
قطب ابدال بھی ہے محور ارشاد بھی ہے ‌ ‌ ‌ مرکز دائرۂ سر بھی ہے عبد القادر
سلک عرفاں کی ضیاء ہے یہی درِ مختار ‌ ‌ ‌ فخر اشباہ و نظائر بھی ہے عبد القادر

رشک بلبل ہے رضا لالۂ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبد القادر

زندگی کی آخری سانس تک حضرت فاضل بریلوی بس یہی دعا کرتے رہے کہ ؎

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے

٭ ٭ ٭

عظمتِ کردار

حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت کردار و عمل کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھی۔ اخلاقی خوبیاں بھی ان کے اندر بے شمار پائی جاتی تھیں جن کا احاطہ بڑا دشوار گزار امر ہے۔ اور ان کے اجمالی ذکر کے لئے بھی ایک دفتر درکار ہے۔ ؏

دے دفتر دیگر انشا کنم

عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ:

"جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور (فاضل بریلوی) نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھا دی۔ ارشاد فرمایا۔ یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ جتنی دیر وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی"[۱]

تواضع[۲] کے ساتھ زندگی بسر کی اور باوجود کثرتِ علم و فضل کے کبر و نخوت کو کبھی پاس نہ آنے دیا۔ بلکہ مغرور اور متکبر شخص سے آپ نہایت درجہ نفرت فرماتے جیسا کہ سید صاحب موصوف کا بیان ہے کہ:

"ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے

۱؎ ص ۱۴ حیات اعلیٰ حضرت اول

۲؎ آپ کے تواضع اور بلند اخلاق کے بارے میں مولوی ابو الوفا امرتسری لکھتے ہیں: "میں مولوی صاحب کے در دولت پر حاضر ہوا۔ مولوی صاحب ایک متواضع خلیق معلوم ہوئے۔" (اہل حدیث امرتسر ۲ رمضان ۱۳۲۴ھ)

بیٹھا ہی تھا کہ صاحبِ خانہ نے نہایت کڑے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے چلا گیا۔ حضور کو صاحبِ خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔

کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے۔ حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں۔ حضور نے فرمایا کہ۔

"بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر تو ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے۔ اور فوراً اٹھ کر چلے گئے پھر کبھی نہ آئے۔ خلافِ معمول جب ایک عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا۔

اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا۔ میں بھی ایسے مغرور و متکبر شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔"[۱]

ناگواریٔ اغنیاء کے باوجود دروازہ پر آئے ہوئے مہمان کو اپنی چارپائی پر بٹھانا حسنِ اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ یونہی دو مسلمانوں کے درمیان تفریقِ ادنیٰ و اعلیٰ مٹا کر درسِ مساوات دینا بھی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ کی ایک قابلِ تقلید عملی تفسیر ہے۔

تواضع وانکساری کے ساتھ دینی غیرت وحمیت اور حفاظتِ ناموسِ شرع کا یہ جذبہ بھی کتنا قابلِ صدر شک ہے کہ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں مارہروی کا بیان ہے کہ:

"ایک بار میں نے عرس حضرت صاحب البرکات شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز سے قبل مولانا کو طلب کر لیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرہ میں قیام فرما تھے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور متمول رنڈی کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی۔ درگاہِ معلیٰ میں حاضر ہوئی۔ اور روضہ شریف کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی۔ سازندوں نے ساز لگائے تھے کہ۔ مولانا کی نظر پڑ گئی۔ اور بے اختیار ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ تم یہاں کیسے

---

[۱] حوالہ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

آئے؟ یہ درگاہ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں۔ فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔[۱]

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ کی حمیتِ دینی کا اندازہ ہوتا ہے۔

"نبیرۂ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ حاجی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمالِ غیرت علیٰ احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔[۲]

دین کا یہ پاس ولحاظ آپ کی ایک ممتاز ترین خصوصیت ہے۔ اور حق کی خاطر دل کا یہ اضطراب کہ چہرے کا رنگ متغیر ہو جائے اور ایسی پُر جلال آواز گونجے کہ دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگے۔ آپ کی جرأت و جسارت اور عظمتِ کردار کی روشن دلیل ہے کہ زبان و دل اور قول و عمل کی یکسانیت کے ایسے مناظر مشکل ہی سے نظر آتے ہیں۔

اسی سلسلے میں یہ واقعہ پڑھتے چلیں۔

"ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ایک کوری ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا کیسے تکلیف فرمائی؟ انہوں نے کہا حضور کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جوابِ سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا کوئی کام ہے۔ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور! محض مزاج پُرسی کے لئے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ عنایت ونوازش۔ اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا۔ کچھ فرمایئے گا؟ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوا دی۔

اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا۔ اچھا تشریف رکھئے۔ اور اپنے بھانجے علی احمد خاں

---

[۱] ص ۸۵ احیات اعلیٰ حضرت اول

[۲] ص ۸۰، ایضاً۔ چوں کہ حضرت شاہ صاحب بھی بے نفس تھے اس لئے فاضل بریلوی شام کو بریلی تشریف لے جانے لگے تو وہ سٹیشن تک آئے اور اظہار افسوس کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ بے پردہ عورتوں کو ان سے بیعت نہ کروں گا۔ اختر،

صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر (کہ یہ کام انہیں سے متعلق تھا) ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمادیا "اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جائیے۔ میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے"

انہوں نے بہت کچھ معذرت کی مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بیچارے اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔[1]

غیرت دین کے ساتھ ہی غیرت علم سے متعلق بھی آپ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک صاحب سے آپ نے مٹی کا ایک پیپہ تیل منگایا۔ قیمت پوچھنے پر عرض کیا۔

"ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے مگر کچھ کم کر کے اتنی دیدیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ مجھ سے وہی قیمت لیجیے جو سب سے لیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا انہیں حضور! آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں۔ آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا ـــ میں علم نہیں بیچتا ہوں۔

اور وہی عام بکری کے دام خاں صاحب کو دے دیئے۔[2]

خود داری اور امراء و رؤساء سے اجتناب کا یہ حال تھا کہ:

ایک بار نواب رام پور نینی تال جارہے تھے۔ اسپیشل جب بریلی پہونچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب ـــ اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذر اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجتے ہیں۔ اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں کہ ملاقات کا موقعہ دیا جائے۔ حضور کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو سلام عرض کیجئے اور یہ کہیئے گا کہ یہ الٹی نذر کیسی! مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنی چاہیئے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں واپس لے جائیے فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں اور نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔[3]

چوں کہ ان کی زبان حمد خدا و مدحت رسول (عز و جل و صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذائقہ چکھ چکی تھی اور اس لذت آشنائی نے انہیں زر و عالم کی چیزوں سے بیگانہ کر دیا تھا۔ اس لئے کبھی کسی امیر و رئیس اور دنیاوی صاحب جاہ و حشمت و اہل دولت و ثروت کی تعریف سے آپ کی زبان ملوث نہ ہوئی۔ ایک

---

[1] ص ۲۹ ایضاً۔ [2] ص ۲۹ ایضاً۔ [3] ص ۱۹۲ ایضاً۔

بارکسی نے نواب نانپارہ ضلع بہرائچ کی قصیدہ خوانی کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ایک نعت مقدس لکھی جس کے مقطع میں برجستہ ارشاد فرمایا۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین "پارۂ ناں" نہیں

جب کہ اس وقت بڑے بڑے اصحاب علم بھی مال و دولت، اقتدار و اختیار اور عزت و شہرت کی خاطر ارباب جاہ کے آستانوں کا چکر لگاتے تھے۔ حکام وقت تک رسائی اور ان کے دربار میں پذیرائی اپنی معراج سمجھی جاتی تھی۔ "سر" اور "شمس العلماء" کا خطاب پانے کے ارمان دل میں مچل رہے تھے۔ غیروں کی خوشنودی کے لئے ضمیر کے خلاف تقریریں کی جاتیں۔ مضامین و مقالات لکھے جاتے۔ حتیٰ کہ وہ "غیر" جو "اپنوں" کے بھیس میں ہوتے ان کی رضا جوئی کا چلن بھی عام تھا جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے شبلی نعمانی کے ایک مضمون کے بارے میں لکھا ہے۔

"یہی زمانہ ہے۔ جب سرسید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاہا۔ جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین میں چھپا۔ مگر چونکہ یہ آورد تھا آمد نہ تھا اس لئے وہ ناتمام ہی رہا۔

۱۹۲۰ء میں جب میں رکنِ خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے۔ میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا ہے[۱]

---

[۱] ص ۲۸۱ حیات شبلی ـــ اور سید سلیمان ندوی، عبدالماجد دریا بادی، عبدالباری ندوی جیسے روشن خیال مفکرین و محققین کے پیر و مرشد مولانا اشرف علی تھانوی کا تقیہ دیکھنا ہو تو ان کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں۔

"تیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا۔ در پے تذلیل و توہین زبانی و جسمانی کے ہوگئے اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی۔ اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے۔

(بقیہ صفحہ پر)

یہ الگ بات ہے کہ ترکوں کی خلافت مذہبی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں۔ مگر اتنا تو مسلّم ہے کہ شبلی نعمانی نے اپنی رائے کے خلاف سرسید کے مشورہ سے ان کے حکم کی بجاآوری کے لئے لکھا۔ اور یہ مضمون آمدنہ تھا بلکہ آورد تھا۔ اور مولانا نے خود نہیں لکھا بلکہ ان کے مزاج اور ضمیر کے خلاف قلم پکڑ کر ان سے یہ مضمون لکھوایا گیا۔

لیکن کردار کی عظمت ملاحظہ کرنی ہو تو فاضل بریلوی کی حیاتِ مقدسہ کا مطالعہ کیا جائے۔ کبھی بھی وہ کسی سے ناجائز اور خلافِ ضمیر خوشنودی کے خواہاں نہ ہوئے اور کسی کو بھلا ایسی جرأت کہاں ہو سکتی تھی کہ وہ کوئی بات یا ایسا مسئلہ لکھنے کو کہہ سکے جس میں خدا و رسول کی ناراضی کا خطرہ مول لینا پڑے۔ اسی لئے تو زندگی ان کی پاکیزہ و مثالی اور کردار ان کا بے داغ ہے۔

بلاخوفِ لومۃ لائم انہوں نے اپنا ہر قدم اٹھایا۔ مخالفتوں کی پیہم یلغار بھی آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ لا سکی۔ عداوتوں اور دشنام طرازیوں کے طوفان میں بھی آپ ہنستے مسکراتے نظر آتے۔ اور جبینِ استقلال پر کوئی شکن نہ پڑتی۔ گالیاں لکھ کر دی جاتیں مگر آپ دعائیں دیتے کہ یہ معلم اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ کریمہ ہے اور آپ سچے متبع سنت تھے۔

بہرحال وہاں بدون شرکت قیام کرنا قریب محال دیکھا۔ اور منظور تھا وہاں رہنا۔ کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے الخ۔ (ص۱۱۸ تذکرۃ الرشید حصہ اول مکتبہ عاشقیہ قیصر گنج روڈ میرٹھ)

خود اپنے بارے میں جناب عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں۔

اسی ۲۲ء کی آخری فروری یا شروع مارچ کا ذکر ہے کہ خواجہ صاحب اجمیری کا سالانہ عرس پڑا۔ ایسا میں زندگی کے جس دورے سے گزر رہا تھا اس میں درگاہوں، آستانوں پر حاضری اور عرسوں میں شرکت لازمی تھی۔ اجمیر میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔ خوش قسمتی سے ساتھ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا ہو گیا۔ مولانا باوجود عالم جید ہونے کے صاحب سماع تھے۔ ان کے قافلے کے ساتھ اپنی بھی چھوٹی سی پارٹی کو لے کر اجمیر حاضر ہو گیا۔ ان ہی کے ساتھ ٹھہرا اور سفر میں حضر کا سا آرام اور لطف ان ہی کے لطف و کرم سے اٹھایا۔ اپنے قوال دریاباد سے لایا تھا۔ ایک روز شام کو درگاہ میں گاندھی جی آئے اور اصل مزار پر حاضری دینے کے بعد صحن میں قوالی سننے کے لئے بیٹھ گئے۔ (ص۱۰ محمد علی کی ڈائری معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

مسعود علی ندوی کا خط عبدالماجد دریابادی کے نام ۲۶ ستمبر ۲۳ء " قوال نہ ملنے کا سخت افسوس ہوا۔ دہلی میں کافی کوشش کی گئی لیکن کوئی نہ مل سکا۔ حسن نظامی نے انتظام کیا تھا لیکن عین وقت پر وہ سخت بیمار ہو گیا۔ (۱۲۳ ڈائری)

اعتقاد و عمل کا یہ کھلا ہوا تضاد کسی دوسری جماعت میں مشکل ہی سے ملے گا۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا۔ اور عرض کیا کسی وہابی نے اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقۂ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا تھا۔ واقعی یا فرضی۔ وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے حضرت کو روک کر کہا۔

اس وقت جو خط میں نے پڑھا جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لئے ذریعہ عبرت و نصیحت ہو ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے۔ اور فرمایا ان کو پڑھئے۔

ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط تھے۔ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خطوط آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ زمانے سے آرہے ہیں۔ میں اس کا عادی ہوں لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

"پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام و اکرام، جاگیر و عطایات سے مالا مال کر دیجئے۔ پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔"

انہوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی۔ اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کی پشتہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔

فرمایا۔ جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہونچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہونچائیے۔

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ [۱]

---

[۱] ۶۹، ۷۰ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

ایشیاء کا عظیم محقق

یوں تو ایشیا کی سرزمین پر ایک سے ایک بالغ نظر علماء۔ باکمال افاضل۔ ژرف نگاہ مفکرین۔ اور دیدہ ور محققین پیدا ہوئے۔ جن کے گرانقدر کارناموں کے لافانی نقوش تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ علم وفضل کے متعدد شعبوں میں ان کی حذاقت و مہارت ہر ایک کو مسلّم ہے۔ اور بڑے بڑے ارباب دانش ان کی بارگاہ رفعت وعظمت کے آگے جبینِ نیاز جھکانے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ لیکن ایسی متعدد الجہات شخصیتیں جو بیک وقت پچاسوں علوم وفنون کی شناور و واداشناس ہوں ادھر کئی صدیوں کے اندر مشکل ہی سے نظر آئیں گی اور ایسی عبقری ہستیوں کی صف میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات بابرکات اپنی چند در چند صفات وخصوصیات کی بدولت ایک نمایاں اور منفرد مقام کی حامل ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں۔ اور نگاہ حقیقت سے دیکھیں کہ جس کے بچپن کا یہ عالم ہو کہ؛

"ایک بار امام اہل سنت مسلّم الثبوت کا مطالعہ فرمارہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض وجواب نظر پڑا۔ جو رئیس الاتقیاء (مولانا نقی علی) صاحب نے مسلّم الثبوت پر کیا تھا۔ اور اس کا جواب دیا تھا۔

امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا۔ اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔

جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کی نگاہ امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگالیا اور فرمایا۔" احمد رضا؛ تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو؛"

پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاذ مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب (بریلوی) سے فرمایا کہ

آپ کاشاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے [۱]

وہ حواشی بھی کتنے بلند پایہ اور کتنے معرکۃ الآرا تھے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا ظفر الدین بہاری خلیفہ حضرت فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

"مسلّم الثبوت کا قلمی نسخہ معریٰ جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں محشیٰ کیا تھا۔ اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد صاحب قدس سرہ کا بھی حاشیہ تھا۔ ۱۳۲۴ھ میں جب میں اپنے استاذ محترم جناب مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے مسلم الثبوت پڑھتا تھا۔ میرے مطالعہ میں رہتا تھا۔

حالاں کہ اس زمانہ میں مسلم الثبوت محشی مطبع مجتبائی دہلی کے علاوہ شرح مسلّم الثبوت علامہ بحر العلوم مسمیٰ بہ فواتح الرحموت و شرح مسلّم علامہ عبدالحق خیرآبادی و شرح مسلم مولانا بشیر حسن مسمیٰ بہ کشف المبہم بھی تھی۔

بلکہ ان سب سے مزید۔ مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عضدیہ اور حواشی بردی وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی جو اصل اور ماخذ مسلم الثبوت کا ہے یہ سب کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں۔

"لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیہ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی"

اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانہ میں مصری بخاری محشی بحاشیہ سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری شریف بلکہ شروح بخاری میں عینی۔ فتح الباری، ارشاد الساری سب کتابیں تھیں۔

لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخہ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں معریٰ سے محشیٰ کیا تھا۔ اس کے مضامین افادات و نکات کے لطائف کا رنگ ہی اور تھا اور بھی لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ سب ذہن رسا کی جودت و جدت تھی۔

عام محشین کی طرح نہیں کہ عنایہ بنایہ، نہایہ، کفایہ، فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ شرح وقایہ کا حاشیہ لکھ ڈالا۔ اگرچہ یہ خدمت بھی قابل ستائش، اور طلبہ و مدرسین کی بہت شکر گزاری کا باعث ہے۔ مگر ان

---

[۱] ص ۱۳۷ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

مجھے شیر بیشۂ اہل سنت، ناصر دین وملت، سیف اللہ المسلول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت کی محشی کتب کثیرہ درسیہ میں فرق دریافت کیا تھا۔ فرمایا۔

میاں! ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال وہی ہے ـــــ بیٹھا بنیا کیا کرے، اس کوٹھی کا دھان اوس کوٹھی میں۔ اوس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں[1]

عہد طفولیت میں ایسے اہم متون پر شرح وحواشی کہ مشہور روزگار علماء وفضلاء کے مقابل میں جگہ پائے بلکہ ان پر بھی سبقت لے جائے یہ اس خداداد ذہانت اور قوتِ حافظ کا کمال تھا جس کی بے شمار مثالیں آپ کی تاریخ زندگی سے وابستہ ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیر حقیر غفرلہ ربہ القدیر کی نظروں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک صاحب کا عریضہ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا۔ اوس کے پڑھ کر سنانے کا مجھ گنہگار گدائے کوئے رضوی کو حکم ہوا۔ اون صاحب نے القاب میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حافظ بھی لکھ دیا تھا۔ اوس کو سن کر چشمان مبارک میں آنسو بھر آئے۔ اور فرمانے لگے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے حق میں قرآن عظیم فرماتا ہے۔ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا ـــ یعنی جب اون لوگوں کی تعریف میں ایسی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو اون کے اندر نہیں تو وہ لوگ اپنی ایسی تعریف کو پسند کرتے ہیں۔

یہ واقعہ ۲۹ رشعبان ۱۳۲۷ھ کو ہوا تھا۔ دوسرے ہی دن سے قرآن پاک حفظ کرنا شروع فرمادیا۔ ہر روز ایک پارہ حفظ کرکے تراویح میں سناتے یہاں تک کہ رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ کو مغرب سے پہلے حفظِ قرآن شریف پورا کر لیا۔ اور صرف ایک مہینے کی مدت میں حافظ ہو گئے اور رمضان مبارک کی انتیسویں شب کو تراویح میں قرآنِ عظیم تلاوت کرکے ختم کر دیا۔

---

[1] ص ۱۳۷، ص ۱۳۸ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

بڑی خوبی تو یہ تھی کہ ہر روز ایک پارہ زبانی حفظ کر لینے کے باوجود مختلف فتاویٰ مبارکہ لکھنے، مسائل شریعت و احکام خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم فرماتے۔ اور وقت پر مسند نشین ہدایت و ارشاد ہو کر اللہ عزوجل اور اوس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے فرامین مقدسہ سنانے وغیرہ روزانہ کے مشاغل دینیہ میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں پڑا۔

علوم مروجہ درسیہ جن کو سند یافتہ علماء حاصل کرتے ہیں اون کا تو پوچھنا ہی کیا۔ وہ علوم غریبہ و فنون عجیبہ جن کو علمائے زمانہ نے کانوں سے سنا بھی نہیں اون علوم و فنون نادرہ میں جب کبھی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کا مبارک قلم اوٹھ گیا ہے تو تحقیقات رفیعہ و تدقیقات بدیعہ کے دریائے زخار موجیں مارنے لگے[1]

آپ کی قوت حافظہ سے متعلق ایک حیرت انگیز واقعہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رقم طراز ہیں۔

" اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ اثنا گفتگو میں العُقُودُ الدُّرِّیَّۃ فی تَنقِیحِ الفَتَاویٰ الحَامِدِیَّۃ کا ذکر نکلا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ میرے کتب خانہ میں ہے۔ اتفاق وقت باوجودیکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا۔ اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔ مگر اس وقت تک العقود الدریۃ منگوانے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔

حضرت محدث صاحب نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لا کر حاضر کر دی۔ مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ جب ملاحظہ فرمالیں، بھیج دیجئے گا۔ اس لئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اچھا! اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی۔ اسی وجہ سے رک جانا پڑا۔ شب کو اعلیٰ حضرت نے العقودُ الدُّرِّیَّۃ کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی ملاحظہ فرمالیا۔

---

[1] سنہ ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۲ء ترجمان اہلسنت ص ۱۰ تا ۱۱، آواز وطن پریس کانپور۔ حضرت سید ایوب علی رضوی بھی اس واقعہ کے راوی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۲۰۸ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا۔ بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا۔ جب اسباب درست کئے جانے لگے تو العقود الدریۃ کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا واپس کیوں فرما رہے ہیں لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت محدث صاحب کی خدمت میں میں نے حاضر کیا۔ وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کے لئے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا۔ (پھر) میں اس کتاب کو لئے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ میرے اس کہنے کا کہ جب ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیجئے گا۔ ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا؟

فرمایا! قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی۔ اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔

حضرت محدث صاحب نے فرمایا! بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہو گیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتاویٰ میں لکھ دوں گا۔ اور مضمون تو ان شاء اللہ عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔[1]

فنِ میراث کا ایک مسئلہ جسے حضرت مولانا سراج احمد مفتی خانپور نے دیوبند، سہارنپور، دہلی وغیرہ کے علماء کے پاس حل کے لئے بھیجا مگر کہیں سے تسلی بخش جواب نہ ملا۔ لیکن امام احمد رضا کے پاس وہی سوال جب انہوں نے بھیجا تو ایک ہفتہ میں اس کا جواب آ گیا جس کے بارے میں ان کا تاثر یہ ہے کہ۔

"اس جواب کے دیکھنے کے بعد میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔"

اپنے ایک خط محررہ ۲۸ راپریل ۱۹۶۹ء بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری میں لکھتے ہیں۔

"اگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کی علم حدیث میں وسعت دیکھنی ہو تو رسائل۔ تنبیہ الابہامین، و حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین، نذیر حسین دہلوی امام اہل حدیث کے رد میں ملاحظہ

---

[1] ص۳۸ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

کریں جس سے مولوی نذیر حسین طفل مکتب نظر آتا ہے۔

اسی طرح وسعت علمی علوم معقولات فلسفہ ریاضی وغیرہ میں رسالہ "فوز مبین"، حرکت زمین کے رد میں دیکھو کہ نظام بطلیموسی فیثا غورسی کی ایسی تطبیق دی کہ نیوٹن جو فلسفۂ حال کا امام مانا جاتا ہے۔ شاگرد نظر آتا ہے۔"

مولانا احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس (بدھ ۶/ اکتوبر ۱۹۷۱ء) میں فرمایا: "میں اعلیٰ حضرت کے ایک رسالہ "عطایا القدیر فی حکم التصویر" سے بہت متاثر اور مستفید ہوا۔ یہ رسالہ مجھے صدر الافاضل (علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ) مرحوم نے عطا کیا۔ چوں کہ میری طالب علمی دیوبندی مکتب فکر کے اساتذہ سے متاثر تھی۔ اس لئے میرے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی تھی کہ علمی تحقیق صرف علمائے دیوبند کی تالیفات میں ملتی ہے۔

جب میں نے مذکورہ رسالے کا مطالعہ کیا تو اس کے لکھنے والے کے تبحر علمی اور دقت نظر کے کمال کا گرویدہ ہو گیا۔ سچ یہ ہے کہ اس ایک رسالہ نے میری ذہنی اور اعتقادی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔[1]

حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"تدقیقات فقہیہ و تحقیقات حدیثیہ اس بلند پائے کی تھیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میرے وہابی اوستادوں کے سامنے جب فقہ یا حدیث کا کوئی نا منقح مشکل مسئلہ آجاتا تو حضور پُر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل مبارکہ کی طرف رجوع کر کے اونہیں میں دیکھ دیکھ کر اپنی مشکلات آسان کراتے۔

ایک مرتبہ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق تو یہ شخص بدعتیوں کا سردار ہے۔ اور دیوبندی عالموں کو کافر کہتا ہے۔ اور اپنے مریدوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ پھر آپ لوگ ایسے شخص کی کتابیں کس لئے دیکھتے ہیں؟

جواب دیا کہ اس شخص میں صرف اتنا ہی عیب ہے کہ ہمارے اکابر کو کافر کہتا ہے ورنہ فقہ و حدیث وغیرہا تمام علوم دینیہ میں ہندوستان بھر کے اندر اس کے برابر اور اس کے جوڑ کا کوئی شخص نہیں۔ ہم لوگ اگرچہ اس شخص کے مخالف ہیں پھر بھی اس شخص کے علمی دلائل و تحقیقات کے محتاج ہیں۔ ملخصاً[2]

---

[1] ص۱۱۱ حیات سالک دائرۃ المصنفین اردو بازار لاہور۔

[2] ص۹۸ ترجمان اہل سنت مطبوعہ کانپور۔

آپ کے فضل وکمال کی شہرت اس حد تک خود آپ کے عہد ہی میں پہونچ چکی تھی کہ حضرت مولانا محمد شاہ خاں صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک دن تین طالب علم نئے آئے اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آتے ہیں۔ اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟

وہ لوگ بولے دیوبند پڑھتے تھے وہاں سے گنگوہ گئے اس کے بعد یہاں آتے۔ میں نے کہا یوں تو طلبہ کو شمسہ خیرا کا مرض ہوتا ہے یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہوتی ہے۔ اسی لئے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں۔

مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو۔ اور اس وجہ سے یہاں کے مشتاق ہو کر تشریف لاتے۔

بولے: یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اختلاف مذہب، اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی۔ مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ "قلم کا بادشاہ ہے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر کسی کی مجال نہیں کہ اس کے خلاف کچھ لکھ سکے"۔

یہی دیوبند میں سنا اور یہی گنگوہ میں بھی۔ تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہئے جن کے مخالفین بھی علم و فضل کی گواہی دیتے ہیں۔ والفضل ما شهدت به الاعداء۔[1]

ریاضی دانی سے متعلق مشہور واقعہ ہے کہ ماہر ریاضیات ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بارگاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی میں حاضر ہوئے اور اپنے لاینحل مسائل کے تسلی بخش جوابات پا کر دم بخود ہو گئے اور کہنے لگے۔

"مولانا یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع۔ تفریق۔ ضرب۔ تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت اول۔

کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں۔ مکان کی چہار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں الخ۔[۱]

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اس استفادہ کے علمی شاہد مندرجہ ذیل ثقہ اور مستند حضرات ہیں۔

محدث اعظم سید محمد اشرفی کچھوچھوی۔ سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ شاہ مہدی حسن میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف۔ مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق جبل پوری۔ مولانا محمد حسین میرٹھی۔ سید ایوب علی رضوی۔ سید قناعت علی رضوی۔ حاجی کفایت اللہ علیہم الرحمۃ والرضوان۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری پرنسپل شمس الہدیٰ پٹنہ لکھتے ہیں۔

"مجھے یہ واقعات سن کر بہت تعجب ہوا اور میں مشکوک رہا۔ اتفاق سے ۱۹۲۹ء میں میں شملہ گیا۔ اس زمانہ میں وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اور اسپیشل ہوٹل میں مقیم تھے۔ وہاں گیا اور ان سے ملا۔ اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں۔ فرمایا کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟

فرمایا۔ بہت ہی خلیق۔ منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے۔ باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں۔ ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور لاینحل تھا۔ ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔

جب میں نے خود صاحب موصوف کی زبانی اس کو سنا تو یقین کامل ہوا۔[۲]

اس ملاقات کی تحریک کیوں اور کیسے ڈاکٹر صاحب کے دل میں پیدا ہوئی اس کے متعلق مولانا ظفر الدین بہاری اپنا خیال ظاہر فرماتے ہیں۔

"میرے علم میں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے قیام بریلی شریف کا زمانہ ہے یعنی ۱۳۲۹ھ سے قبل ایک مرتبہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبۂ سکندری رام پور میں شائع کیا کہ کوئی ریاضی داں صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار دبدبۂ سکندری اعلیٰ حضرت کے

---

[۱] ص۱۵۱ حیات اعلیٰ حضرت اول۔ [۲] ص۱۵۵۔ ایضاً۔

یہاں آتا تھا اور مدیران اخبار مذکور کو جو خلوص عقیدت اعلیٰ حضرت اور ان کے وابستگان کے ساتھ ہے مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔

خیر بہر کیف! اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لئے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ المُوَہبات فی المُربَعات نقل کر رہا تھا اس لئے کچھ دلچسپی تھی۔

جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اخبار دبدبہ سکندری میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی سے تھے۔ اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اور علی گڑھ میں اپنے احباب کے حلقہ میں اس کا تذکرہ کیا۔[1]

حضرت فاضل بریلوی کے برادر زادہ حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی (م ۱۴۰۱ھ) اس واقعہ سے متعلق لکھتے ہیں۔

"برسبیل تذکرہ انہوں (ڈاکٹر سر ضیاء الدین) نے اپنے دوست مولوی حشمت اللہ صاحب رضوی بریلوی مرحوم ڈپٹی مجسٹریٹ سے اپنے سفر یورپ کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور غرض بتائی کہ بعض مسائل ریاضی میں مجھے علماء یورپ سے تبادلۂ خیال کرنا ہے۔ مولوی حشمت اللہ مرحوم نے انہیں یقین دلایا کہ اس کام کے لئے اب آپ کو اس طویل سفر کی اصلاً ضرورت نہیں۔ آپ کو مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے ملنا اور تبادلۂ خیال کرنا چاہئے۔

یہی بات ان سے مولانا سید سلیمان اشرف صاحب ناظم دینیات علی گڑھ یونیورسٹی نے کہی۔ تو انہوں نے عنانِ سفر بجائے یورپ کے بریلی کی طرف پھیر دیا۔ اور ڈاکٹر (سر ضیاء الدین) صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ کے پیرزادے سید مہدی حسن میاں صاحب قبلہ مارہروی کو لے کر بریلی آئے۔ اور مولوی حشمت اللہ صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ اس کوٹھی کے پیچھے ہی کوٹھی سے متصلہ مکان میں اعلیٰ حضرت کا قیام تھا۔

---

[1] ص ۱۵۶ حیات اعلیٰ حضرت اول۔

مولوی حشمت اللہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی آمد کی اطلاع دی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے طلب فرمالیا۔

رسمی تعارف کے بعد موصوف نے اپنی گفتگو کے لیے کوئی وقت چاہا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے حسب عادت فرمایا کہ آپ کو جو فرمانا ہے، بے تکلف فرمایئے۔ بالآخر انہیں اسی وقت فن ریاضی کے وہ شکوک پیش کرنے پڑے جن کی تحقیق کے لیے ان کا سفر یورپ کا ارادہ تھا۔

اعلیٰ حضرت نے ان کے سوالات یکے بعد دیگرے بلا تامل حل فرما دیئے۔ ڈاکٹر صاحب ہکا بکا رہ گئے۔

کچھ سکون کے بعد ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ اس فن میں آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ چار رسالے میں نے لکھے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے دریافت فرمایا کہ کس زبان میں؟

ارشاد فرمایا۔ عربی اور فارسی میں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں ان دونوں زبانوں سے نابلد ہوں۔ حضور اگر اجازت دیں تو میں ان رسالوں کا اپنے لیے اردو میں ترجمہ کراؤں۔

اعلیٰ حضرت نے بڑی خندہ پیشانی سے اجازت مرحمت فرمادی۔

وہ علی گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں ناظم دینیات مولانا سید سلیمان اشرف صاحب سے انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک مستعد عالم جو ریاضی میں دخل رکھتے ہوں چند رسائل کا ترجمہ کرنے کے لیے معقول تنخواہ پر بریلی بھیجدیجیے۔

چنانچہ حضرت ناظم دینیات نے مولوی شرافت اللہ خاں صاحب کو اس کام پر مامور کرکے بریلی بھیجا۔ وہ بریلی آئے۔ چاروں رسالوں کا ترجمہ کیا۔ ترجمہ اعلیٰ حضرت کو سنایا۔ پھر یہیں سے مبیضہ کرکے علی گڑھ لے گئے اور ڈاکٹر صاحب کو لے جاکر دیدیا۔ اب یہ تراجم یونیورسٹی کی لائبریری میں ہوں گے یا ڈاکٹر صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں ہوں گے۔

اس کے بعد ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے کئی جگہ اس کا اعتراف بھی کیا کہ "مولانا احمد رضا خاں بریلوی ریاضی میں اپنا جواب نہیں رکھتے"

سہارنپور میں ڈاکٹر صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی۔ اس میں سپاسنامہ پڑھا گیا جس میں یہ کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی میں یگانۂ روزگار ہیں۔

انہوں نے جوابی تقریر میں کہا کہ "ان الفاظ کے مستحق مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔ وہ واقعی اپنا جواب نہیں رکھتے"

ایسا ہی انہوں نے قنوج میں ایک موقعہ پر کہا۔

یہ دونوں واقعے مجھ سے حامد علی خاں صاحب سابق مال بابو ریلوے نے ذکر کیے۔ وہ دونوں موقعوں پر خود موجود تھے"[1]

حضرت فاضل بریلوی کے ایک ممتاز خلیفہ حضرت مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری اپنے بچشم دید حالات لکھتے ہیں۔

"ایک دن میں دارالافتاء میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک شکرم (چار پہیوں والی ایک بند گاڑی) پھاٹک کے سامنے رکی۔ ایک مولوی صاحب اور ایک صاحب کوٹ پتلون پہنے ننگے سر اتر کر ہماری طرف آئے۔ ان کے ساتھ جو مولوی صاحب تھے وہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب تھے۔

پھاٹک کے اندر آئے اور مجھ سے مولانا سید سلیمان اشرف نے دریافت فرمایا۔ حضرت کہاں ہیں؟ میں نے کہا تشریف رکھئے اخبر بھیجتا ہوں۔ دونوں بیٹھ گئے۔ اور ایک کارڈ نکال کر دونوں کے نام لکھ کر مجھے دیا۔ میں نے کارڈ اندر پہنچا دیا۔

اندر سے لڑکا آیا کہ حضرت اندر بلا رہے ہیں۔ جب دونوں اندر جانے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ڈاکٹر ضیاء الدین سے کہا۔ حضرت کے پاس چل رہے ہو اور ننگے سر؟

ان دنوں میں ترکی ٹوپی لگاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میری ٹوپی میرے سر سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ میں نے اپنے سر پر رومال لپیٹ لیا اور اندر حضرت کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ فرمایا! تشریف لایئے۔ سلام و مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت نے خیریت پوچھی فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور ایک سادہ کاغذ پر ریاضی کی ایک شکل انگریزی حروف میں بنائی اور پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس مشکل کے حل کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے آپ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ اس لئے

---

[1] ص ۴۳،۱۴۲۔ سیرت اعلیٰ حضرت مطبوعہ بریلی مؤلفہ مولانا حسنین رضا۔

میں نے آپ کو تکلیف دی ۔ اور حضرت کو کاغذ دیا۔ حضرت نے کاغذ دیکھ کر فرمایا۔ انگریزی حروف میں کیا سمجھوں ؟

ڈاکٹر صاحب نے دوسرے سادہ کاغذ پر وہ اشکال ابجد حروف میں پیش کیا۔ اور پنسل کا اشارہ کرتے ہوئے حضرت سے کچھ عرض کیا۔ حضرت نے بھی جواب میں کچھ فرمایا۔

چند منٹ کی گفتگو ہی کے بعد ڈاکٹر صاحب حیرت زدہ ہو کر حضرت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ادھر حضرت پیش کردہ اشکال پر غور فرما کر ایک سادہ کاغذ پر خود کچھ شکلیں بناتے، کاٹتے، سدھارتے رہے ۔ اور ادھر ڈاکٹر صاحب کی نظر حضرت کے قلم پر جمی رہی۔

پانچ منٹ کے بعد ایک صاف کاغذ پر اشکال کو حل فرما کر ڈاکٹر صاحب کو دے دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوسرے کاغذ پر اعلیٰ حضرت کی حل کردہ اشکال کو اپنے طور پر انگریزی نشانات لگا کر نقل کیا۔ اور خوب غور کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کو بوسہ دے کر عرض کیا۔

"حضور نے یہ مسئلہ کتنی آسانی سے پانچ منٹ میں حل فرما دیا جسے میں ہفتوں غور کے بعد بھی حل نہ کر سکا۔ اور اس کے حل کے لئے جرمنی یا انگلینڈ جانے والا تھا کہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری صحیح رہنمائی فرمائی۔ میں مولانا کا بہت ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں اور علماء کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔"

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر بیٹھے پھر اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ کاغذات لپیٹ کر پتلون کی جیب میں رکھا۔ میں بھی ساتھ چلا۔ صحن پار کرنے کے بعد میری ٹوپی واپس کرتے ہوئے بولے ۔

"میاں! بڑے خوش نصیب ہو۔ خوب خدمت کرو۔ اور جتنا بھی فیض حاصل کر سکو، کر لو۔"

باہر آ کر پھاٹک میں کرسی پر بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا۔

"یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت و مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی۔ حضرت نے چند منٹ میں اسے حل کر کے رکھ دیا۔

صحیح معنوں میں یہ ہستی "نوبل پرائز" کی مستحق ہے، مگر گوشہ نشین، ریا اور نام و نمود سے پاک

شہرت کی طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔

مولانا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے بڑی زحمت سے بچا لیا۔

میں نے کہا۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء ___ ڈاکٹر ضیاء الدین اور مولانا سید سلیمان اشرف مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔[1]

اس واقعہ کی تحقیق و تصدیق کے سلسلے میں علامہ شبیر احمد خاں غوری (علی گڑھ) لکھتے ہیں۔

"چونکہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے بریلی کا یہ علمی سفر مارہرہ شریف کے سجادہ نشین کے تعارفی خط کے ذریعہ کیا تھا اس لیے مجھے تلاش ہوئی کہ شاید درگاہ شریف (مارہرہ شریف) میں کوئی تحریری شہادت مل جائے۔ مجھے ابھی درگاہ شریف کی زیارت کے لیے جانے کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن اس خانقاہ کے ایک محترم فرد جناب ع۔ ب۔ الحسن صاحب نے مجھے اس سلسلے کی ایک اہم شہادت فراہم کی۔ فجزاھم اللہ خیرالجزاء۔

یہ "العلم" کراچی میں شائع شدہ ایک مضمون ہے جو نہ تو فاضل بریلوی پر ہے۔ اور نہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین ہی پر ہے۔۔۔ بلکہ ایک تیسرے بزرگ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف پر ہے مضمون نگار کو ان سے عقیدت تھی۔ ان کے ذکر میں ضمناً یہ واقعہ بھی آ گیا ہے۔ خود مضمون نگار کی ثقاہت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اولاً بھانجے ہونے کے علاوہ اپنے پیشے کے اعتبار سے بھی قولاً و عملاً قابل اعتماد ہیں۔ سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ان کے ایماء و مشورہ سے ڈاکٹر سر ضیاء الدین ریاضی کے ایک اہم مسئلہ کا حل دریافت کرنے اعلیٰ حضرت کے پاس سید سلیمان اشرف صاحب کی معیت میں گئے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت نے باحسن وجوہ وہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم اس کے حل کے لیے یورپ جانا چاہتے تھے۔[2]

محقق نصیر الدین طوسی کی مشہور تصنیف "زیج ایلخانی" پر حضرت فاضل بریلوی کی جو تعلیقات ہیں انہیں دیکھ کر علامہ شبیر احمد غوری یوں بول اٹھے۔

"اور فاضل بریلوی کی ریاضیاتی عبقریت نے اپنے اظہار کے لیے اس عظیم ہیئتی شاہکار کو منتخب کیا۔ چھا نشاہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی ___ پہلی بھڑک اسی نگو انتخاب کی

---

[1] ص ۵۸ تا ۶۰۔ اکرام امام احمد رضا۔ مولفہ مفتی برہان الحق مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

[2] ص ۱۴۶۔ معارف رضا جلد ہفتم۔ مطبوعہ کراچی۔

اس انتخاب کی اہمیت اس وقت اور واضح ہوجاتی ہے جب ہم فاضل بریلوی کی ریاضی وہیئت
ہی قلمی سرگرمیوں کو اس ماحول میں پرکھیں جب کہ ان کے بیشتر معاصرین یا تو ریاضی و ہیئت کے معضلات
و متروک التعلیم قرار دے کر علم و حرکت کی ترقی کو آگے بڑھانے کے بجائے پیچھے کو ڈھکیل رہے
تھے۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ صاحبانِ مطابع کی فرمائش سے حواشی لکھ رہے تھے[۱]

"میں اس (تعلیقات علی الزیج الایلخانی) کا مطالعہ کر رہا ہوں جس سے اندازہ ہوتا ہے
ا اعلیٰ حضرت بریلوی کے عقیدت مندان انکی جامعیت اور فضل و کمال کی جو بھی تعریف کرتے
ہیں۔ وہ عقیدت مندانہ مبالغہ آرائی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ نفس الامری ہے"[۲]

حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی المتوفی ۱۴۰۱ھ مدیر ماہنامہ الرضا بریلی تحریر فرماتے ہیں
"دار الافتاء میں ملک العلماء جناب مولانا ظفر الدین صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) ارشد تلامذہ
لیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بانکی پور (پٹنہ) کے انگریزی اخبار ایکسپریس ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے
دوسرے ورق کا صرف پہلا کالم تراش کر بغرض ملاحظہ و استصواب حاضر کیا جس میں امریکہ کے منجم
پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشگوئی ہے۔ جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب و جناب سید اشتیاق علی
صاحب رضوی نے ترجمہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"۱۷ دسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون۔ یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے
زائد ہے۔ قِران میں ہوں گے۔ آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے
قوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آ تا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورنیس
کا سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورنیس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب
ں برچھے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس
صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آہستہ صاف کر دیا جائے گا۔
یہ داغ شمس ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر
آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہوا۔ اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔
یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان۔ بجلیاں۔ مینہ اور بڑے زلزلے ہوں گے۔ زمین

۱؎ ص۱۳۹ معارف رضا جلد ہفتم مطبوعہ کراچی۔ ۲؎ ص۱۳۰ ایضاً۔

ہفتوں میں اعتدال پر آ جائے گی[1]

اس ہولناک پیش گوئی سے سارے ہندوستان میں ایک اضطراب اور ہیجان پیدا ہو گیا لیکن جب امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا جواب نہایت مدلل اور محققانہ شان سے دیا اور ماہنامہ الرضا بریلی شمارہ صفر و ربیع الاول ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء میں آپ کا فاضلانہ مقالہ شائع ہوا تو لوگوں کو سکون میسر آیا اور ہر حلقے سے اس کی زبردست پذیرائی ہوئی۔ اور پرزور دلائل کے ذریعہ پروفیسر البرٹ کے توہمات کا آپ نے رد فرمایا۔ نیز عیسائی راہب علامہ قطب الدین شیرازی، ابن ماجد اندلسی۔ ہرشل یکم، ہرشل دوم، سمٹ کوسکی، راجر لانگ کے مشاہدات و تجربات، ماضی و حال کے تجربات نیز اپنے نتائج کی روشنی میں آپ نے نہایت قوت کے ساتھ اس پیش گوئی کا رد فرمایا۔ اور الحمد للہ یہ پیش گوئی باطل ہوئی اور امام احمد رضا نے جو کچھ کہا وہی حق اور صحیح ثابت ہوا۔ جواب کے آخر میں آپ نے تحریر فرمایا:

۱۵ ـــ داغ پیدا کرنے کے لیے اقتران کی کیا حاجت ہے۔ سیارے آفتاب کے نزدیک ہمیشہ رہتے اور تمہارے زعم میں اسے ہمیشہ جذب کرتے ہیں۔ تو چاہیے کہ آفتاب کا گیس مدام اڑتا رہے اور آتش فشانی سے کوئی وقت خالی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اور وقت ان کا اثر جرم شمس پر متفرق ہوتا ہے جس سے آفتاب متاثر نہیں ہوتا۔ بخلاف قران کے دو یا زائد مل کر موضع واحد پر اثر ڈالتے ہیں اس سے یہ آگ بھڑکتی ہے۔ ایسا ہے تو جب وہ ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فاصلے میں منتشر ہیں اب بھی ان کا اثر آفتاب کے متفرق مواضع پر تنہا ہے نہ مجموعی ایک جگہ پر۔ پھر آفتاب کیوں متاثر ہوگا۔ یہ فاصلہ تھوڑا سمجھے مرکز شمس سے فلک نیپچون تک ہر سیارے کے مرکز پر گزرتے ہوئے خط کھینچے جائیں تو معلوم ہو کر سو کروڑ میل سے زائد کا فصل ہے۔ شمس سے نیپچون کا بُعد زمین کے تیس گنے سے زیادہ ہے۔ اگر تیس ہی رکھیں تو دو ارب اٹھہتر کروڑ ستر لاکھ میل ہوا۔ اور اس کے مدار کا قطر پانچ ارب ستاون کروڑ چالیس لاکھ میل اور اس کا محیط ستر ارب اکیاون کروڑ بارہ لاکھ میل سے زائد اور اس کے ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے ایک ارب اٹھائیس کروڑ ۲۳ لاکھ ۴۶ ہزار میل سے زیادہ، ایسے شدید بعید فاصلہ میں پھیلا ہوا انتشار کیا مجموعی قوت کا کام دے گا۔ یہ بھی اس حالت میں ہے کہ ان کے اختلاف عرض کا لحاظ نہ کیا۔ اور اگر ضرر رسانی شمس کے لیے سب کو سب سے قریب تر فلک عطارد پہ لا ڈالیں تو بُعد عطارد: بعد ارض: :

[1] ص۳ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ) مطبوعہ مجلس رضا لاہور۔

۶۳۸۰: ۱۔ تو شمس سے بعد عطارد ۳۵۹۵۲۳۰۰ میل ہوا تقریباً تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل اور قطر مدار ۰ ۶۰۴۹۰۱۹۰۷ سات کروڑ انیس لاکھ میل سے زائد اور محیط ۲۲ کروڑ ۵۸ لاکھ ۹۵ ہزار میل اور ۲۶ درجے ۲۲ دقیقے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ ۵۵ ہزار ۱۷۳ میل یہ فاصلہ کیا کم ہے۔ بلکہ بالفرض سب دوریاں اٹھا کر تمام سیاروں کو خود سطح آفتاب پر لا رکھیں جب بھی یہ فاصلہ دو لاکھ میل ہوگا یعنی ۱۹۹۵۱۴ اگر قرص شمس کا دائرہ ستائیس لاکھ بائیس ہزار تین سو اکسٹھ میل ہے۔

۱۶۔۔۔ اگر آفتاب کا جسم ایسا ہی کمزور مسام ناک ہے کہ اس قدر شدید متفرق زد سرایت کرکے اس موضع واحد پر ہو جاتی ہے تو پچاس ساٹھ یا ستر اسی یا سو درجے کے فاصلہ پر پھیلے ہوئے ستارے ۔اکثر اوقات گرد شمس رہتے ہیں ان کی مجموعی زد ہمیشہ کیوں نہیں عمل کرتی۔ اگر اتنا فاصلہ مانع ہے تو دو سیاروں کا مقابلہ کیوں عمل کرتا ہے جب کہ ان میں غایت درجے کا فصل ۱۸۰ درجے ہے خصوصاً بسا فرضی مقابلہ جیسا یہاں یورنیس کو ہے کہ تحقیق کسی سے نہیں جس پر خط واحد کا مہمل عذر ہو سکے۔

۱۷۔۔۔ بالفرض یہ سب کچھ سہی پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لئے بے سروپا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ پچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوتے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو اور واقعی خرافات ہیں۔

پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا غایا کردے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہوا؟ بیانِ منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر، اردہمبر کے لئے، اسی پر ہی اکتفا کریں [۱]

الکلمۃ الملہمۃ جسے ہندوستان کے مشہور فاضل و اہل قلم علامہ شبیر احمد خاں غوری علی گڑھ نے عہد حاضر کا تہافت الفلاسفۃ، لکھا ہے۔ اس میں فلسفہ کے وہ مسائل جو صدیوں سے مسلم اور نا قابل تردید سمجھے جا رہے تھے۔ آپ نے اپنی خداداد عبقریت سے ان کے پرخچے اڑا دئے۔ مؤلف شمس بازغہ ملا محمود جونپوری کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"متفلسف جونپوری نے اپنی ظلمت نازغہ مسمیٰ ظلما شمس بازغہ کی فصل حیز میں کہا۔ وُجُودُ الجِسْم

۱ے۔ ص۱۵۔ ص۱۶ ایضا۔

۲ے۔ مضمون ماہنامہ معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۹۱ء۔

بِدُوْنِ فَاعِلٍ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ مُمْکِنٍ لٰکِنْ نِسْبَۃُ الْفَاعِلِ اِلٰی جَمِیْعِ الْاَحْیَانِ عَلَی السَّوَاءِ فَلَا یُمْکِنُ تَعْیِیْنُ الْحَیِّزِ مِنْہُ مَالَمْ یَکُنْ بِطَبِیْعَۃِ الْجِسْمِ خُصُوْصِیَّۃٌ مَعَہٗ۔

دیکھو کیا صاف کہا کہ خالق کو قدرت نہیں کہ جسم کو کسی خاص حیز میں پیدا کر سکے جب تک خود طبیعت ہی کو اس حیز سے کوئی خصوصیت نہ ہو۔ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ[1]

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی عدیم النظیر تحقیقات و تدقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو بلاشبہ ہر انصاف پسند انسان آپ کی عبقریت کا قائل ہو جائے گا اور کھلے دل سے آپ کو ایشیاء کا عظیم محقق، قرار دے گا۔ اور شرق سے غرب نیز ماضی سے حال تک کے ارباب علم و دانش اور جامع صفات علماء و افاضل کی بزم حکمت و دانائی میں حضرت فاضل بریلوی ایک ممتاز اور نمایاں ترین مقام کے حامل نظر آئیں گے جن کی ذات ایسی متنوع اور متعدد الجہات ہے کہ ہر فن کے طالب کو اس کی تسکین قلب کا سامان میسر آجاتا ہے۔ اور فکر و نظر نیز قلب و روح سب اس آبِ حیوان سے سیراب اور شادکام واپس پلٹتے ہیں۔

---

[1] ص ۸ حاشیہ الکلمۃ الملہمہ مطبوعہ دہلی۔

سفرِ آخرت کے ایمان افروز مناظر

ہر شخص کی زندگی کا آخری دَور عموماً علالت اور ضعف و ناتوانی کا ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے پابندِ صوم وصلوٰۃ حضرات بھی سستی و کاہلی کا شکار ہو کر فرائض کی ادائیگی کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں یا کم از کم پابندیٔ اوقات میں ضرور فرق آجاتا ہے۔ مگر مقربینِ بارگاہِ خداوندی ایسے عالم میں بھی اتباعِ شرع و تقویٰ کا اتنا ہی خیال رکھتے ہیں جتنا اپنی صحت و تندرستی اور طاقت کے زمانے میں التزام کیا کرتے تھے۔

عاشقِ رسول حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا یہ حال تھا کہ نماز پنجگانہ اپنی پوری پابندی اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرماتے اس سے ذرہ برابر تساہل نہ برتتے۔ ذوق و شوق حضوریٔ رب کا وہی عالم ہمیشہ ہوتا جس کا مشاہدہ حاضرین و معتقدین اس سے پہلے کیا کرتے تھے۔ قلب خشیتِ الٰہی سے کانپ کانپ اٹھتا تھا۔ اور فرماتے اگر مجھ گنہگار کو غفور رحیم بخش دے تو یہ اس کا فضل ہے اور نہ بخشے تو عادل و مُقسِط اور قادر و قیوم کا عدل ہے۔ بس اس کی رحمت و غفران کا سہارا ہے۔

۱۳۳۹ھ رسنہ ۱۹۲۱ء کا رمضان شریف مئی و جون میں پڑا۔ ضعف و نقاہت کے سبب روزہ رکھنا مشکل اور استطاعت سے باہر تھا۔ اس عالم میں شرعی رخصت بھی تھی۔ مگر اتباعِ شریعت کا یہ حال تھا کہ آپ نے اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے عزیمت ہی پر عمل فرمایا اور خود ہی صورت نکالی کہ کوہ بھوالی ضلع نینی تال میں چونکہ اس وقت بھی سردی ہے اور وہاں جا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے بوجہ استطاعت میرے اوپر روزہ فرض ہے۔ اور وہاں جا کر آپ نے روزے رکھ کر رمضان شریف کے ایام گزارے۔

۳ ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۹ھ کو آپ نے خود اپنے قلم سے اپنی تاریخِ وصال اس آیت کریمہ سے نکالی۔

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ

۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو وطن مالوف بریلی حاضر ہوئے۔ احباب واعزہ اور خلفاء و تلامذہ کی آمد و رفت شروع ہوئی اور عیادت و بیعت کیلئے ہر طرف سے علماء و مشائخ کرام اور مسلمانوں کے قافلے اترنے لگے۔ اپنی مجلس میں اکثر اوقات آپ مواعظ و نصائح فرماتے۔ پوری مجلس پر تضرع و خشیت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ روتے روتے کتنوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت فرماتے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہمہ وقت حسن خاتمہ کی دعا کرتے۔

عارفوں اور بزرگوں کی نظر بھی کیا ہوتی ہے حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری لکھتے ہیں۔

"میرے والد ماجد (حضرت مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری) فرماتے تھے کہ امام احمد رضا بریلوی اور شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں صاحب (کچھوچھوی) کو بوقت ملاقات ایک دوسرے کی قدم بوسی فرماتے دیکھا۔ حضرت اشرفی میاں صاحب نے میرے والد ماجد کو اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو تین ماہ قبل بتا دیا تھا کہ اب وقت وصال قریب ہے جو کچھ لینا ہے حاصل کر لو۔ چنانچہ میرے والد ماجد وصال سے کئی ماہ قبل بریلی تشریف لے گئے اور وقت وصال تک وہیں رہے[1]

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب جو ان اوقات میں حضرت فاضل بریلوی کی خدمت گزاری میں لگے رہتے تھے انہوں نے اس وقت کی بہت ساری تفصیلات کو "وصایا" میں جمع کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز فاضل بریلوی قدس سرہ نے لوگوں کو بلا کر دین و ایمان کی حفاظت اور اتباع شریعت کی ترغیب و تشویق دلائی اور بدمذہبوں سے اجتناب کی سخت تاکید فرمائی۔ اسی مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے۔ ان سے تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے یہ کہتے ہیں۔ یہ نور ہم سے لے لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن رہو۔ وہ نور یہ ہے:۔

اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم، اور ان کے دوستوں کی خدمت و تکریم اور ان کے دشمنوں سے اجتناب و عداوت جس سے اللہ و رسول کی ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو اس سے فوراً جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم

---

[1] ص ۱۲۳ اذکار حبیب رضا مرکزی مجلس رضا لاہور۔

کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ الخ (مقتبس)

جب وقتِ وصال قریب آیا تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں جتنی تصاویر (کارڈ۔ لفافہ۔ روپیہ۔ پیسہ) ہیں سب باہر کرو۔ اپنے فرزند اکبر حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں سے کہا وضو کر کے قرآن حکیم لاؤ۔ ابھی وہ حاضر نہ ہو سکے کہ خلف اصغر (مفتی مصطفٰی رضا خاں) سے فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ سورۂ یٰس شریف اور سورۂ رعد شریف کی تلاوت کرو۔ حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔

اپنے متعلقین کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

(۱) شروع نزع کے قریب کارڈ۔ لفافے۔ روپیہ۔ پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔ جنب یا حائض نہ آنے پائے۔ کتا مکان میں نہ آئے۔

(۲) سورۂ یٰس، سورۂ رعد بآواز بلند پڑھی جائیں۔ کلمہ طیبہ سینہ پر دم آنے تک متواتر بآواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے۔ کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

(۳) بعد قبض فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں بسم اللّٰہ وعلٰی ملۃ رسول اللّٰہ کہہ کر۔ نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دئے جائیں۔ پھر اصلاً کوئی نہ روئے۔ وقتِ نزع میرے اور اپنے لئے دعائے خیر مانگتے رہو۔ کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے، کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

(۴) غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

(۵) جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو۔ جنازہ کے آگے اگر پڑھیں تو

تم پہ کروروں درود　　　اور ذریعۂ قادریہ

(۶) خبردار! کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے نہ ہی قبر پر۔

(۷) قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں۔ دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں۔ پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگا دیں۔

(۸) جب تک قبر تیار ہو۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ عُبَیْدَکَ ھٰذَا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ بِجَاہِ نَبِیِّکَ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

پڑھتے رہیں۔ اناج قبر پر نہ لے جائیں۔ یہیں تقسیم کردیں وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی۔

(۹) بعد تیاری قبر سرہانے الٓمّٓ تا مفلحون۔ پائنتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا آخر سورۃ پڑھیں اور سات بار باآواز بلند حامد رضا خاں اذان کہیں۔ پھر سب واپس آئیں۔ اور ملقن میرے مواجہ میں کھڑے ہوکر تین بار تلقین کریں پیچھے ہٹ ہٹ کر۔ پھر اعزا، احبا چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹہ میرے مواجہ میں درود شریف ایسی آواز میں پڑھتے رہیں کہ میں سنوں۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کرکے چلے آئیں۔ اور اگر تکلیف گوارہ ہوسکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہ میں قرآن مجید درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان سے دل لگ جائے۔

(۱۰) کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو۔ کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔

(۱۱) فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں۔ اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو[1]

۲ بج کر ۳۸ منٹ بروز جمعۃ المبارکہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ وصال سے دو گھنٹہ ۱۷ منٹ پیشتر شیخ الاسلام والمسلمین، امام الہدیٰ عبدالمصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمۃ ۱۳۴۰ ۱۹۲۱ء نے یہ وصایا قلم بند کرائے اور آخر میں اپنا دستخط فرماتے ہوئے لکھا۔

"بقلم خود بحالتِ صحت وحواس۔ واللہ شہید۔ ولہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلّم علیٰ شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الیٰ ابد الآبدین۔ اٰمین والحمدُ للہ رب العالمین[2]

سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے وہ آپ نے معمول سے زائد پڑھیں۔ جمعہ کا مقدس دن تھا دو بج کر ۳۸ منٹ پر مؤذن نے اذان دی اس نے حی علی الفلاح کی آواز دی۔ ادھر آپ نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اچانک چہرہ پر ایک لمعۂ نور چمکا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔

انّا للہ وانّا الیہ راجعون

اور قتیلِ تیغ ابرو ئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغِ عالم کی محدود فضا سے نکل کر

---

[1] ص ۱۰ وصایا شریف مطبوعہ دہلی۔ [2] ص ایضاً۔

حظیرۃ القدس کو اپنا آشیانہ بنایا۔ جس کی دائمی بہاروں نے مچل کر اسے خوش آمدید کہا ؎

رتبہ شہیدِ عشق کا گر جان جائیے　　　قربان جانے والوں کے قربان جائیے

عیدگاہ کے وسیع میدان میں قرب و جوار اور دور دراز کے ہزاروں مسلمانوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ حسب وصیت ؎

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

اور اس کے بقیہ اشعار نعت خواں راستے بھر پڑھتے رہے۔ خلق خدا کا ہجوم اور علماء کرام کا اژدہام اس قدر تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ خلفاء و تلامذہ اور اصحاب بیعت و ارادت نے اس آفتابِ شریعت و طریقت اور ماہتاب علم و فضل کو جب اپنے سوگوار دل اور لرزتی ہوئی زبان سے الوداع کہا تو زمین کا سینہ اس عارف باللہ عاشقِ رسول کے انوار و تجلیات سے چمک اٹھا اور آسمان رشک آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا کیسے کیسے انمول خزانے زیرِ زمین دفن ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ عاشقانِ رسول یونہی نوازے جاتے ہیں ؎

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسیؔ
کہ شبِ گور ہے اس گل سے ملاقات کی رات

آئندہ سطور میں انتقال کے بعد کے دو ایسے واقعات پیش کئے جا رہے ہیں جن کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ ان دونوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ غیروں کی نظر میں آپ کی کیا حیثیت تھی اور "قدرِ نعمت بعد زوالِ نعمت" کا انہیں کتنا احساس تھا۔ حضرت مولانا مولوی حبیب رضا خاں لکھتے ہیں۔

(۱) اس کے راوی سید مدنی میاں صاحب مرحوم ہیں یہ اعلیٰ حضرت کے زمانۂ وصال میں مرادآباد میں ہیڈ کانسٹیبل تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کا تار جب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب کے نام مرادآباد پہونچا تو آپ نے فوراً طلبہ کے ایک گروہ کو مامور کیا کہ وہ شہر میں اعلان کر دے "اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آج نمازِ جمعہ کے بعد وصال فرمایا کل دفن ہوں گے جو صاحب شریک ہونا چاہیں وہ بریلی چلیں"۔

طلبہ کا یہ گروہ جب اعلان کرتا ہوا شاہی مسجد مرادآباد کے قریب پہنچا تو نمازِ مغرب ہو چکی تھی۔ سید صاحب کا ارشاد ہے کہ میں تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور قریب ہی ایک صاحب جو عقیدۃً سخت وہابی او

مدرسہ میں صدر مدرس تھے، اپنے معتقدین میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اعلان کی آواز سن کر انہوں نے ایک طالب علم سے کہا کہ دیکھو بازار میں کیا اعلان ہو رہا ہے۔ طالب علم گیا اور واپس آکر اس نے خوشی کے لب و لہجہ میں کہا: خاں صاحب بریلوی ختم ہو گئے۔

اس پر وہ وہابی مولوی برافروختہ ہو گئے انہوں نے کہا: "یہ مسلمانوں کے خوش ہونے کی بات ہے یا خون کے آنسو رونے کی بات ہے۔ مولانا احمد رضا سے مخالفت ہماری اپنی جگہ ہے۔ مگر ہمیں ان کی ذات پر بڑا ناز تھا غیر مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ

"دنیا بھر کے علوم اگر ایک ذات میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ دیکھ لو! ہم میں ایک ایسی شخصیت مولوی احمد رضا خاں کی موجود ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی ہے۔ ہائے افسوس! کہ آج ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ فخر بھی ختم ہو گیا۔"[1]

(۲) مولوی اشرف علی تھانوی کو بریلی سے ان کے کسی مرید نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے وصال پر مسرت کا تار دیا۔ تار کا مضمون خود راوی صاحب نے پڑھ کر سنایا تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حاضرین میں سے ایک نے مولوی اشرف علی صاحب سے کہا کہ انہوں نے آپ کی تکفیر کی اور آپ ان کی موت پر انا للہ الخ پڑھتے ہیں؟

مولوی اشرف علی نے جواب دیا کہ "وہ عشق رسول مقبول میں ڈوبے ہوئے تھے اور بڑے عالم تھے۔ انہوں نے جو کچھ میری نسبت لکھا وہ اپنی جگہ صحیح تھا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ ہوتے۔ اور میری عبارت کا جو مطلب انہوں نے سمجھا اور اس کی بنا پر میری تکفیر کی۔ اگر ان کے قلم سے یہ الفاظ سرزد ہوتے تو میں بھی اس مطلب کی بنا پر جو انہوں نے سمجھا ان کی تکفیر ہی کرتا۔"

خورشید علی خاں ایس۔ ڈی۔ او۔ وہاں موجود تھے اور انہیں نے تار پڑھا تھا۔ اور انہیں نے میرے عزیز ترین برادر جلیل القدر فاضل مولوی سردار علی خاں مرحوم سے یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ جب وہ بریلی میں ایس۔ ڈی۔ او ہو کر آئے تھے۔ مرحوم سے ان کے گہرے تعلقات ہو گئے تھے۔

مجھے تو مخالفین کی ایک عظیم ترین شخصیت کی ایک بات متعدد بیانات سے یاد ہے کہ

"مولوی احمد رضا خاں کے قلم اور مولوی ہدایت رسول خاں صاحب (لکھنوی) کی زبان کا ہمارے

---

[1] ص ۲۹ ماہنامہ نوری کرن بریلی جولائی ۱۹۶۳ء

پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ [1]

ایک ایسا واقعہ بھی نذر قارئین ہے جس سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی قدر و قیمت کا ایک حد تک صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اور عاشق مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام عشق پر قلب و نگاہ دونوں کو رشک آتا ہے۔

نواب وحید احمد خاں وکیل سکھر پاکستان رقم طراز ہیں۔

"جب میں الٰہ آباد ہائیکورٹ میں وکالت کرتا تھا تو علی گڑھ کے ایک متمول بیرسٹر بھی میرے بنگلہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ وہ علی گڑھ سے الٰہ آباد وکالت کرنے آئے تھے۔ ان کا نام خواجہ عبد المجید تھا بڑے پکے کانگریسی تھے اور عقائد میں مذبذب۔

ایک روز اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کہنے لگے وہ عالم تو زبردست تھے مگر توہم پرست اور کانگریس کے خلاف۔ توہم پرست تو یوں کہ میں نے مہدی میاں (رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) کے قدم چومتے ان کو دیکھا۔ بھلا اتنا بڑا عالم اور ایک دنیا دار آدمی کے قدم چومے۔ یہ توہم پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور چوں کہ وہ کانگریس کے خلاف تھے اس لئے میں ان کو برا بھلا کہتا ہوں۔

واقعہ انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ حکیم اجمل خاں مرحوم (دہلوی) کے پاس ایک شامی بزرگ آتے۔ بیرسٹر (خواجہ عبد المجید) صاحب بھی چوں کہ پکے کانگریسی تھے اس لئے حکیم اجمل خاں مرحوم کے ساتھ بہت رہتے تھے۔ شامی بزرگ کی اکثر کرامتیں مشاہدہ میں آتی رہتی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ۔

ایک روز حکیم صاحب کسی دولت مند کا علاج کرنے باہر کسی شہر کو جا رہے تھے۔ شامی صاحب نے دریافت کیا کہ کہاں کی تیاری ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ فلاں شخص کا علاج کرنے فلاں شہر جا رہا ہوں۔ شامی صاحب نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حکیم صاحب نے بخوشی منظور کر لیا۔ بیرسٹر صاحب بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہونچ کر حکیم صاحب نے مریض کی نبض دیکھی اور نسخہ تجویز کر دیا۔ شامی صاحب کے دریافت کرنے پر حکیم صاحب نے کہا کہ اس کو کوئی خاص مرض نہیں ہے۔ دو چار دن میں انشاء اللہ تعالیٰ درست ہو جائے گا۔

---

[1] صـ ۲۹ ـ یضاً

شامی صاحب نے مسکرا کر کہا کہ حکیم صاحب آپ اس مریض کا علاج نہ کریں۔ کیوں کہ یہ پرسوں مر جائے گا اور آپ کی بدنامی ہوگی۔ حکیم صاحب متحیر ہو کر کہنے لگے کہ شامی صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں مریض تو بالکل اچھا ہے۔ شامی صاحب نے فرمایا۔ آپ کو اختیار ہے مگر اس کی زندگی کا چراغ پرسوں گل ہو جائے گا۔

بیرسٹر صاحب بھی اس گفتگو میں شریک تھے۔ اور حکیم صاحب کو انہوں نے مشورہ دیا کہ پرسوں تک یہاں ہی قیام کیا جائے۔ چنانچہ تیسرے روز (وہ) مرگیا۔ سب کو تعجب ہوگیا۔ شامی صاحب تو پہلے ہی دن وہاں سے غائب ہوگئے تھے۔

بیرسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس دن سے میں شامی صاحب کی بزرگی کا قائل ہوگیا۔ شامی صاحب ہم سے دور دور رہنے لگے اور بہت ہی کم ملاقات کرتے۔

ایک دن کانگریس کے مخالفین کا ذکر چھڑا۔ بیرسٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ فوراً شامی صاحب نے روک دیا اور کہا کہ خبردار اس شخص کو برا نہ کہنا۔ تم اس کا مرتبہ کیا جانو؟ (یہ واقعہ ۱۹۲۴ء کا ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کو تین سال ہو چکے تھے) بیرسٹر صاحب نے اصرار کیا کہ مفصل ارشاد فرمایا جائے۔ شامی صاحب پہلے تو انکار کرتے رہے اور صرف یہی کہتے رہے کہ "دیکھو اس شخص کو کبھی برامت کہنا"

جب بیرسٹر صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمانے لگے۔

"بھائی! ان آنکھوں نے وہ واقعہ دیکھا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اور اگر بیان کروں گا تو تم اس کی تصدیق نہیں کروگے"

بیرسٹر صاحب نے کہا آپ کی روحانیت کا سکہ ہمارے دل پر بیٹھ گیا ہے۔ ہم کبھی آپ کو دروغ گو خیال نہیں کر سکتے اور جو کچھ فرمائیں گے بدل و جان منظور کریں گے۔

شامی صاحب نے فرمایا اگر تم روحانیت کے قائل ہو تو سنو!

"میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار مقدس میں حاضر ہوا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کو حاضر پایا۔ مولوی احمد رضا خاں بھی حاضر تھے۔

حضور اکرم و انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا" احمد رضا وعظ کہو"

شامی صاحب نے فرمایا بتاؤ اس شخص کے مرتبہ کا کوئی ٹھکانہ ہے اب بھی اس کو برا کہو گے؟

بیرسٹر صاحب کہنے لگے کہ اس دن سے میں نے ان کو بُرا کہنا چھوڑ دیا ______ یہ واقعہ خود خواجہ عبدالمجید صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔[۱]

بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں یہ مقبولیت یقیناً ایک ایسا انعامِ عشق ہے جسے ربِ کائنات کا فضل و احسان ہی کہا جا سکتا ہے۔

وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

---

[۱] ص ۲۳ ایضاً۔

"وصایا شریف"
پر اعتراضات کے جوابات

مجدد اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماتے وقت مسلمانان اہل سنت کے لئے بہت سی روح پرور، جاں نواز اور ایمان افروز وصیتیں فرمائی تھیں جنہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے برادر زادہ مولانا حسنین رضا خاں ابن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہما نے قلم بند فرما کر شائع کیا تھا۔ اور نصف صدی پیشتر سے لے کر آج تک کروڑوں اسلامیانِ ہند و پاک اس مجموعۂ ہدایت کو اپنے لئے ایک انمول دستور العمل سمجھتے رہے ہیں کیوں کہ اس کے سارے مشتملات کتاب و سنت و اقوال علمائے امت کے عین مطابق اور ان کے شارح و ترجمان ہیں۔

لیکن بعض عاقبت نا اندیش علمائے دیو بند جو بارگاہِ خدا و رسول میں اپنی اور اپنے بزرگوں کی توہین آمیز عبارتوں کے جوابات سے عاجزی کی خجالت دور کرنے کے لئے علماء اہل سنت کی کتابوں میں غلطیاں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور کچھ نہیں ملتا تو زبردستی غلطی بنا کر عوام میں اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اس کتابچہ کے ساتھ بھی ان کی وہی مذموم حرکت ہوئی اور دو تین جگہ اعتراضات جڑ دئے جن کا اس مضمون میں ایسا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے کہ اگر شرم و حیا اور دیانت کا ذرا سا بھی حصہ دل میں ہو تو پھر سر نہ اٹھائیں ـــــــ اور یہ کوئی پہلا جواب نہیں۔ قہرِ خداوندی، برقِ خداوندی اور العذاب الشدید وغیرہ میں بارہا جواب دیا گیا۔ اور ادھر ۱۹۸۲ء میں نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ نے اپنی لاجواب کتاب تحقیقات میں نہایت تفصیل کے ساتھ علمائے دیو بند کے دسیوں باطل اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اور حق کو آفتاب نصف النہار کی طرح واضح اور روشن و منور کر دیا ہے۔

اب آپ علی الترتیب وصایا پر اعتراض اور اس کا تحقیقی و الزامی جواب ملاحظہ فرماتے چلیں۔

(۱) وصایا شریف میں ہے ——— رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے میرا دین و مذہب کہہ کر یہ ظاہر کیا کہ انہوں نے کوئی نیا دین قائم کیا ہے۔ اور اتباع شریعت کے لئے تو یہ وصیت کی کہ "جہاں تک ہو سکے اتباع شریعت نہ چھوڑو" اور اپنے دین و مذہب کو اتنا بڑھا دیا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض بتایا۔

جواب: یہ اعتراض محض جہالت یا عناد کی پیداوار ہے۔ اصطلاحاً عملی احکام کو شریعت کہا جاتا ہے اور اعتقادیات کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عوام و خواص بھی جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ بقدر طاقت ہیں۔ قرآن فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا مگر ضروریات دینیہ پر ایمان ہر وقت ضروری ہے۔ اس میں حتی الامکان کی شرط نہیں۔ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔ اس جواب سے ظاہر ہو گیا کہ اتباع شریعت کے ساتھ حتی الامکان کی قید نص قرآنی کے مطابق ہے اور دین و ایمان پر قائم رہنے کی مذکورہ تاکید اور اس کا ہر فرض سے اہم فرض ہونا بھی قرآن و حدیث کی ہدایت کے بالکل مطابق ہے۔

رہا یہ وسوسہ کہ میرا دین و مذہب سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی الگ دین قائم کیا تو یہ صرف عناد اور ضد و نفسانیت کا نتیجہ ہے ——— ظاہر ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ مسلمان تھے اگر کوئی مسلمان میرا دین و مذہب بولے تو ہر شخص سمجھ لے گا کہ وہ اسلام ہی کو اپنا دین و مذہب کہہ رہا ہے۔ مسلمانوں کے محاورات اور علمائے اسلام کی کتابوں میں اس کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں اور کبھی کسی کو یہ خدشہ نہیں گزرتا کہ جس مسلمان نے اسلام کہنے کے بجائے میرا دین و مذہب کہا اس نے کوئی الگ دین قائم کر رکھا ہے۔ اس قسم کا وسوسہ صرف دیوبندی ذہن کی خصوصیت ہے اور وہ بھی علمائے حق کے ارشادات میں۔ ورنہ آگے آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ خود علمائے دیوبند نے کیسی کیسی عبارتیں لکھی ہیں مگر ان کے ماننے والوں کو وہ سب بے غبار نظر آتی ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ دیوبندی ذہانت سے خوب آشنا تھے شاید اسی لئے میرا دین و مذہب کہنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ وضاحت کے ساتھ فرمایا "میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے" اب اگر محب اللعین کے پاس آنکھیں ہوں تو دیکھیں کہ امام احمد رضا کی کتابوں سے کون سا دین و مذہب ظاہر ہو رہا ہے ——— اسلامیانِ عالم تو ایک صدی سے دیکھ رہے ہیں کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے ہمیشہ اسی دین و مذہب کی تبلیغ و حمایت فرمائی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور جو چودہ سو برس سے صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین، محققینِ دین اور معتمد علمائے اسلام کا مذہب رہا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی مذہب پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے اور اسے ہر فرض سے اہم فرض بتایا ہے۔

بات واضح تھی مگر مزید اطمینانِ قلب کے لئے چند شواہد بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

(۱) خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ الیومَ اکملتُ لکم دینَکم (ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ——— کیا اس سے یہ مراد ہے کہ تمہارا ایجاد کردہ دین؟

(۲) نکیرین قبر میں سوال کرتے ہیں ما دینک۔ تیرا دین کیا ہے۔ مومن بندہ جواب دیتا ہے دینی الاسلامُ۔ میرا دین اسلام ہے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ "میرا ایجاد کردہ دین" اسلام ہے؟

(۳) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ثُمَّ اعتقادی مذھب النعمان۔ یعنی قیامت کے لئے میرا جو اندوختہ ہے وہ مذہبِ نعمان پر میرا اعتقاد ہے ——— کیا امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی جدید مذہب ایجاد کیا تھا جس پر اعتقاد رکھنے کو ان کے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ذخیرۂ آخرت سمجھا؟

ooo

اتنی تفصیل و وضاحت کے بعد بھی علمائے دیوبند کو سمجھ میں نہ آئے تو اپنے بزرگوں کی مندرجہ ذیل عبارتوں کا جواب تلاش کریں اور ہمیں بھی اطلاع دیں۔

(۱) دیوبندی قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی کے بارے میں تذکرۃ الرشید مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی میں ہے۔

آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ سن لو!

حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

(ص۷ا جلد دوم مکتبہ عاشقیہ قیصر گنج روڈ، میرٹھ)

غور کریں یہ نہ فرمایا کہ "رشید احمد کی زبان سے جو نکلتا ہے حق ہوتا ہے" ــــ اتنا بھی نہیں کہ "حق وہ ہے جو میری زبان سے نکلے" ــــ یوں فرمایا کہ "حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے"۔ گویا کوئی آیت قرآنی ہو یا حدیث نبوی یا صحابہ و ائمہ اور ساری دنیا کے معتمد علماء کے ارشادات، یا خود علماء دیوبند کے اقوال، جو بھی آنجناب کی زبان سے نہیں نکلتا وہ حق نہیں۔

مزید ملاحظہ ہو کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے تو اپنے فرزندوں کو اتباع شریعت کا حکم دیا تھا مگر آنجناب تو خود اپنی اتباع کی دعوت دے رہے ہیں اور اتنے ہی پر بس نہیں فرماتے کہ "ہدایت و نجات موقوف ہے ــــ میری اتباع پر"۔

(۲) دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن صاحب ان ہی گنگوہی صاحب کی شان میں عرض کرتے ہیں۔

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جاگہ ہوا گمراہ
وہ "میزاب ہدایت" تھے، کہیں کیا نقشِ قرآنی

(۳) دیوبندی حکیم الامت و جامع المجددین کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کس یقین و اذعان کے ساتھ لکھتے ہیں:

وَاللّٰہِ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا نجاتِ اخروی کا سبب ہے۔

(تذکرۃ الرشید اول ص ۱۱۳ مکتبہ عاشقیہ میرٹھ)

(۴) مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی "تحریر" کے بارے میں یہ "رائے گرامی" بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

. . . مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ ان کے فیضان مسلمانوں اور طالبانِ ہدایت پر سدا قائم رہیں۔ واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے۔ اور ان سب کو مذہب قرار دیا جاتے اور یہی عقیدہ ہے ہمارا اور ہمارے مشائخ کا ــــ

اور میں ہوں بندۂ ارذل محمد بن افضل یعنی مہول عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ ص ۵۔

ماضی، بشفریتین ترجمہ المہند مطبع قاسمی دیوبند

(۵) ۱۹ار رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۰ھ کی ایک مجلس شیخ زکریا سہارنپور کے ملفوظات میں مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے لکھا ہے (اس مجلس میں مولانا منظور نعمانی اور مولانا ابوالحسن ندوی بھی شریک تھے)

ارشاد فرمایا:۔ مولوی منفعت علی صاحب جو میرے ابا جان (محمد یحییٰ کاندھلوی) کے شاگرد تھے، بعد میں حضرت تھانوی صاحب سے ان کا تعلق ہو گیا تھا انہوں نے مجھے ایک خط لکھا کہ تیری لیگ و کانگریس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ــــ میں نے جواب دیا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں البتہ اپنے دونوں بزرگوں حضرت تھانوی ــــــــ و حضرت مدنی کو آفتاب و ماہتاب سمجھتا ہوں۔ ان دونوں میں جس کا اتباع کرو مفید ہوگا۔

ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے "جو دین قائم کیا تھا" اس کو مضبوطی سے تھام لو ــــــــ اب رشید و قاسم پیدا ہونے سے رہے بس ان کے اتباع میں لگ جاؤ ـــــــــ ص ۱۲۶۔ صحبتے با اولیاء مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ۔ بار اول سنہ ۱۳۹۲ھ سنہ ۱۹۷۲ء مجلس معارف۔ سرکیس سورت۔ گجرات۔

خط کشیدہ الفاظ کو بار بار پڑھئے۔ یہاں تو صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو ـــــــــ اپنی آنکھوں کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھوں میں تنکا تلاش کرتے پھرتے ہیں ع

تم بھلا پیچ نکالو گے مری قسمت کے
اپنی زلفوں کے تو بل تم سے نکالے نہ گئے

(۶)

وصایا کے اندر امام احمد رضا قدس سرہ کے مختصر حالات میں ہے: ــــــــ "زہد و تقویٰ یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہیں"

اس عبارت میں تحریف کرکے دیوبندی کاتب نے "لطف آ گیا" کی جگہ "شوق کم ہو گیا" بنا دیا ــــ اس تحریف پر آگاہی کے بعد مرتب وصایا کی طرف سے صفائی و رجوع کے باوجود ابھی تک ہنگامہ مچا رہے ہیں۔

ور بار بار پرانی حرکت دُہرائی جا رہی ہے۔

قہر خداوندی مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ صہ پر ہے:

حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب (مرتب وصایا) سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہوگیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہوگیا۔ اصل عبارت یہ تھی۔ . . . . . (وہی جواب ابتداءً درج کی گئی)

اس عبارت کو اس وہابی کاتب نے تحریف کرکے لکھ ڈالا۔ مگر چونکہ میری غفلت دیے تو بھی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کردیا (عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورۂ بالا لکھیں۔ طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

یہ ہے علماء اہل سنت کا اخلاص اور خوف خدا کہ ذرا سی غفلت سے بھی توبہ شائع کر رہے ہیں۔ مخالفین تو اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے خدا و رسول کی بارگاہوں میں کی ہوئی اپنی اہانتوں سے توبہ شائع کرنی چاہیے تھی مگر انہوں نے اسے عار سمجھ کر نار کو ترجیح دی۔ —— اور اہل سنت کے خلاف ان کی صفائی کے بعد بھی واویلا مچاتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔

کتابت میں غلطی یا دیدہ دانستہ تحریف کوئی نادر چیز نہیں۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ کی تفسیر خزائن العرفان کو کنز الایمان کے ساتھ تاج کمپنی لاہور نے شائع کیا تو اس میں جو بیس جگہ وہابی کاتب نے تحریف کی —— بہار شریعت از صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ مطبوعہ اشاعت الاسلام دہلی میں تو کتابت کی بے شمار غلطیاں نظر آئیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب کی ایضاح الادلہ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند کے صفحہ ۹۳ پر ہے: "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ و الرسول و اولی الامر منکم۔"

آیت تو یہ ہے: "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تؤمنون

باللہ و الیوم الآخر، مگر شیخ الہند کی مذکورہ آیت قرآن حکیم کے تیس پاروں میں کہیں نہ ملے گی اور لطف یہ ہے کہ آخری ٹکڑا نادانستہ نہیں ہے بلکہ اُسی " الی اولوالامر منکم " سے انہوں نے اپنے مطلب کا اثبات کیا ہے۔

دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی کتاب " الشہاب الثاقب " کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کے صفحہ ۹۰ پر ہے۔

" دجال زمانہ: حضرت شمس العلماء العاملین و بدر الفضلاء الکاملین (رتا) مولانا الحافظ المولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر تہمت لگائی "

فاعتبروا یا اولی الابصار

(۳)

وصایا شریف میں فاتحہ کے سلسلے میں ہے: ____ اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں ____ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا شامی کباب۔ پراٹھے اور بالائی۔ فیرنی۔ اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل دودھ کا برف ____ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو یا جیسے مناسب جانو۔ مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو۔

ہر شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ بعد وصال ان اشیاء پر فاتحہ دلانے کا مقصد صرف فقراء کی غمگساری و ہمدردی ہے کہ زندگی میں تو خود ان کی خبر گیری و دستگیری فرماتے رہے بعد انتقال کے لئے یہ انتظام فرماگئے کیوں کہ مذکورہ وصیت سے پہلے والی وصیت میں صراحۃً آپ فرما چکے ہیں کہ:

(۱۱) فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے دعا کی۔ اللھم انی اسئلک فعل الخیرات و ترک المنکرات و حب المساکین۔ اے اللہ میں نیکیاں کرنے، برائیاں چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

اسی سنتِ رسول پر عمل کرتے ہوئے امام احمد رضا نے بھی اپنی ساری عمر غرباء و مساکین سے محبت اور ان کی امداد و اعانت میں گزاری ـــــــ متکبر مالداروں سے آپ کو سخت نفرت و وحشت رہی اور ان کے مقابلے میں بھی غریب و محتاج مسلمانوں کو ہمیشہ ترجیح دیتے رہے۔ چنانچہ ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔

"چنانچہ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلے کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہونچی مگر کچھ فرمایا نہیں ـــــــ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی۔ وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لئے آئے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں۔ حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے پھر تو ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے۔ اور فوراً اٹھ کر چلے گئے پھر کبھی نہ آئے ـــــــ خلافِ معمول جب عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا میں بھی ایسے متکبر مغرور سے ملنا نہیں چاہتا۔

(ص ۴۰ - حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ کراچی)

اس طرح کے بہت سے قیمتی واقعات آپ کی تاریخ حیات سے وابستہ ہیں۔ بعد وفات لذیذ و مرغوب چیزوں پر فاتحہ دے کر فقراء و مساکین کو کھلانے کی یہ وصیتِ مبارکہ بھی آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی ایک عمدہ مثال ہے کہ اس طرح یہ مفلس و محتاج مسلمان بھی انواع و اقسام کے خوش ذائقہ کھانوں سے شکم سیر ہو کر دعائے سعادت و عافیت دیتے ہوئے جائیں گے۔

یہ پہلو بھی قابل لحاظ ہے کہ آپ کے شہزادوں کی پرورش محبتِ فقراء و مساکین کے ماحول میں ہوئی تھی مگر اس کے باوجود ہدایت فرمائی کہ فاتحہ اچھی چیزوں پر دے کر انہیں ضرورت مندوں اور

مستحقین کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔ عام لوگوں کی طرح ایسا نہ ہو کر خود تو اچھے سے اچھا کھائیں اور دوسروں کے لئے معمولی چیزیں پیش کریں۔ یہ شانِ مسلم اور مومنانہ اخلاق کے قطعاً خلاف ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ بطیب خاطر ممکن ہو تو ایسا کیا جائے اگر عسرت و تنگ دستی یا کوئی رکاوٹ درپیش ہو تو اس پر ہرگز جبر و اکراہ نہیں بلکہ جو میسر آجائے اسی پر فاتحہ دے دیں۔ تاکہ اس کا ثواب پہنچتا رہے۔

اس وصیت کے کسی ایک جملے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ مجھے اپنے اس عالمِ نزع میں ان کھانوں کی خواہش ہے۔ تم ابھی انہیں مہیا کردو۔ یا بعد وفات میری قبر میں رکھ دینا۔ یا اے عقیدتمندو! تم یہ چیزیں بس مرگ میرے اہل و عیال کے لئے فراہم کردینا وغیرہ وغیرہ۔

اپنے اعزا و اقربا کے لئے پورے "وصایا" میں کہیں کوئی ایسی خواہش نہیں ملتی بلکہ دم واپسیں بھی آپ کو اسلام و ایمان اور مسلمانوں کی بقاء و حرمت، اپنی نجات و مغفرت اور خاتمہ بالخیر ہی کا خیال ہے اور اسی محور پر آپ کی ساری وصیتیں گردش کر رہی ہیں ـــــــ اس کے باوجود علماء دیوبند کی چہ میگوئیاں صد درجہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں ـــــــ انہیں تو خود اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اندرونِ خانہ کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں۔

مٹھائی کھانے کے لئے ان کے شیخ الاسلام و شیخ الحدیث و صدر جمعیۃ العلماء ہند کا یہ مضحکہ خیز منظر ملاحظہ فرمائیں۔

> حضرت حسین احمد مدنی جی فرماتے ـــــــ حاجی (بدرالدین) صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لاتے؟ تو میں عرض کرتا کہ حضور میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لی جائے پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصے تقسیم ہوتی ـــــ اور کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دوگے۔ جب مجھ کو پیسے دینے پڑتے ـــــ حضرت کو بھلا کس بات کی کمی تھی آپ کے پاس ہزاروں من مٹھائیاں تھیں۔

(ص ۵۰ کالم ۳ شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی)

وقتِ مرگ مشائخ دیوبند کی یہ بھل ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی۔ حضرت (حسین احمد مدنی) نے بھی آخر وقت میں سردے[1] کی خواہش کا اظہار فرمایا۔

اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور مولانا شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا۔ انہوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا چوں کہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب، مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہیں ہوا۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے؟ مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کی انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا جی ہاں تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے۔

اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا۔ (ص ۱۴۴ کالم ۲، ۳ شیخ الاسلام نمبر الجمعیۃ دہلی)

دیوبندی قطب الاقطاب رشید احمد گنگوہی کی عادتِ حلوا خوری ملاحظہ ہو:

ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت دانت بنوا لیجئے۔ فرمایا کیا ہوگا دانت بنوا کر پھر روٹیاں چبانی پڑیں گی۔ اب تو دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے۔ نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے۔

(ص ۲۳۔ افاضات الیومیہ جلد دوم)

تھانوی صاحب مرتے وقت اپنی اہلیہ صاحبہ کے لئے مریدوں اور عقیدت مندوں کو وصیت کرتے گئے کہ:

میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو۔ وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر

---

[1] خربوزے کے قبیل کا ایک میٹھا پھل۔

اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے ان کو تکلیف نہ ہوگی۔ (تنبیہات وصیت ص۲)

مہمانوں کے ساتھ تھانوی صاحب کی بدخلقی دیکھتے چلیں جس میں ان کی زندگی کا معمول اچھی طرح جھلکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

میرے یہاں اگر کوئی مہمان آتا ہے تو میں سادہ اور معمولی کھانا مہمان کے ساتھ کھاتا ہوں۔ اگر مہمان نہیں ہوتا تو معمول کے علاوہ کچھ ایسی غذا بھی کھاتا ہوں جس سے قوت حاصل ہو۔ مثلاً دودھ یا حلوا وغیرہ۔ (ص ۱۷۰۔ افاضات الیومیہ جلد ۷)

بلکہ نذرانے بیچنے کا بھی کاروبار کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

بعض چیز تو خیر ایسی ہوتی ہے کہ آتے ہی کام میں آجاتی ہے۔ لیکن بعض چیز ایسی آتی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے کہ آخر اس کو کیا کروں۔ یا کسی کو دیدی۔ یا اگر بخل کا غلبہ ہوا تو سوچا کہ اجی مفت کسی کو کیوں دوں؟ لاؤ بیچو جی۔ چنانچہ بیچ کر دام کھرے کر لئے۔

(ص ۵۔ اشرف المعمولات تھانوی)

کوئی غریب دعوت دے دیتا تو اس کی جان پر بن آتی تھی۔ اہتمام شکم پروری کی اس سے بدترین مثال شاید کہیں اور نہ ملے۔ تھانوی صاحب خود ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک شخص نے میری اور ان کی دعوت کی ..... اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں۔ جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں۔ اب کیا کھاویں... کہیں سے روٹی لاؤ۔ کہا روٹی تو نہیں پکائی۔ میں نے کہا ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ۔ بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی۔

کہا روٹی کہاں سے لاؤں۔ میں نے کہا گھر میں نہیں تو محلہ میں تو ہے۔ مانگ کر لاؤ۔ گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا۔ خوب پیٹ کر روٹی کھائی۔

میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے۔ کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی۔ میں نے کہا ہماری جو شکم شکنی ہوگی۔ الخ۔ (ص ۲۰۰۔ افاضات الیومیہ جلد دوم)

تھانوی صاحب کی اس بے رحمی کی وجہ یہ تھی کہ بقول ان کے دوسروں کا کھاتے کھاتے مفت خوری کی لت پڑ گئی تھی چنانچہ ان کی زندگی کا سارا نقشہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

میری ساری عمر مفت خوری میں کٹی ہے۔ پہلے تو باپ کی کمائی کھائی بس بیچ میں بہت تھوڑے دنوں تنخواہ سے گزارا ہوا۔ پھر اس کے بعد سے پھر وہی سلسلہ مفت خوری کا جاری ہے۔ یعنی مدت سے نذرانوں پہ گزر رہے نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نہ کمانا۔

(ص ۲۹۶۔ افاضات الیومیہ جلد اول۔ از تھانوی صاحب)

○○○

علماء دیوبند کو ان کے گھر تک پہنچانے کے بعد آپ پلٹ کر دیکھیں کہ کس مخلص ویے ریا شخصیت کے بارے میں انہوں نے ریشہ دوانیاں اور ہرزہ سرائیاں کی ہیں ——— امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا قادری کی جلوت کا حال تو ان کی ایک ہزار تصانیف کے صفحات پہ آفتاب و ماہتاب کی طرح جلوہ گستر اور ضوفشاں ہے ——— خلوت کی دنیا میں بھی عشق و اخلاص کی وہی روشنی اور جگمگاہٹ ہے۔

امام اہل سنت کے سامنے ایک خصوصی نشست میں گائے کا گوشت کھانے اور اس کے مضر ہونے کا ذکر آیا۔ اس پر فرمایا۔

وہ قطعاً حلال ہے اور نہایت غریب پرور گوشت ہے اور بعض امزجہ میں گوشت بز سے نافع تر ہے۔ بہتیرے گوشت کے شوقین اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں ——— اور اس کی قربانی کا ذکر تو خاص قرآن عظیم میں ارشاد ہے ... ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گوشت تناول فرمانا ثابت نہیں اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔ ایک صاحب نے میری دعوت کی۔ باصرار لے گئے۔ ان دنوں سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے۔ ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کا کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ اور یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں اور یہاں کوئی اور چیز موجود نہیں۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے ——— میں نے کہا یہ میری عادت نہیں ——— وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہوگیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ قرأت سنہ یہ

بھی میسر نہ تھی ــــــ سنتیں بھی کسی کی اقتــداء کرکے ادا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قرأت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا ــــــ بخار بہت شدید تھا۔ اور کان کے پیچھے گلٹیں ــــــ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا ــــــ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا: یہ وہی ہے۔ یہ وہی ہے یعنی طاعون ــــــ میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

مجھے ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی۔ اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ۔ خداوندا اپنے حبیب کا قول سچا کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا۔ (کسی نے کان میں ایک علاج بتایا جس کے عمل سے مرض فوراً جاتا رہا) میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا" وہ طاعون" بفضلہ تعالیٰ دفع ہوگیا۔

(ملفوظات ج ۱ ص ۱۹ تا ۲۲)

یہاں تو دعوت میں فرمائش کرنے کی بجا طور پر ضرورت تھی مگر از راہِ خُلق سکوت اختیار کیا۔ ممکن تھا کہ اس واقعہ سے پہلے گائے کا گوشت کھانے کے نتیجے میں مرض مذکور کا تجربہ ہوتا تو بچنے کی کوئی صورت نکلتے مگر صرف اندیشۂ ضرر کی بنیاد پر میزبان سے فرمائش کرنا پسند نہ کیا ــــــ اور تھانوی صاحب نے تو صرف شکم شکنی پر ۔ دل شکنی ۔ کو ترجیح دی ــــــ وہ بھی کس بھونڈے طریقے پر۔

کیا ایسے لوگ امام اہل سنت کے وصایا پر حرف گیری کا حق رکھتے ہیں؟

○○○

خطوط و مکاتیب میں انسان اپنے قریبی اور خاص دوستوں سے وہی کہتا ہے اور وہی لکھتا ہے جو اس کے دل پر گزرتی ہے۔ امام اہل سنت کی زندگی کے دو تین خطوط پڑھتے چلئے اور دیکھئے کہ

اطاعتِ خدا اور رسول اور اتباعِ شریعت و پیروی سنت کے جذبات سے ان کا سارا وجود کس طرح سرشار ہے۔

(۱) اپنے ایک مخلص دوست، عبد الاسلام حضرت مولانا عبد السلام صاحب جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

ڈھائی سال سے اگرچہ امراضِ درد کمر و شانہ و سر و غیرہا امراض کا للازم ہو گئے ہیں ــــ قیام و قعود، رکوع و سجود بذریعۂ عصا ہے ــــ مگر الحمد للہ کہ دینِ حق پر استقامت عطا فرمائی ہے۔ کثرتِ اعداء روز افزوں ہے۔ اور حفظِ الٰہی بتفضیلِ نامتناہی شاملِ حال۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

بایں ضعفِ بدن و قوتِ محن و کثرتِ فتن بحمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں ــــ کھانے اور سونے کی فرصت نہیں ملتی ــــ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری معین و مددگار عنقا ہے۔ اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے؟

مولانا برہان الحق کا رسالہ دربارۂ تقبیلِ قبر مدت سے آیا ہوا ہے ماشاء اللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ــــ اور فقیر کا مختار دربارۂ مزاراتِ طیبہ بلحاظِ ادب منعِ عوام ہے۔

غزل جس کی ردیف "پھولوں کی" ہے اکبر میرٹھی نے یہاں آ کر اپنے تخلص سے پڑھی اور شائع کی۔ مولانا برہان الحق صاحب کو اب اس سے دستبرداری چاہیے۔ اس کے ایک مطلع میں یہاں اصلاح بھی دی گئی ــــ "جب باغ جہاں کے مالی" ــــ "مالی" کی جگہ "مالک" بنایا گیا کہ مولیٰ جل وعلا کو "مالی" کہنا خلافِ ادب ہے۔ مالی صرف ناظر و خادمِ باغ ہی ہوتا ہے۔ الخ۔ فقیر احمد رضا قادری۔ ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ ملخصاً ص ۱۲۸۔ ۱۲۹۔

اکرام امام احمد رضا مؤلفہ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری۔ مرتبہ پروفیسر مسعود احمد دہلوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

(۲) ان ہی کے نام لکھتے ہیں:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ــــــ دعائے جناب و احباب سے غافل نہیں اگرچہ منہ دعا کے قابل نہیں۔ اپنے عفو و عافیت کے لیے طالب دعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحا ہوں ـــــ اجل نزدیک اور عمل رکیک ـــــ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

چار دن کم پانچ مہینے ہوئے۔ آنکھ دکھنے کو آئی۔ اور اس پر اطوار مختلفہ وارد ہوئے۔ ضعف قائم ہو گیا۔ سیاہ ہالے نظر آتے ہیں۔ آنکھیں ہمہ وقت نم رہتی ہیں اول تو مہینوں کچھ لکھ پڑھ ہی نہ سکا۔ اب یہ کہ چند منٹ نگاہ نیچی کئے سے آنکھ بھاری پڑ جاتی ہے۔ کمزوری بڑھ جاتی ہے ـــــ پانچ مہینے سے مسائل و رسائل سب زبانی بتاکر لکھے جاتے ہیں۔ الخ۔ والسلام۔ فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ ـــــ شب بستم ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ (ص ۱۳۴۔ ایضاً)

(۳) کوہ بھوالی سے واپسی پر انتقال سے سترہ دن پیشتر تحریر فرمایا۔

۱۴ ربیع محرم کو پہاڑ سے واپس آیا۔ لاری والے میرے احباب تھے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ لاری میں میرے لئے پلنگ بچھا کر لائے۔ اور بفضلہ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا۔ یہاں جب تک آیا ہوں اتنی قوت باقی نہ تھی کہ عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لے گئے۔ عصر بھی مسجد میں ادا کی۔ پھر بخار آ گیا۔ اور اب مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی۔ پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے۔ اس نے بالکل گرا دیا۔ نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے۔ اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا بدقت ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ اب تک فرض و وتر اور صبح کی سنت بذریعہ عصا کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں۔ مگر جو دشواری ہوتی ہے دل جانتا ہے۔

آٹھویں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور رہے۔ مکان سے مسجد تک کرسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنت بھی بدقت تمام پڑھی جاتی ہے اور اس تکان سے عشاء تک بدن چور چور رہتا ہے۔ الخ۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ ـــــ ۸ صفر ۱۳۴۰ھ (ص ۱۱۵۔ ایضاً)

اب ایسے دو حضرات کے تاثرات و مشاہدات ملاحظہ فرمائیں جنہیں حضرت امام احمد رضا سے نہ ارادت و تلمذ حاصل ہے نہ ہی عمومی اصطلاح میں انہیں بریلوی کہا جاسکتا ہے :۔۔۔۔۔

(۱) جناب سید جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں :

"کئی وجوہ سے مجھے حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایک یہ کہ انہیں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سخت اختلاف تھا۔ ۲۶-۱۹۲۵ء کا ذکر ہے کہ لکھنؤ کے بھرے اجلاس ندوہ میں ہمارے مرشد و والد مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کی زبان سے میں نے حضرت فاضل بریلوی کی تبلیغی مساعی کی تعریف بھی سنی ہے۔ اور جماعت رضائے مصطفےٰ کی سرگرمیوں کو سراہتے سنا ہے۔ اس وقت میں فارغ التحصیل ہوچکا تھا۔ اور ازدواجی زندگی سے بھی منسلک ہوچکا تھا ۔۔۔۔۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت فاضل بریلوی تحریک ترک موالات کے جتنے خلاف تھے میں اتنا ہی حامی تھا۔ اسی حمایت کی وجہ سے میں نے انگریزی تعلیم چھوڑ کر عربی تعلیم شروع کی تھی۔ میں دسویں میں تھا اور میرے بڑے بھائی مولانا شاہ غلام حسنین صاحب سلیمانی بی۔ اے میں تھے۔ دونوں نے انگریزی تعلیم گاہوں سے اسٹرائک کی اور دونوں ندوۃ العلماء میں داخل ہوگئے۔"

(ملخصاً ص ۱۲۲۔ جہان رضا۔ مرتبہ مرید احمد چشتی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء)

یہ دونوں بھائی ایک بار عرس اجمیر شریف سے واپسی میں بریلی رکے۔ یہاں سے لکھنؤ پہنچنے کے ارادے سے ریلوے اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے۔ بگھی ابھی راستے ہی میں تھی کہ ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی اس کے بعد کا واقعہ خود ان ہی کی زبانی سنئے۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ اب بریلی میں کسی جگہ جمعہ نہیں مل سکتا۔ صرف ایک جگہ مل سکتا ہے۔ جہاں خاصی تاخیر سے جمعہ ہوتا ہے۔ ہم لوگ اطمینان سے وضو کرکے روانہ ہوئے اور ایک مسجد میں پہنچ کر دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ مسجد بڑی جلدی پُر ہوگئی۔ ذرا دیر کے بعد دیکھا کہ ساری مسجد کے لوگ کھڑے ہوگئے اور فضا درود کی آوازسے گونج گئی۔ دیکھا کہ ایک کرسی پر ایک بزرگ جلوہ افروز ہیں اور چند آدمی کرسی کو اٹھائے چلے آرہے ہیں۔

اگلی صف میں ایک ضعیف اور بیمار آدمی آکر بیٹھ گیا۔ اذان ہوئی۔ خطبہ ہوا۔ اور نماز کے لئے وہ بیمار کھڑا ہوا تو اپنے ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ اپنا عصا پکڑے ہوئے تھا۔ سجدہ ہوتا تو عصا زمین پر

رکھ دیتا۔ اور قیام کے وقت پھر عصا سنبھال لیتا۔ نماز ہوئی۔ سنتیں ہوئیں۔ تو دیکھا کہ ایک بڑا گاؤ تکیہ اسی مسجد میں لاکر رکھ دیا گیا۔ جس سے ٹیک لگا کر وہ بیمار نیم دراز ہو گیا۔ میانہ قد۔ سر پہ ہلکا با دامی عمامہ (غالباً شر کا) جسم پر عبا۔ داڑھی لمبی گھنی اور سفید۔ رنگ گندمی۔ جسم دوہرا مگر اس وقت دبلا۔ آواز رعب دار لیکن اس وقت رقت انگیز ______ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور بیعت کے بعد اس ضعیف مریض نے اپنی نحیف مگر درد و اثر بھری آواز میں چند وداعی کلمات کچھ اس طرح کہے:

"میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہنچا دو۔ اور میں نے کسی کا کوئی قصور کیا ہو تو میں بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کے لئے معاف کر دو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو" وغیرہ وغیرہ۔

اس وقت حاضرین چاروں طرف سے اس ضعیف کو گھیرے ہوئے تھے اور سب کے سب متاثر ہو رہے تھے۔ کوئی سسکیاں بھر رہا تھا اور کوئی خاموش رو رہا تھا۔ میں ذرا سخت دل واقع ہوا ہوں اس لئے میں نے کوئی اثر نہ قبول کیا۔ لیکن میرے بھائی ...... جو بڑے رقیق القلب تھے۔ ان وداعی کلمات سے خاصے متاثر ہوئے جس کا اظہار انہوں نے واپسی میں کیا ______ یہی پیر ضعیف تھے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ص ۱۲۴۔ ایضاً)

(۲) جناب سید الطاف علی صاحب بریلوی (مقیم پاکستان) آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"کثرتِ عبادت و ریاضت اور تحقیقِ علمی میں بے پناہ مصروفیت اور کسی قسم کی سیر و تفریح یا ورزش جسمانی سے عدم توجہی کے باعث نامعلوم وہ کب سے ضعیف العمر نظر آتے تھے۔ دولت خانہ کے قریب ہی اپنی مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت کے لئے تشریف لاتے تو ان کی آہستہ خرامی دیدنی ہوتی ______ سلیم شاہی جوتا۔ ایک برکا پائجامہ۔ گھٹنوں سے نیچا کرتا۔ اس پر انگرکھا یا شیروانی۔ اور پھر اس پر عبا پہنتے۔ سر پہ اوسط سائز کا عمامہ، جس میں سے پیچھے گردن پر چھوٹی چھوٹی حنائی زلفیں نظر آتی تھیں۔ بڑی بڑی پرکشش آنکھیں۔ گندمی رنگ، گھنی شرعی داڑھی تھی۔ لیکن کمال یہ کہ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔ کبھی کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ دیکھتے۔

خواب گاہ میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ فرش کی دری، اس کے قالین اور دوسرے فرنیچر پہ صرف کتابیں نظر آتی تھیں۔ حد یہ ہے کہ پلنگ کے تینوں جانب کتابوں کی ماڑیں لگی رہتی تھیں۔ پائنتی کی طرف البتہ

جگہ خالی رکھی جاتی۔ لکھتے تو قلم بہت تیز چلتا تھا اس کی روانی دیکھنے کے قابل ہوتی۔ (ص ۱۱۴۔ ایضاً)

اعلیٰ حضرت کے وصال کے وقت میری عمر سولہ سال تھی لیکن قدرت کا مجھ پر احسان تھا کہ میرا شعور نہ معلوم کب سے بیدار ہو چکا تھا۔۔۔ ہوش سنبھالتے ہی میں نے پیلی بھیت کے حضرت شاہ محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ نیاز احمد صاحب (بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اسمائے گرامی اپنے گھر اور گرد و پیش کے ہر کس و ناکس سے عزت و احترام کے ساتھ سنے۔ اول الذکر بزرگ تو بہت پہلے انتقال کر چکے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا وصال میرے سامنے ہوا اور میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔

حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلہ سوداگران سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلے پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عیدگاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ لے جائی گئی۔ اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی۔ لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ جس میں ہر طبقے کے لوگ، بڑے بڑے رؤسا اور شہر کوتوال عبدالجلیل صاحب بھی شامل تھے۔ اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا۔ اور گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ (ص ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ایضاً)

حق تو یہ ہے کہ امام اہل سنت نے زندگی بھر دینِ متین کی خدمت اور اس پر عمل کر کے اپنی سیرت کو آئینۂ شریعت بنا دیا تھا۔ انہوں نے صرف خدا و رسول کی رضا جوئی میں اپنی حیاتِ عزیزہ کا ایک ایک لمحہ گزارا۔ اور عشقِ رسول سے سرشار ہو کر عالم اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا پرچم بلند کیا۔ جس کے انعام میں انہیں ایسی طمانیت قلب و روح میسر آئی اور اس طرح مسکراتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے کہ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

رب کریم ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پہ چلائے۔ ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے نوازے اور ان کے مخالفین کو بھی حق دیکھنے، سمجھنے اور ماننے کی توفیق مرحمت فرمائے ——— آمین ———

یا ارحم الراحمین بجاہ نبیک سید المرسلین علیہ و علی آلہ و صحبہ و علماء امتہ افضل الصلوٰۃ و اکرم التسلیم۔

امام احمد رضا

اور

رَدِّ بدعات و منکرات

حصہ دوم

جمع و ترتیب

یٰسٓ اختر مصباحی

مطالعۂ کتاب کے دوران اس بات کا خیال رکھیں کہ اس حصے میں سوالات عام طور پر ملخص کر دیے گئے ہیں اور جوابات میں بھی اختصار و اجمال کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ البتہ تصانیف رضویہ کے اقتباس و تلخیص کو مقتبس یا ملخص لکھ کر ممتاز کر دیا گیا ہے۔ جن حضرات کو مزید تحقیق و تفصیل درکار ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

اس حصے میں اپنی طرف سے کوئی تبصرہ بھی نہیں لکھا گیا ہے تاکہ قاری اور رضوی افادات کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو اور وہ خود براہ راست اخذ نتائج کر سکے۔ اسی طرح افادیت کے پیش نظر امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کے خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی کی مشہور فقہی کتاب بہار شریعت سے بھی کچھ عام فہم مسائل کہیں کہیں حاشیہ پر بلا تبصرہ نقل کر دیے گئے ہیں۔ واللہ الہادی الیٰ سواء السبیل۔

یٰسٓ اختر مصباحی

شریعت وطریقت

"زید کہتا ہے حدیث شریف العُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ میں علماء شریعت وطریقت دونوں داخل ہیں۔ اور جو جامع شریعت وطریقت ہیں وہ وراثت کے رتبۂ اعظم واجل ودرجۂ اتم واکمل پر فائز ہیں۔

اور عمرو کا بیان ہے۔

(۱) شریعت نام ہے چند فرائض وواجبات وسنن واستحباب وچند مسائل حلال وحرام کا۔ جیسے صورت وضو ونماز وغیرہ۔

(۲) اور طریقت نام ہے وصول الی اللہ تعالیٰ کا۔

(۳) اس میں حقیقت نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے۔

(۴) یہ بحر ناپیدا کنار ودریائے زخار ہے اور وہ بمقابلہ اس دریا کے ایک قطرہ ہے۔

(۵) وراثت انبیاء کا یہی وصول الی اللہ تعالیٰ مقصود ومنشا اور یہی شانِ رسالت ونبوت کا مقتضیٰ خاص اسی کے لئے وہ مبعوث ہوئے۔

(۶) بھائیو! علمائے صوری وقشری کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

(۷) نہ وہ علمائے ربانی وغیرہ کہے جاسکتے ہیں۔

(۸) ان کے دام تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا۔ معاذ اللہ یہ شیطان ہیں۔

(۹) منزل اصلی طریقت کے سدراہ ہوتے ہیں۔

(۱۰) یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بہت سے علمائے حقانی واولیائے ربانی نے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو تصریح سے لکھا ہے۔

التماس یہ کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور اس مسئلہ کی کیا تنقیح ہے۔ اگر عمرو غلطی پر ہے تو اس پر کوئی شرعی تعزیر بھی ہے یا نہیں۔ وہ کہتا ہے میری غلطی جب ثابت ہو جائے گی کہ میت کے قول کا

ابطال اولیاء کے اقوالِ ہدایت مآل سے کیا جائے ورنہ نہیں۔ بینوا بالتفصیل التام توجروا یوم القیام

الجواب:۔ (بعد الحمد والصلوٰۃ)

زید کا قول حق وصحیح اور عمرو کا زعم باطل قبیح والحاد صریح ہے اس کے کلام شیطنت نظام میں دس فقرے ہیں ہم اس کے متعلق مجمل بحث کریں کہ ان شاء اللہ الکریم مسلمانوں کو مفید و نافع اور شیطانوں کو قلع وقامع ہو۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب، وحلال وحرام کا نام ہے۔ محض اندھاپن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیاء کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول۔

تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے شریعت ہی مناط ومدار ہے شریعت ہی محک و معیار ہے۔ شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت بلکہ ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا۔ اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلا۔ ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔۔۔ قرآن عظیم میں فرمایا۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین وگمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کرکے فرماتا ہے۔ اور اے محبوب تم فرماؤ کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کردیں گے اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے

اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا۔ اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔

(٢) عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون و جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق۔ طریقہ۔ طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہونچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہونچائے گی بلکہ شیطان تک، جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں۔ کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔

لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا طریقت حقہ راہ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے۔ تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

(٣) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں۔ جوگیوں، سناسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم و عذاب الیم تک پہونچاتے ہیں۔

(٤) شریعت کو قطرہ۔ طریقت کو دریا کہنا، اس مجنون پکے پاگل کا کام ہے۔ جس نے دریا کا بات کسی سے سن لیا۔ اور نہ جانا کہ یہ وسعت اس میں کہاں سے آئی؟ اس کے خزانے سے! اس کے منبع سے! خزانے میں وسعت نہ ہوتی تو اس میں کس گھر سے آئی۔

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی مُتعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے۔ انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں۔ نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے۔ منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے گی۔ فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں۔ منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا۔ بوند تو بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں۔ میں نے غلطی کی۔ کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا پانی معدوم ہوا۔ باغ سوکھے۔ کھیت مرجھائے۔ آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا البحر المسجور ہو کر

شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے چلے خاک سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ بدانجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ ہے۔ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔ اندر سے دل جل گئے۔ ایمان خاک سیاہ ہوا۔ اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے۔ دیکھنے میں دریا، اور باطن میں آگ کا دہرا۔

آہ! آہ! آہ! کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا۔ پھر دریا و منبع کی مثال سے ایک اور فرق عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں۔ مگر حاشا یہاں منبع سے تعلق بھی نہ توڑے کہ پانی باقی نہ رہے۔ اور آگ نہ ہو جائے۔ جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جانچ پڑتال کی حاجت ہے۔ وہ یوں کہ یہ پاکیزہ و شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس دَارُ الْاِبْتِلَاء کی وادیوں میں لہریں لے رہا ہے۔ یہاں اس کے ساتھ ایک ناپاک سخت کھاری دریا بھی بہتا ہے۔ ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَ ھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت نمک کھاری۔ وہ دریائے شور کیا ہے شیطان ملعون کے وسوسے۔ دھوکے۔ تو دریائے شیریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی لہر پر اس کی رنگت۔ مزے۔ بو کو اصل منبع کے لون۔ طعم ریح سے ملاتے رہیں کہ یہ لہر اسی منبع سے آئی ہوئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبودار کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے۔ سخت دقت یہ ہے کہ اس پاک مبارک منبع کی کمال لطافت سے اس کا مزہ جلد زبان سے اتر جاتا ہے۔ رنگت بو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی ذائقہ۔ شامہ۔ باصرہ کا معنوی حس فاسد ہو جاتا ہے کہ آدمی منبع سے جدا ہوا اور پھر اسے گلاب اور پیشاب میں تمیز نہیں رہتی۔ ابلیس کا کھاری بدبودار بدرنگ موت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریائے طریقت کا شیریں خوشبو خوش رنگ پانی پی رہا ہوں۔ لہذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی متعالی ہے۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں۔ اس کی روشنی بڑھنے کی کوئی حد نہیں۔ زیادت چاہنے افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے۔ یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حقیقی تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبہ علم میں معرفت اور

مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔

جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے۔

ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا اور اس سے کہتا ہے اَطْفِئِ السِّرَاجَ فَقَدْ اَشْرَقَ الْاَصْبَاحُ چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہو گئی۔ اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہو گیا ابلیس کہتا ہے۔ کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا۔ آفتاب روشن ہے۔ احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے رہی۔ ابلیے کو روز روشن شمع کافوری نہد۔ ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے۔ اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا اس وقت وہ دغاباز خائب و خاسر پھرتا ہے اور بندہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ کی حمایت میں نور حقیقی تک پہونچتا ہے۔ اور اگر دم میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا۔ اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی۔ ادھر فانوس بجھایا اور معًا اندھیرا گھپ کہ ہاتھ سے ہاتھ نہیں سجھائی دیتا۔ جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا۔ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ ایک پر ایک اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہونچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آ کر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش یہی ہوتا کہ اس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی آنکھوں میں چھایا۔ جس نے دن دہاڑے چوپٹ کر دیا۔ ان کو اس کی خبر ہوتی تو شاید توبہ کرتے۔ فانوس کا مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے۔ پھر انہیں روشنی دیتا۔ مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس ختم کرائی اس کے ساتھ ہی معًا اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں۔ اور وہ حقیقۃً نار ہے۔

یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے۔ ہمارا نور آفتاب کو لجا رہا ہے وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے۔

اور خبر نہیں کہ وہ حقیقۃً نور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی۔ آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جاتے .... بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک

ہے۔ اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ۔ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں[1] ۔ الخ

(۵) عمرو کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے انبیاء صرف اسی کے لئے مبعوث ہوئے۔ صراحۃً شریعت مطہرہ کو معاذ اللہ معطل ومہمل ولغو وباطل کر دینا ہے اور یہ صریح کفر وارتداد و زندقہ والحاد وموجب لعنت وابعاد ہے[2] ۔ الخ

(۶) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر بھر اسی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو اس کا حامل اس کا خادم اس کا حامی اس کا عالم کیوں کر ان کا وارث نہ ہوگا۔

ہم پوچھتے ہیں۔ اگر بالفرض شریعت صرف فرض۔ واجب۔ سنت۔ مستحب۔ حلال۔ حرام ہی کے علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے۔ اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم ان کا ترکہ ان کا پھر اس کا پانے والا ان کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنی۔

اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور ان کا ہے مگر دوسرا حصہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا۔ لہذا وارث نہ ٹھہرا۔ تو اے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضروری ہے کہ مورث کا کل مال پائے۔ یوں تو عالم میں کوئی عالم، کوئی ولی، کوئی صدیق ان کا وارث نہ ٹھہرے گا۔ اور ارشاد اقدس العلماء ورثۃ الانبیاء معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا۔ کہ ان کا علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بفرض غلط شریعت و طریقت دو جدا راہیں مانیں اور قطرہ ودریا کی نسبت جانیں جس طرح یہ جاہل بکتا ہے جب بھی علمائے شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہوگا۔ کیا ترکہ مورث سے تھوڑا حصہ پانے والا وارث نہیں ہوتا جسے ملا ان کے علم میں سے تھوڑا ہی ملا ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[3] ۔ الخ

(۷) جب قرآن عظیم نے سب وارثان کتاب (ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من

---

[1] صلہ تا صلہ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء مطبوعہ کتب خانہ سمنانی میرٹھ
[2] صلہ ایضاً۔
[3] صلہ۔ صلہ ایضاً۔

بندنا پ ع) کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ (پ ۳ ع ۱۶) ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لیے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور فرماتا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ۔ بے شک ہم نے اتاری توراۃ اس میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرماں بردار نبی اور ربانی اور دانش مند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے۔ اور اس سے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ عزوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر بیان فرمائی ہیں۔ کتاب پڑھنا۔ پڑھانا۔ اس کے احکام سے باخبر ہونا اس کی نگہداشت رکھنا۔ اس کے ساتھ حکم کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔[1]

(۸) جب کہ اللہ عزوجل علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اپنا وارث اپنا خلیفہ اور انبیا کا جانشین بناتے ہیں تو انہیں شیطان نہ کہے گا مگر ابلیس یا اس کی ذریت کا کوئی منافق خبیث الخ۔[2]

(۹) بیانات بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سدراہ نہیں۔ بلکہ وہی اس کے فتح باب اور وہی اس کے نگہبان راہ ہیں۔ ہاں! وہ طریقت جسے بندگان شیطان طریقت نام رکھیں اور اسے شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا کریں۔ علماء اس کے لیے ضرور سدراہ ہیں۔ علماء کیا، خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو مسدود و مردود و ملعون و مطرود فرمایا۔ اوپر گزرا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ۔ ورنہ حدیث میں اسے چکی کھینچنے والا گدھا فرمایا تو اگر علماء نے تمہیں گدھا بننے سے روکا۔ کیا گناہ کیا۔[3]

(۱۰) عمرو کا اپنی خرافات شیطانیہ۔ توہین شریعت۔ و سب و شتم علمائے شریعت و علمائے حقانی و اولیائے ربانی کی طرف نسبت کرنا اس کا محض کذب مبین و افترائے لعین ہے۔ الخ۔[4]

---

[1] ص ۱۲ [2] ایضاً ص ۱۳ [3] ایضاً ص ۱۳ [4] ایضاً۔

"شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں۔

اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے۔ اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بددین۔

شریعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں۔ اور طریقت حضور کے افعال، اور حقیقت حضور کے احوال، اور معرفت حضور کے علوم بے مثال[1]"

شریعت وطریقت دو راہیں متباین نہیں۔ بلکہ بے اتباع شریعت خدا تک وصول محال۔ نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضت ومجاہدہ بجالائے اس رتبہ تک پہونچے گا کہ تکالیف شرع اس سے ساقط ہوجائیں اور اسے اسپ بے لگام وشتر بے زمام کرکے چھوڑ دیا جائے۔

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہویٰ کو تابع شرع کرے نہ وہ کہ ہویٰ کی خاطر شرع سے دست بردار ہو۔ شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی۔ شریعت آئینہ اور طریقت نظر۔ آنکھ پھوٹ کر نظر رہنا غیر متصور۔

بعد از وصول اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے نہیں بلکہ جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور سخت ہوتی جاتی ہیں۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔[2]

شریعت پر افتراء

"زید اپنی نماز پنجگانہ۔ وتلاوت واوراد ووظائف وغیرہ کی زبان سے قرأت نہیں کرتا بلکہ دل دھیان کے ساتھ ادا کرتا ہے اور دلیل یہ دیتا ہے کہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا۔ اور یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیاء کرام کے ہیں۔ ظاہر بین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی نماز صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے یا نہیں۔ زید کی امامت درست ہے یا نہیں۔ الخ (ملخصاً)

---

[1] ص ۶۰ فتاویٰ رضویہ جلد دہم مکتبہ رضا۔ بیسپور۔ یوپی بھیت

[2] (اعتقاد الاحباب ص۳۵ مطبوعہ ادارہ اشاعت رضا، بریلی شریف)

الجواب:۔ زید نے شریعت پر افترا کیا۔ صوفیۂ کرام پر افترا کیا۔ اپنی نمازیں سب برباد کیں۔ اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی۔ نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی۔ اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے۔ اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں۔ ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ قرآن کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ضرور نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے قال اللہ تعالیٰ۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔ اس کا نام پاک ہی قرآن ہے۔ قرآن قرأت ہے اور قرأت پڑھنا۔ اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے۔ دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے۔ حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔

نماز میں قرأتِ کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف، جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

"زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین و تاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عرس ہوا کرے۔ لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا۔ اس پر بلاشبہ جنت مقام۔ دوزخ حرام ہے یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب:۔ یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں۔ تو یہ تقوّل علی اللہ ہوا۔ اور وہ ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ قال (اللہ) تعالیٰ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

---

[1] ص ۶۸ فتاویٰ رضویہ سوم۔

[2] ص ۲۱۹ فتاویٰ رضویہ چہارم۔

پیمبری کا ظن و تخمین

الجواب: مولوی[1] محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن[2] صاحب کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب[3] نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بربنائے ظن و تخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف و مکاشفات و علوم عقلی و نقلی میں ان کا ید طولیٰ مانا ہے اور ان کے اعتقاد تناسخ کو کفر سے جدا بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم بکل امۃ رسول ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال و تکمیل رکھنا لکھا ہے مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں، با ابہم فرمایا ہے:

در شان آنہا سکوت اولی ست نہ ما را جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ یقین بنجات آنہا بر ما واجب و مادہ حسن ظن متحقق ست۔

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جا سکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سید نا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی ص۱۷۱ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابو الفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضراں پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا، ما قبول فرمودید و ہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل نہیں اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً

---

[1] تا [3] مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی۔ اختر مصباحی۔

لکن امۃ رسول اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید آمنا باللہ و رسلہ۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذلک کثیرا۔

قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوا تواتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال و رجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت پھر کیا معنے کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود ہا نا جائے اور انہیں کامل و مکمل بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیاء و رسل مانا جائے۔ واللہ الھادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

تحقیر صوم وصلوٰۃ

(۱) اگر کوئی مسلمان قبل شروع رمضان المبارک یہ لفظ استعمال کرے کہ ہندو ہوتے تو بہتر تھا۔ یہ تیس روزے تو نہ رکھنے پڑتے۔

(۲) دوسرا شخص بفصاحت بیان کرے کہ اللہ پاک کے یہ تیس روزے نہیں، پوری قید ہے۔ بھوک پیاس لے کر آتے ہیں۔ بڑا ظلم ہے۔ رمضان بڑے ظالم ہیں۔ لیکن جو ظلم کرتا ہے تھوڑے دن رہتا ہے۔ (ایسا کہنے والے کا کیا حکم ہے؟)

الجواب:۔ یہ دونوں شخص یقیناً کافر مرتد ہیں۔ اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ عورتوں کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

یہ کافر اگر توبہ نہ کریں۔ از سرِ نو اسلام نہ لائیں۔ تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام۔ سلام کلام حرام۔ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے جانا حرام۔ مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام۔ انہیں غسل دینا حرام۔ ان پر نماز پڑھنا حرام۔ ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا حرام۔ جنازے کے ساتھ جانا حرام۔ مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام۔ الخ[2]

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم [2] فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۲۹۔

زید بلا عذر شرعی علی الاعلان روزۂ رمضان المبارک ترک کرے۔ اور اگر کسی نے نماز پڑھنے کے لئے کہا کہ اٹھو نماز پڑھو۔ تو جواب دیا کہ کون اٹھک بیٹھک کرے۔ اجی! جتنے نمازی حاجی حافظ ہیں سب بے ایمان ہیں۔

یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھوکا مرے۔ جس گھر میں کھانا نہ ہو وہ روزہ رکھے۔ ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا۔ تمہیں روزہ رکھ کر بہشت میں چلے جانا۔

اور ماہ رمضان المبارک میں سرراہ دروازہ پر بیٹھ کر آپ نوشی وحقہ نوشی خود کرتا اور کراتا ہے۔ اگر کوئی منع کرتا ہے کہ روزہ داروں کے سامنے مت کھاؤ پیو تو جواب دیتا ہے کہ خدا سے چوری نہیں تو بندے سے کون چوری ہے۔

سو یہ سب باتیں زید کی کیسی ہیں۔ زید ان باتوں سے مسلمان ہے یا نہیں؟ الخ۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں زید پر حکم کفر ہے۔ اور وہ لوگ جو ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں۔ ان پر بھی یہی حکم ہے۔

ان کے جمعہ وعیدین باطل ہیں۔ ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا ناجائز۔ الخ [1]

متصوفہ

ان بارہ فرقوں کا ذکر جن کا پیر شیطان ہے۔ ان میں سے

(۱) وہ ابلیسی مسخرے کہ علماء دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں انہیں میں ہیں وہ مدعیانِ فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے۔

یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنا گیا کہ عالم کون ہے۔ سب پنڈت ہیں۔ عالم تو وہ ہو جو انبیاء بنی اسرائیل کے سے معجزے دکھائے [2]

۔ کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر

---

[1] ص۱۵۵ فتاوی رضویہ جلد ششم۔

[2] ص۳۰۱۔ السنیۃ الانیقۃ فی فتاوی افریقہ (۱۳۳۶ھ) رضوی پریس بریلی۔

کرکے ہر سال میلہ لگتا ہے۔ ہر پیر وجوان عورت واسطے غرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے اور بڑے بڑے عہدیدار مسلمان یا ہندو کو دعوت دے کر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام بھی بجتا ہے اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول خصی۔ مرغ۔ شیرنی وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ اور اس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے اس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز؟ اور شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا؟ اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے۔ مونچھ، داڑھی سے زیادہ رکھتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے اور ہاتھ میں لوہے کا چھرا رکھتا ہے اور لوگوں کو فحش گالی دیتا ہے۔ اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز؟ ان سے دور رہنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب:۔ اولیاء کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہونچانا جائز ہے۔ جب کہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔

عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشہ کا میلہ کرنا اور فونو وغیرہ بجوانا یہ سب گناہ و ناجائز ہیں جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

---

[1] صفحہ ۲۱۶ فتاوی رضویہ چہارم۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

چھٹا فرقہ۔ لنگوٹ بند فقیروں کا کہ شریعت سے اصلاً کام نہیں رکھتے بلکہ اوامر و نواہی شرع کو اہل ظاہر کے لئے مخصوص، اور طریقت اور شریعت کو اپنی احول (بھینگاپن) سے دو راہیں متبائن سمجھتے ہیں حالاں کہ ہر مطلب کی ایک راہ مقرر ہے۔ طریقت بے شریعت (کے) حاصل نہیں ہوتی۔ امام العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"اگر تم کسی کو ہوا پر اڑتے دیکھو جب تک شرع پر قائم نہ پاؤ۔ کامل نہ سمجھو"

اسی لئے کہتے ہیں جو کشف یا خارق بدون اتباع شرع حاصل ہو استدراج ہے اور جس بات کو شریعت قبول نہ کرے باطل۔ کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة۔

امام ابوالقاسم قشیری قدس سرہ رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔ اَبُوْعَلِیُّ الروذباری البغدادی اَقَامَ بِمِصْرَ وَمَاتَ بِهَا سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ وثلثمائة۔ صحب الجنید والنوری۔ اظرفُ المشائخ و اعْلَمهمْ بالطَّرِيقة۔ سُئِلَ عَمَّنْ يَّسْتَمِعُ المَلَاهِى ويقولُ هِيَ لِىْ حَلَالٌ لانى وصلتُ إِلى درجة لَا تؤثرفى اختلاف الاحوال فقال نعم قد وَصَلَ ولكن الى سقر۔

حاشیہ

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ سلف سے اب تک جتنے کامل گزرے اتباع شرع میں مصروف رہے۔

خود جناب ولایت مآب نے جن کے اولیاء امت خوشہ چیں ہیں۔ حاشیۂ شریعت دوش ہمت پر رکھا۔ ان مدعیانِ خامکار کو ترکِ فرائض وواجبات اور ارتکاب محرمات کی اجازت کہاں سے حاصل ہوئی۔ طلب حقیقت بدونِ اتباع شریعت محال عادی ہے۔ جو نادان بے سیڑھی کوٹھے پر چڑھا چاہے سودائی ہے۔ اصل یہ ہے کہ نفس اباحت پسند بالطبع قید وبند سے متنفر ہے اور شیطان اس کا مددگار۔ جسے سادہ لوح اور احمق پاتا ہے بہکاتا ہے۔ کہ اہل طریقت کو شریعت سے کچھ کام نہیں وہ نادان اس کے دام فریب میں آکر شراب اور بھنگ زہر مار کرتا ہے اور نشے میں بیہودہ بکتا ہے۔ احمق لوگ اسے مجذوب کہتے ہیں۔ مجذوب ہر چند مرفوع القلم ہے۔ لیس علی الخراب خراج۔ لیکن نشے میں بہکنا جذب نہیں۔ ورنہ ہر کالستہ مجذوب ٹھہرے۔

ان صاحبوں کو بھی شیطان نے دھوکہ دیا ہے تاکہ اس کی طرح خراب کرے اور وہ ان کی خدمت اور اپنی شہرت سے خوش ہو کر حرکات ناشائستہ پر ثابت قدم رہے۔ هَلَكَ الطَّالِبُ والمَطْلُوبُ۔ بلکہ اکثر اوقات بے نشے کے بہکتے ہیں۔ اور کلمات کفر برملا کہتے ہیں۔ کبھی فقیروں کو پیغمبروں پر ترجیح دیتے ہیں کبھی معاذ اللہ خدا ٹھہراتے ہیں۔ کونڈی سونٹے۔ لنگوٹ۔ تسمے کی آئیں بناتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے شریعت واسطہ وصول ہے جو منزل کو پہونچ جاتا ہے۔ راہ سے کام نہیں رکھتا۔ ان نادانوں سے پوچھو! تمہیں اس مقام پر پہونچے یا اولیاء سابقین کو بھی حاصل تھا جس طرح طریقت بے اتباع شریعت ہاتھ نہیں آتی اسی طرح بدون اس کے قائم نہیں رہتی۔

ایک کہتا ہے نماز روزہ اسیرانِ نفس کے لئے ہے ہمیں ان اعمال کی کیا حاجت کہ نفس ہمارا مرگیا اور

یعنی سیدی ابو علی رو ذباری رضی اللہ عنہ بغدادی ہیں مصر میں اقامت فرمائی۔ اور اسی میں ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ سید الطائفہ جنید اور حضرت ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے ہیں مشائخ میں ان سے زیادہ علم طریقت کسی کو نہ تھا۔ ان جناب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا اور کہتا ہے یہ میرے لیے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہونچ گیا کہ احوال کا اختلاف مجھ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ فرمایا۔ ہاں پہونچا تو ضرور مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔

حاشیہ

دل ہر دم یاد خدا میں رہتا ہے عالم اور عابد بے اجرت کے مزدور ہیں انہیں حقیقت سے کیا خبر؟

یہ سب مقدمات کاذب ہیں خصوصاً ادعائے ہلاک نفس صریح البطلان اگر نفس ان کا مر جاتا کفر کی باتیں کون سکھاتا۔

امام الطریقۃ والشریعۃ حجۃ الاسلام والملۃ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے لوگوں کو کافر جائز القتل لکھتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں خدا کو ہماری بندگی کی حاجت نہیں پھر نماز روزہ سے کیا حاصل؟

یہ ایسا خبط ہے جیسے بیمار کہے طبیب کو میرے پرہیز سے فائدہ اور بد پرہیزی سے ضرر نہیں کس لئے پرہیز کروں؟ کیا نہیں جانتا یہ خیال فاسد اس کی جان کھونے کو کافی ہے۔

بعض کہتے ہیں۔ کاتب تقدیر نے ہمارے حق میں جو لکھ دیا ہے سر مو اس سے تجاوز نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم بہشتیوں سے ہیں دوزخ میں نہ جائیں گے اور جو دوزخیوں میں سے ہے کسی عمل سے نجات نہ پائیں گے پھر کس لئے جان مشقت میں ڈالیں۔۔۔

اے احمق! اس عقیدۂ فاسدہ سے باز آ ورنہ عذاب دوزخ کے لئے آمادہ ہو۔ عبادت کا بیکار سمجھنا کفر ہے اور کافر قطعاً بہشت سے محروم اور مخلد فی النار ہے۔

ایک جماعت ان کی کہتی ہے۔ عبادت ایک سخت کام ہے کہ موانع اس کے قوی اور مددگار تھوڑے اور بندہ ضعیف اور زمانہ ناموافق اور کار دین تنزل پر۔ اور اشغال بہت اور فرصت قلیل اور عمر کوتاہ اور اجل قریب اور راہ دراز اور عقبات اس کی دشوار اور رہزن بکثرت، اس لئے کم لوگ اسے اختیار کرتے ہیں اور ان میں تھوڑے اس راہ سے مطلب کو پہونچتے ہیں۔ پس ہم امید موہوم پر اس قدر محنت شاقہ کیوں اختیار کریں جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ شیطان اس قسم کے وسوسوں سے آدمی کی راہ مارتا ہے۔ خدائے تعالیٰ

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں۔

حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اِنَّ التکالیف انّتُ وَسِیْلَۃً اِلی الوُصُولِ وقد وصلنا۔ شریعت کے احکام تو وصول کا وسیلہ تھے۔ اور ہم واصل ہوگئے۔ رمایا صَدَقُوا فِی الوُصُولِ ولٰکن الی سقر۔ والّذی یسْرِقُ وَیزْنِی خیرٌ مِمَّن یعتقد ذلک۔ وہ سچ ہتے ہیں۔ واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں[1]

بے علم صوفی

اولیائے کرام فرماتے ہیں "صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے" اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شید

ی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا، وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

کوئی کہتا ہے ہم حقیقت نماز کی ادا کرتے ہیں۔ صورت کی حاجت نہیں بخلاف اہل ظاہر کے کہ دل ان کا ر نہیں ہوتا اور رکوع وسجدہ غفلت کے ساتھ محض بیکار ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کمال نماز کا حضور قلب سے ہے لیکن جو اس صفت کے ساتھ کہ کتب فقہ میں درج ہے ادا کرے نماز اس کی صحیح ہے اور یہ دعویٰ بھی باطل کہ حقیقت نماز اسی صورت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ بدون اس کے نہیں ہو سکتی۔

بالجملہ یہ لوگ اور جن کے عقائد اس طرح کے ہیں۔ نرے زندیق وملحد ہیں۔ نہ انہیں شریعت سے کام نہ طریقت غرض نہ ان کا کچھ عقیدہ نہ مذہب۔ نہ مسلمان عورت سے ان کا نکاح جائز نہ اولاد صحیح النسب نہ انہیں مسلمان شتہ داروں کا ترکہ پہونچے نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا اور ان کے جنازے کی نماز پڑھنا مناسب۔ ہذا واللہ اعلم العلم واحکم۔ (ملخص از ص۱۳ تا ص۲ ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ کتب خانہ سمنانی میرٹھ)

۱ ص۱۳۸ ـ ص۱۳۹ فتاویٰ افریقہ۔

فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے ۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے ، منہ میں لگام ناک میں نکیل ڈال کر جدھر

چاہے کھینچے پھرتا ہے وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کرتے ہیں ۔

حضرت سید جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے مجھے دعا دی ۔

جعلک اللہ صاحب حدیث صوفیا ولاجعلک صوفیا صاحب حدیث (احیاء العلوم جلد اول ص) ۔

اللہ تمہیں حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے ۔

حضرت امام غزالی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

اشار الی ان من حصل الحدیث والعلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر

بنفسہ ۔ (احیاء ص)

حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں

قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔

حضرت سیدی ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لایقتدی بہ فی ھذا الامر لان علمنا ھذا

مقید بالکتاب والسنۃ ۔ (رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر ص)

جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربارۂ طریقت اس کی اقتدا

نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے ۔

حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

تصوف تین وصفوں کا نام ہے ، اول یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے ، دوسرا

یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو ، تیسرے یہ کہ کرامتیں

اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں ۔ (رسالہ قشیریہ ص ۱۳)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فھی الزندقۃ۔ (عوارف المعارف جلد اول ص۴۳)

جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے[1]

مبتدعین کی بیخ کنی

عرض۔ یہ تو اگر کسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے۔ دنیوی ذرائع معاش اگر چھوڑ دیئے جائیں تو یہ بھی نہایت دقت طلب ہے۔ اور یہ دینی خدمت جو اپنے ذمہ لی ہے اسے چھوڑنا پڑے گا۔

ارشاد۔ اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں۔ بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔ امام ابو اسحٰق اسفرائنی، جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی۔ پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترکِ دنیا و ما فیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا۔

اکلۃ الحَشِیش: انتم ھٰہُنا و اُمَّۃ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفِتَنِ۔ اے خشکی گھاس کے کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں[2]

بدعتی کی امامت

" بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ و ممنوع ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ہاں! ممنوع و مکروہ ہے۔ دیکھو طحطاوی۔ درمختار اور طحطاوی مراقی الفلاح اور تبیین الحقائق امام زیلعی اور ردالمحتار اور غنیہ اور فتح المعین[3]۔

امام بنانا دینی تعظیم ہے یا نہیں۔ اور مبتدع کی دینی تعظیم حرام ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ہاں! دیکھو ردالمحتار اور فتح اور طحطاوی اور زیلعی وغیرہ اور مشکوٰۃ وغیرہ۔ کہ جو کسی بدعت والے کی تعظیم کرے بے شک اس نے اسلام ڈھانے میں مدد دی[4]

---

[1] مقال عرفاء ص ۱۶ تا ۲۲۔ [2] ص۸۔ الملفوظ حصہ اول۔

[3] ص۹۴۔ عرفان شریعت حصہ سوم۔ [4] ص۹۵۔ ایضاً۔

بے علم مفتی

سند حاصل کرنا تو کچھ ضروری نہیں۔ ہاں با قاعدہ تعلیم پانا ضروری ہے۔ مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے پاس۔ اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم مُلا خطرۂ ایمان ہوگا۔ ایسے شخص کو فتویٰ نویسی پر جرأت حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض۔ جو بے علم فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

اور اگر فتویٰ سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع مقصود ہے تو یہ دوسرا سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا۔ اُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ص ۲۰۸ فتاویٰ رضویہ جلد دہم)

پیشہ ور جاہل مقررین

عرض۔ کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد۔ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے[1]

عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اپنی ضروریات کو کتابوں سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے[2]

" رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کہے یا نہیں۔ اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لئے کرتا ہے اور طلب مال اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابق شرع ہے اتنا علم دین کافی و وافی رکھتا ہے

---

[1] ص۔ الملفوظ اول۔ [2] ص۔ ایضا۔

۵ راکتوبر ۱۹۷۱ء کی ایک مجلس میں شیخ التفسیر مفتی احمد یار خاں بدایونی متوفی ۱۴ راکتوبر ۱۹۷۱ء سے ایک موقع پر عرض کیا گیا۔

" جاہل اور طالع آزما مقرروں اور واعظوں نے قوم کا مذاق بگاڑ دیا ہے۔ اب ہمارے ہاں علمی نکات

جس سے اسے وعظ کی اجازت ہو جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندۂ خدا ہادیٔ راہ ہدیٰ کا وعظ کہنا ہی اس کے اور ان مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ حَلَفَ علیٰ یَمِیْنٍ فَرَأَیٰ غیرھا خیراً منھا فلیأتِ الذی ھُوَ خَیْرٌ و لیکفر عن یمینہ۔ جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ رواہ الائمہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدۂ فاسدہ کے باعث وعظ خلاف شرع کہے جب تو ظاہر ہے کہ اس کا وعظ اس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں برا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ قَالَ فِی القُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت مضر ہے۔ علماء فرماتے ہیں

(حاشیہ)

در کنار سیدھے سادے الفاظ میں آیت یا حدیث کا مفہوم بیان کیا جائے تو اس کی پذیرائی نہیں ہوتی روایت وحکایت اور شعر ولطیفہ کی لت پڑ چکی ہے۔

ان معروضات سے مکمل طور پر اتفاق فرمایا اور اپنے وہ اشعار پڑھ کر سنائے جن میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک مصرعہ یہ ہے۔ ؎ مال سنی بہر قوالی و عرس

یہ اشعار آپ کے مطبوعہ دیوان (آخری صفحہ دیوان سالک مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات) کے آخر میں موجود ہیں۔

اس کے بعد اسی انداز کے ایک مقرر کی کچھ باتیں سنانے لگے۔ فرمایا۔

"فلاں مقرر صاحب ایک تقریر میں کہہ گئے "یا اللہ! میں تیرا شریک ہوں تو بھی کملی والے کو چاہنے والا اور میں بھی اسے چاہنے والا" اور معراج کی تقریر میں "قاب قوسین" کا مقام یوں بیان فرمایا۔ رب کہتا تھا اور میرے پاس آجا دو کملی والا کہتا تھا۔ تھوڑا سا تو نیچے اترا"۔ آخر رب کو ہی ماننا پڑا"۔ العیاذ باللہ۔

فرمایا یہ سب کفر ہے۔ جنہوں نے یہ سن کر نعرے لگائے انہوں نے بھی ارتکاب کفر کیا کیوں کہ وہ کفر پہ راضی ہوئے۔

(ص۱۱۴ حیات سالک۔ رضا اکیڈمی دائرۃ المصنفین لاہور)

ایسے اغراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے درمختار میں ہے التذکیر علی المنابر للوعظ و الاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ۔[1]

جاہل وفاسق میلاد خواں

" ایک شخص حرام کرنے والا مولود پڑھتا ہے۔ اور حرام سے توبہ کرتا ہے۔ اور بعد مولود پڑھنے کے پھر حرام کرنے پر کمر باندھے ہوتے ہے۔ تو اس کے حق میں مولود کا پڑھنا کیسا ہے؟ اور وہ شخص مجلس میں مولود پڑھنے کے اور بلانے کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جس شخص کی نسبت معروف و مشہور ہے کہ معاذ اللہ وہ حرام کار ہے۔ اس سے میلاد شریف پڑھوانا اور اسے چوکی یا منبر پر بٹھانا منع ہے۔ مگر شہرت صحیح ہو۔ نہ جھوٹی بے معنی تہمت۔ جیسے آج کل بہت نااہل جاہل خدا نا ترس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر اتہام لگا دیتے ہیں۔ اس سے وہ خود سخت حرام و کبیرہ کے مرتکب اور شدید سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ رہا خالی بلانا وہ مصلحت دینی پر ہے اگر جانے کہ نرمی سے سمجھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یوں ہی کرے۔ اور اگر جانے کہ دور کرنے اور سختی برتنے میں زیادہ نفع ہوگا تو یہی کرے۔ اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت کے لئے علانیہ دوری بہتر اور اپنوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق و رحمت کے لئے خفیہ نرمی اولیٰ۔ واللہ اعلم۔[2]

مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الیٰ یوم التناد میں جو شخص کہ مخالفت شرع مطہر ہو۔ مثلاً تارک صلوٰۃ، شارب خمر ہو، داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہو، مونچھیں بڑھاتا ہو، بے وضو بے ادبی

---

[1] ص۵۵۸۔ ص۵۵۹۔ فتاویٰ رضویہ پنجم۔

مسئلہ:۔ وعظ کہنے میں بے اصل باتیں بیان کر دینا مثلاً احادیث میں اپنی طرف سے کچھ جملے ملا دینا یا ان میں کچھ ایسی کمی کر دینا جس سے حدیث کے معنی بگڑ جائیں جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مقررین کی تقریروں میں ایسی باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ مجمع پر اثر ڈالنے کے لئے ایسی حرکتیں کر ڈالتے ہیں ایسی وعظ گوئی ممنوع ہے! اس طرح یہ بھی ممنوع ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے اور خود انہیں باتوں میں آلودہ ہے الخ ص۲۳۰۔ ص۲۳۱ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

[2] ص۲۹۵ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا پڑھاتا ہو۔ اور اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزا، و مزاح کرے۔ بلکہ اپنے مریدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیوں کہ جیسے ان کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہیں۔

ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا۔ بانی مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے شخص کو بوجہ خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش؟ اور پروردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ بانیان و حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب؟

الجواب:۔ افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر و مستحق عذاب یزدان و غضب رحمٰن۔ اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت و ہوان۔ خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر و مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا، اس سے مجلس پڑھوانا حرام ہے۔

روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام۔ ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں۔ ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا۔ اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں۔

یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں۔ اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر۔ اور ان حاضرین و قاری سب کے برابر ایسی مجلس کے بانی پر ہے۔ . . .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں۔ البتہ وہاں ابلیس و شیاطین کا ہجوم ہوگا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو

بھی جائز۔ اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو۔ اور اگر عیاذاً باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے۔

یوہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے۔ یوہیں وہ کلمۂ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں۔ الخ۔ صاف سنتِ متواترہ کی توہین اور کلمۂ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ملخصاً[1]

متفلسفہ

بعونہ تعالیٰ! فقیر نے رد فلسفۂ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب مسمّٰی بنام تاریخی "فوز مبین در رد حرکت زمین" لکھی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکت زمین باطل کی۔ اور جاذبیت و نافریت وغیرہا مزعومات فلسفۂ جدیدہ پر وہ روشن رد کیے، جن کے مطالعہ سے ہر ذی انصاف پر بحمدہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے کہ فلسفۂ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مس نہیں۔

۔۔۔۔۔ ہم نے تیس مقام ان کے رد میں لکھے، جن سے بعونہ تعالیٰ تمام فلسفۂ قدیمہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفۂ جدیدہ کی طرح بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

۔۔۔۔ مسلمان طلبہ پر دونوں کتابوں (فوز مبین اور الکلمۃ الملہمۃ) کا بغور بالاستیعاب مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفۂ مزخرفہ کی شناعتوں، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں پر مطلع رہیں۔ اور بعونہ تعالیٰ عقائد حقہ اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں۔

۔۔۔۔۔ فلسفۂ قدیمہ کی دو چار کتابیں مطابق درس نظامی اعلیٰ حضرت روالد محترم مولانا نقی علی) قدس سرہ الشریف سے پڑھیں اور چند روز طلبہ کو پڑھائیں۔ مگر بحمدہ تعالیٰ روز اول سے طبیعت اس کی ضلالتوں سے دور اور اس کی ظلمتوں سے نفور تھی۔

۔۔۔۔۔ آج ۴۵ برس سے زائد ہوئے کہ بحمداللہ تعالیٰ فلسفہ کی طرف رُخ نہ کیا۔ نہ اس کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھا۔ اب اخیر عمر میں سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے اپنے کرم بے پایاں کا صدقہ بندۂ عاجز سے یہ خدمت لی کہ دونوں فلسفوں کا رد کرے اور ان کی قباحتوں، شناعتوں، حماقتوں، ضلالتوں پر اپنے دینی بھائیوں، طلبۂ علم کو اطلاع دے۔

---

[1] ص ۲۱۸۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم۔

ناظرین والاتمکین، اہل انصاف و دین سے امید کہ حسب عادت متفلسفہ لِمَ۔ ولا نسلم و انکار و اضحات۔ و تشکیک بے ثبات۔ و فارغ مجادلات کو کام میں نہ لائیں۔ ان کے اجلّہ اکابر ماہرین ابن سینا سے جونپوری مصنف شمس بازغہ تک کون ایسا گزرا ہے جس پر ہمیشہ رد و طرد نہ ہوتے رہے۔ فلسفۂ مزخرفہ کا شیوہ ہی یہ ہے کہ

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت ۔ رفت و منزل بدیگرے پرداخت[1]

عرض علم منطق سے علم بیان افضل ہے یا نہیں۔

ارشاد ہاں فلاسفہ کی بنائی ہوئی منطق سے تو افضل ہی ہے۔

عرض اور حضور شریعت کی منطق۔

ارشاد ہاں شریعت کی منطق بے شک علم بیان سے افضل ہے۔

عرض اس کی کیا تعریف ہے۔

ارشاد وہ ایک ایسا قانون ہے جس کی مراعات خطائے کفر سے بچاتے۔

عرض حضور اس کے جاننے والے بھی ہوئے ہیں۔

ارشاد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا تھا جس سے وہ خطائے کفر سے بچتے تھے حالانکہ فلاسفہ کی منطق اس وقت تھی بھی نہیں اور پھر ائمہ مجتہدین کون سی منطق جانتے تھے۔

عرض علمائے ظاہر میں کوئی ایسا گزرا یا نہیں۔

ارشاد میں جس کو بتاؤں گا آپ کہیں گے یہ علمائے باطن میں سے تھے۔ شریعت کی منطق ایک نور کا نام ہے جس کو خدا عطا فرمائے آپ چاہیں کہ ظلمت والوں میں کوئی ایسا ہو۔ میں ظلمت والوں میں سے کس کو لاؤں جو نور والا ہو۔

عرض علم ظاہری میں وہ کون سا علم ہے۔

ارشاد وہ علم اصول فقہ و حدیث ہے اور باقی یہ سب منطق و فلسفہ تو فضول ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

چند خوانی حکمتِ یونانیاں ۔ حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں
پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

---

[1] ملخصاً ص تا ص الکلمۃ الملہمہ۔

گر باستدلال کارِ دیں بُدے   فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

(پھر فرمایا) استدلال پر دارومدار دو باتوں کی طرف لے جاتا ہے یا حیرت یا ضلالت۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نزع کا جب وقت آیا، شیطان آیا کہ اس وقت شیطان پوری جان توڑ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس کا ایمان سلب ہو جائے اگر اس وقت پھر گیا تو پھر کبھی نہ لوٹے گا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم نے عمر بھر مناظروں مباحثوں میں گزاری۔ خدا کو بھی پہچانا؟ آپ نے فرمایا بے شک خدا ایک ہے۔ اس نے کہا اس پر کیا دلیل۔ آپ نے ایک دلیل قائم فرمائی۔ وہ خبیث معلم الملکوت رہ چکا ہے اس نے وہ دلیل توڑ دی۔ انہوں نے دوسری دلیل قائم کی اس نے وہ بھی توڑ دی۔ یہاں تک کہ ۳۶۰ دلیلیں حضرت نے قائم کیں اور اس نے سب توڑ دیں۔ اب یہ سخت پریشانی میں اور نہایت مایوس۔ آپ کے پیر حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ کہیں دور دراز مقام پر وضو فرما رہے تھے وہاں سے آپ نے آواز دی کہہ کیوں نہیں دیتا کہ میں نے خدا کو بے دلیل ایک مانا۔[1]

آفتاب آمد دلیل آفتاب   گر دلیلے خواہی از وے رو متاب[2]

اہلِ کتاب و کفار و مشرکین سے موالات و معاملات

ارشادِ الٰہی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا۔ عام و مطلق ہے کافر کو راز دار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تا قدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا۔

سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین۔ (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اسے اسی آیۃ کریمہ سے ثابت بتایا ابو یعلیٰ مسند اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذلک حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم یقول لا تستشیروھم فی شیء من امورکم قال الحسن وتصدیق

---

[1] ص ۵۲ تا ص ۵۳۔ الملفوظ چہارم منطق و فلسفہ متعلق بعض امور و احکام کا ذکر ص ۱۵ تا ص ۹۳ فتاوی رضویہ جلد دوم تیرہویں ہے۔

ذلک فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم تلا ھذہ الآیۃ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو کہا ہم نہیں جانتے اس سے یہاں تک کہ حسن بصری کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا حسن بصری نے کہا ہاں ان سے اپنے کاموں میں مشورہ نہ لو اور اس کی تصدیق میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اے ایمان والو اپنے رازوں میں مشورہ اپنے مسلمانوں کے سوا دوسروں سے نہ لو۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیہ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی:

انہ قیل لہ ان ھھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا قال اتخذت اذن بطانۃ من دون المومنین۔

تعویل ہے اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لاینھٰکم اللہ ہے۔

الاکثرون علی انھم اھل العھد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی۔

ہم نے [۱]المحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب نفیس جامع[۲] صغیر امام محمد و ہدایہ[۳] و درر[۴] الحکام و غایۃ[۵] البیان و کفایہ[۶] و جوہرہ[۷] نیرہ و مستصفٰے[۸] و نہایہ[۹] و فتح القدیر[۱۰] و بحر الرائق[۱۱] و کافی[۱۲] و تبیین الحقائق[۱۳] و تفسیر احمدی و فتح اللہ[۱۴] المبین و غنیہ[۱۵] ذوی الاحکام و معراج[۱۶] الدرایہ و عنایہ[۱۷] و محیط[۱۸] برہانی و چوتی[۱۹] زادہ و بدائع[۲۰] ملک العلما سے ثابت کیا حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں قبل ارشاد واغلظ علیھم انواع انواع کے نرمی و عفو و صفح فرماتے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو و صفح کو نسخ فرمادیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیہ کریمہ واغلظ علیھم کو فرماتے ہیں نسخت ھذہ الآیۃ کل شیٔ من العفو والصفح قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود و الذین اشرکوا۔

مگر ارشاد:

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وما وٰھم جھنم و بئس المصیر۔

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملۃ واحدۃ۔

ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ہے ضرورۃ معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم جاھد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداء کما افادہ فی البحر الرائق۔

تفاوت عداوت بربنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالاں کہ امر بالعکس ہے اور نصاری کا حکم یہود سے کمتر ہوتا حالاں کہ یکساں ہے۔

ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل و قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں۔

امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا: و الاستعانۃ باھل الذمۃ بالکلاب۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔

ان مباحث کی تفصیل جلیل المحجۃ الموتمنہ میں ملاحظہ ہو۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لا یألونکم خبالا سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات بیع و شراء و اجارہ و استیجار کی مثل ہے۔

ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو۔ اس میں اگر کافر وں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بے شک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں وہ تو

مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان بھی نہ رہا فانہ منہم ہوگیا ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔

قال تعالیٰ ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء۔

ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مگر الحمدللہ کہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان پھیکی پڑے کھل جاتے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیرخواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی پھر بھی خلاف احتیاط و شنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سربرآوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں۔

وہ جیسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں آیۂ کریمہ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا۔ (کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) و کریمۂ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنایا) و حدیث مذکور لا تستضیئوا بنار المشرکین (مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو) بس ہیں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیل کار و مشیر بنانا ہوگا۔

امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

یعنی سخت ترقبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سینے سے علاج کرانا جن سے خیرخواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا:

یعنی وہ مسلمان کو کھلے شر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیرخواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں ان کا نام ہو اور معاش خوب چلے اور اس کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھو دے مگر جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مر جائے یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے مگر جب حمام

کرے مرض پلٹے اور موت ہو یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے بہت طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالاں کہ وہ سخت زبد خواہ ہے۔ تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوتِ دینی کہ یہ نہیں جاتی۔

پھر فرمایا:

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچا جائیں یوں ہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علماء و صلحاء کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود و ظاہر ہیں اور کبھی علماء و صلحاء کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا۔ رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا۔ وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا۔ لوگ انہیں بلانے آئے انہوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر فرمایا میں نے کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا۔ میں اندر گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا۔ وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہو گیا۔

پھر فرمایا بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بنائے مسلمان کو دکھا لیں یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے فرمایا:

وھذا لیس بشیٔ ایضا من وجوہ الاول ان المسلم قد یغفل عن بعض ما وصفہ الثانی فیہ

اقتداء الغیر به الثالث فیه الاعانة لهم علی کفرهم بما یعطیه لهم الرابع فیه ذلة المسلم لهم الخامس فیه تعظیم شانهم لاسیما ان کان المریض رئیسا وقد امر الشارع علیه الصلوٰۃ والسلام بتصغیر شانهم وهذا عکسه ۔ یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی۔ مسلمان کو اس کے لئے تواضع کرنا پڑے گی۔ علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔

پھر فرمایا: ثم مع ذلک ما یحصل من الانس والود لهم وان قل الامن عصم اللہ وقلیل ماهم ولیس ذلک من اخلاق اهل الدین۔" پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔"

پھر فرمایا: ومع ذلک یخشی علی دین بعض من یستطبهم من المسلمین۔ ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا۔ انہوں نے اسے بلایا وہ علاج کرتا رہا۔ ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اسی کو اختیار کرنا چاہیے اور یونہی کیا کیا بکتا رہا یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کر لیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ ادھر راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انہیں پہنچے۔ امام فرماتے ہیں: وهذا قد رحم بسبب انه کان معتنی به فیخاف من استطبهم ولم یکن معتنی به ان یهلک معهم ولو لم یکن فیه الا لخوف من هذا الامر الخطر لکان متعینا ترکه فکیف مع وجود ما تقدم۔ ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے جو ایسا نہ ہو اور ان سے علاج کرائے اس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اسی قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا۔

ان امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء و عظمائے دین کے لئے زیادہ خطر کا مؤید امام مازری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا۔ اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یونہی ہوا آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت کیا۔ اس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھو دوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ نے شفا بخشی پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کر دیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔

یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لایالونکم خبالا تو عام کفار کے لئے فرمایا۔

عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون و نادر شروح و فتاوٰے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول صوری و ضروری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام میں ملے گا کہ میرے فتاوی جلد اول میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہو گی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہو گا عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے:

لو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانہا مغایظۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن حبالتہ او لاستجاب النہر علیہ بنکاح مستأنف تحرم علی زوجہا فیجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شیئ ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لہا ان تتزوج الابزوجہا قال الہندوانی انی اخذ بہذا قال ابو اللیث وبہ ناخذ کذا فی التمرتاشی۔

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح بمہر

یسیر کدینار و علیہ الفتوی۔

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہو گیا کہ ارتداد احد ھما فسخ فی الحال۔ پھر بعد عدت دوسرے سے اسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ و مفتی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے اور نکاح باقی ہے۔ جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض و نفاس یونہی جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کرے زوجہ حرام ہو گئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے اور اس کی عدت گزر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہو جائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے۔ والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار۔ ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالاں کہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض و الزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا۔۔۔[2]۔۔۔ اور علمائے متقدمین و متاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔ تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ مسافر میگزین۔ مسافر بہرائچ۔ آریہ پتر بریلی۔ ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں۔

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم

[2] اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے بہذا ایما من چھوڑ دی گئی ۱۲۔

سلہ . . . . ستیارتھ پرکاش . . . .

سلہ۲ . . . . . . مسافر بہرائچ . . . .

آیا ان مسلمانوں سے جو ساجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں مفصل بیان فرمایئے۔ اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب: اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اُس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہر الٰہی کی آگ ان کے لئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکہ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔

یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے:

سلہ اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہذا نقل نہ کئے گئے اول تعجب اور نہایت تعجب ان مسلمانوں سے جو کاپی نویسی و تصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے پکے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں نہیں باندھتے چنانچہ بعد ارسال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک کتاب میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصرا (مولوی نواب سلطان احمد خان صاحب) ناقل فتویٰ۔ سلہ۲ یہاں بھی سطور ملعونہ تھیں۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لہم عذابا مہینا۔

بے شک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

اُن ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں، سخت ملعون و مردود گمان ہے زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر و غضب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔

گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم یعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔

یہ اس ظالم کے لئے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبالے یا زید عمرو کسی کو ناحق سخت سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیوں کر مسلمان رہ سکتا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی صحیح المختار عن اوس ابن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

من آفات الید کتابۃ ما یحرم تلفظہ من شعر المجون و الفواحش والقذف والقصص التی فیہا نحو ذلک و الاھاجی نثرا و نظما والمصنفات المشتملۃ علی مذاھب الفرق الضالۃ فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابۃ فی معنی الکلام بل ابلغ منہ لبقائہا الی صفحات اللیالی و الایام والکلمۃ تذھب فی الھواء ولا تبقی اھ مختصرا

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین۔

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازہ کی نماز حرام اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پہ جانا سب حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر کے یہاں فتاوی مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں۔ میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں[1] ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الرٰحمین[2]۔

کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جا سکتا ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے مذہب و عقیدہ کفر پہ مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم[3]۔

---

[1] جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا کہ میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دئے تھے۔ ۱۲ س

[2] احکام شریعت حصہ سوم [3] احکام شریعت حصہ سوم

کفار سے مشابہت

جب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ اکابر علماء یہود سے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ عادت سابقہ کے باعث تعظیم روز شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشت شتر کھانے سے کراہت ہوئی۔ رب عز وجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ۔ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو یہ نہ ہو کہ مسلمان ہو کر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو اور اگر نہ مانو تو خوب جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ تم پر عذاب لائے اسے کوئی روک نہیں سکتا ـــ پھر فرمایا جو مسلمان ہو کر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہی نا کہ آسمان سے ان پر عذاب اترے اور رہتے وہی ہو چکے یعنی ہلاک و تمام کر دئے جائیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ان آیات میں رب العزت جل و علا نے خصلت کفار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعید شدید فرمائی۔ اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلت کفار ہے۔ اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوس طاعنہ کی تھی ان سے اور کفار نے سیکھی۔ جب عہد معدلت مہد امیر المومنین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسریٰ خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے الٹ دیا گیا۔ مجوس منحوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبول جزیہ رہے کچھ پریشان و سرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکلے۔ یہاں کے راجہ نے ان سے تعظیم گاؤ و تحریم مادر و دختر و خواہر کا عہد لے کر جگہ دی۔ ہنود بے بہود نے داڑھی منڈانا، نوروز و مہرگان بنام ہولی و دیوالی منانا ان میں آگ پھیلانا۔ وغیر ذالک من الخصال الشنیعہ ان سے اڑایا۔

مجوس ایران کہ مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں بہت بد باطن اپنی تباہی ملک و افسر و تاراج مال و دختر کے باعث دلوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان ہو کر اسلام کی عزت و شوکت، اسلام کی قوت و دولت اسلام کے تاج و معراج یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی۔

جب ابن سبا یہودی خبیث نے مذہب رفض ایجاد کیا اور شدہ شدہ یہ ناشدنی مذہب ایرانیوں تک پہونچا۔ ان آتش پرست مجوس کی دبی آگ نے موقع پایا کہ آہا اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا

کہ امیر المومنین پر تبرا کہئے اور خاصے مومنین بنے رہئے۔ انہوں نے بہزار جان لبیک کہی اور نئے دین کی تاسیس تفریع بڑھ چلی۔ باپ دادا کی قدیم سنتیں اپنا رنگ لائیں۔ نوروز منائے۔ داڑھیاں کتروائیں۔ اتیانِ اَدبار و اباحت و اعارت و اجارتِ فرج کی کیا گنتی؛ نکاحِ محارم تک منظور رہا مگر پردۂ حریر میں مستور رہا۔

ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہانِ ہند کے منہ سپید کر دئے۔ ہزاروں مارے۔ لاکھوں قید کئے۔ یہاں تک کہ ہندو کے معنی ہی غلام ٹھہر گئے۔ یہاں کے نومسلم مسلم تو ہوئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے۔ داڑھیاں منڈائیں۔ بسنت منائیں۔ ساونی کریں۔ چنریا رنگائیں۔ عورتیں بد لحاظی کے کپڑے پہنیں۔ گہنے بھر کی سب غیریں۔ سامنے آنے کے واسطے بہتیں۔ شادیوں میں معاذ اللہ فحش گیت بسالی بہنوئی میں ہنسی کی ریت۔ یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود۔ اور اکثر دیہات میں ہولی دیوالی بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود۔ پھر اس عمل داری میں شیوعِ نیچریت۔ بے قیدیٔ شرع و آزادیٔ نفس کے لئے سونے میں سہاگہ۔ کچھ اتباعِ فرنگ۔ کچھ زنانی امنگ۔ صفائی رخسار کا نصیب جاگا۔

لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پایئے گا۔ نسلاً مجوسی۔ یا مذہباً رافضی، یا یورپی تہذیب کا دلدادہ، نیچری، یا جوتے متصوفہ، یا مبتلائے رفضِ خفی، یا باپ دادا ہندو نومسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوارہ جاہل۔

بہرحال! اس کا مبدأ و منبع و مرجع وہی خصلتِ کفار، جس سے خدا ناراض، رسول بیزار، جس پر قرآن عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مار۔ آئندہ ماننے نہ ملنے کا ہر شخص مختار۔ والتوفیق من اللہ العزیز الغفار الخ ملخصاً [1]

بدمذہبوں سے میل جول

اہل سنت وجماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے؟ الخ۔

الجواب: روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی رد الرفضۃ۔ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں۔ ان سے میل جول نشست برخاست۔ سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

---

[1] ص ۲۴ تا ص ۲۶ لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ (۱۳۱۵ھ) مطبع اہل سنت وجماعت بریلی۔

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سَیَاْتِیْ قَوْمٌ لَّهُمْ نَبْزٌ یُّقَالُ لَهُمُ الرَّافِضَةُ یَطْعَنُوْنَ السَّلَفَ وَلَا یَشْهَدُوْنَ جُمُعَةً وَّلَا جَمَاعَةً فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْهُمْ وَاِذَا مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِذَا مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ۔

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالحین پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ ان کے ساتھ نہ کھانا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا۔ مرجائیں تو ان کے جنازے میں نہ جانا۔ نہ ان پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جو سُنّی ہوکر ان کے ساتھ میل جول رکھے۔ اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم فاسق ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1]

عرض: اکثر لوگ جان بوجھ کر بد مذہبوں کے پاس بیٹھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: حرام ہے اور بدمذہب ہوجانے کا اندیشہ کامل۔ اور دوستانہ ہو تو دین کے لئے زہر قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔ انہیں اپنے سے دور رکھو۔ اور ان سے دور بھاگو۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے۔ اِنَّهَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ۔ نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑا جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔

صحیح حدیث میں فرمایا۔ جب دجال نکلے گا کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم ہیں۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا۔ وہاں جا کر ویسے ہی ہوجائیں گے۔

حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں حلف سے کہتا ہوں کہ جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف سے فرمانا ــــــــــ دوسری حدیث میں ہے۔ جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

---

[1] صـ۳۹۔ احکام شریعت

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں۔ ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا جب اس کی نزع کا وقت آیا۔ لوگوں نے حسب معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر کو برا کہتے تھے۔ اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے۔ ہرگز نہ پڑھنے دیں گے ۔ نتیجہ: بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔

جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں سے میل جول کی یہ شامت۔ تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست کی آفت کس قدر شدید ہوگی۔ اُن کی بدگوئی صحابہ تک ہے۔ اِن کی انبیاء اور سید الانبیاء اور اللہ عزوجل تک[۱]

میلۂ ہنود میں شرکت

عرض: ہندوؤں کے رام لیلا وغیرہ دیکھنے جانا کیسا ہے۔

ارشاد: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ مسلمان ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے استدعا کی کہ اگر اجازت دیں تو نماز میں کچھ آیتیں توراۃ شریف کی بھی ہم لوگ پڑھ لیا کریں۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ ارشاد فرمائی۔ توراۃ شریف پڑھنے کے واسطے تو یہ حکم ہوا رام لیلا کے واسطے کیا کچھ حکم نہ ہوگا۔[۲]

اہل ہنود کے میلوں مثلاً دسہرہ وغیرہ میں مسلمانوں کا جانا کیسا ہے۔ کیا میلوں میں جانے سے ان لوگوں کی عورتیں نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں؟ کیا تجارت پیشہ لوگوں کو بھی جانا ممنوع ہے؟

الجواب: ان کا میلہ دیکھنے کے لیے جانا مطلقاً ناجائز ہے۔ اگر ان کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا کفر و شرک کریں گے۔ کفر کی آوازوں سے چلائیں گے۔ جب تو ظاہر ہے۔ اور یہ صورت سخت حرام منجملہ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں اگر کفری باتوں سے نافر ہے۔ ہاں معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے۔ اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور یہ اسلام سے ——— ورنہ فاسق ہے۔ اور فسق سے نکاح نہیں جاتا۔ پھر بھی وخیمہ شدید ہے اور کفریات کا تماشہ بنانا ضلال بعید ہے۔

[illegible]

اور اگر مذہبی میلہ نہیں۔ لہو ولعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات وقبائح سے خالی ہو۔ اور منکرات کا تماشہ بنانا جائز نہیں۔

اور اگر تجارت کے لیے جائے اگر میلہ ان کے کفر وشرک کا ہے۔ جانا ناجائز وممنوع ہے کہ اب وہ جگہ ان کا معبد ہے اور معبد کفار میں جانا گناہ۔ اور اگر لہو ولعب کا ہے اور خود اس سے بچے۔ نہ اس میں شریک ہو نہ اسے دیکھے۔ نہ وہ چیزیں جو ان کے لہو ولعب ممنوع کی ہوں بیچے تو جائز ہے۔ پھر بھی مناسب نہیں کہ ان کا مجمع ہے۔ ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دوری ہی میں خیر۔ اور اگر خود شریک ہو یا تماشہ دیکھے یا ان کے لہو ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ وناجائز ہے۔

ہاں ایک صورت جواز مطلق کی ہے وہ یہ کہ عالم انہیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جب کہ اس پر قادر ہو۔ یہ جانا حسن ومحمود ہے۔ اگرچہ ان کا مذہبی میلہ ہو۔ ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہے۔ (ملخصاً) [1]

کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے۔ جو لوگ ایسا فتویٰ دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افترا کرتے ہیں۔ البتہ اس میں شریک ہونا مسلمانوں کو منع ہے۔ حدیث میں ہے من کثر سواد قوم فھو منھم۔ دوسری حدیث میں ہے۔ من جامع المشرکین وسکن معہ فانہ مثلہ۔ علما فرماتے ہیں مسلمان کو چاہیے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گذرے کہ ان پر لعنت اترتی ہے۔ اور ظاہر کہ ان کا میلہ صدہا کفر کے شعار اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا۔ اور یہ ممانعت وازالہ منکر پر قادر نہ ہوگا۔ تو خواہی نخواہی گونگا شیطان اور کافر کا تابعدار ہو کر مجمع کفار میں رہنا اور ان کے کفریات کو دیکھنا سننا مسلمان کی ذلت ہے [2]

حرمت سجدۂ تعظیمی

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزجلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین وکفر مبین اور

---

[1] ص ۳، ص ۳۵۔ عرفان شریعت ول جنسی پریس بریلی۔

[2] ص ۶۔ فتاوی رضویہ جلد نہم۔

سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین۔ ایک جماعت فقہائے تکفیر منقول اور عند التحقیق کفر صوری پر محمول۔ کما بینتی بتوفیق المولی سبحنہ وتعالیٰ۔

ہاں! مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لئے سجدے پر مطلقاً اکفار۔ کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار۔ ان کے سوا مثل پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز و مباح۔ جیسا کہ زید کا ادعا باطل۔ نہ شرک حقیقی نامغفور۔ جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل۔ بلکہ حرام ہے اور کبیرہ وفحشا۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔

ابطال شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر واقعہ حضرت یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی دلیل کافی۔ محال ہے کہ اللہ عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے۔[1]

تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی۔ اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں۔ معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر؟ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد[2]

---

[1] ص۵ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ۔ کتب خانہ سمنانی میرٹھ۔

[2] ص۱۰ الزبدۃ الزکیہ۔

انتباہ: امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کی یہ کتاب الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ ۱۳۳۷ھ اتنی مدلل اور وقیع ہے کہ اس کے بارے میں مولانا ابو الحسن علی ندوی نے لکھا ہے۔

وھی رسالۃ جامعۃ تدل علی غزارۃ علمہ وسعۃ اطلاعہ (ص۴۰ جلد ہشتم نزہۃ الخواطر) یہ ایک جامع رسالہ ہے جس سے مولانا بریلوی کے وفور علم اور ان کی وسعت معلومات کا پتہ چلتا ہے۔

الزبدۃ الزکیہ میں متعدد آیات کریمہ کے علاوہ چالیس احادیث مبارکہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ سے آپ نے ثابت کیا ہے کہ اگر کسی نے غیر اللہ کو عبادت کی نیت سے سجدہ کیا تو شرک اور تعظیم کی نیت سے کیا تو حرام۔ اور تعظیمی سجدۂ تعظیم کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین ہے۔ یٰسٓ اختر مصباحی۔

مسلمانوں کی ایذا رسانی

جو شخص کسی عالم کی نسبت یا کسی دوسرے کی نسبت لفظ مردود کہے یا یوں کہے کہ وہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا۔ اس کی نسبت شرع کیا حکم دے گی۔ (ملخصاً)

الجواب: بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے۔ اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِی وَمَنْ اٰذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللہَ۔ جس نے بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔

پھر علماء دین متین کی شان نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا۔ ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق۔ ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم وامام مقسط۔ یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق۔ ایک اسلام میں بڑھاپے والا۔ دوسرا عالم۔ تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

ایسا شخص شرعاً لائق تعزیر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم[1]

فخر بالنسب کی رذالت

شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ۔ تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ ہاں! دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے الخ[2]

مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نور باف سے یا عام امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہ طعن قوم مذکور کے نسبت مومن کہے تو اس کے نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب: الحمد للہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلاد ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید

---

[1] ص۹۱۔ ص۹۲ فتاویٰ رضویہ پنجم۔

[2] ص۹۵۔ ایضاً۔

اس بنا پر ہو کہ یہ لوگ کثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے۔ اور حدیث میں فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

پھر یہ لفظ بطور طعن انہیں کہنا دوسری شناعت ہے۔ ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا۔ ایسے شخص کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَالْمُسْلِمِیْنَ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

ایک شخص معزز و باوقعت ہے اور علم بھی رکھتا ہے نیز روزہ نماز کا بھی پابند ہے۔ اس کی نسبت چند معزز اشخاص و ایک ہندو حکام اعلیٰ کے روبرو جن کے نزدیک وہ شخص باوقعت سمجھا گیا۔ یہ لفظ ایک توہین کے ساتھ کہنا کہ یہ شخص قوم کا جولاہا ہے۔ یہ کہنا بروئے شرع شریف کیسا ہے؟

الجواب: اگر وہ شخص واقع میں قوم کا جولاہا نہیں تو کذب ہوا۔ افترا ہوا۔ مسلمان کی ناحق ایذ ہوئی۔ کہنے والا متعدد کبائر کا مرتکب ہوا۔ حق العبد میں گرفتار۔ اور مستحق عذاب نار ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اس شخص سے اپنی خطا کی معافی چاہے۔

اور اگر واقع میں وہ شخص جولاہا تھا مگر اس کے اظہار میں اس وقت کوئی مصلحت شرعی نہ تھی صرف اس کی ایذا و تفضیح مقصود تھی جب بھی یہ شخص گنہگار ہوا۔ توبہ کرنا اور اس سے معافی چاہنا اب بھی فرض ہے۔

اور اگر اس کے اظہار میں کوئی مصلحت شرعی تھی اور بات واقعی تھی تو اس کے قائل پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم و صلوٰۃ کا ہے۔ اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بے دین و بددین نہیں سنی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق معلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بے شک جائز ہے۔

---

[1] ص ۹۲۔ ایضاً

[2] ص ۶۳۔ فتاوی رضویہ جلد دہم۔

قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں۔ متعدد اکابرینِ دین نے یہ پیشہ کیا ہے۔[1] الخ

دھوبی کے یہاں گیارہویں شریف کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دھوبی کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے یہاں کھانا ناپاک ہے محض باطل ہے[2] الخ۔

مسلمان حلال خور جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کر کے طاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریکِ جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟۔ اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوٹوں سے وضو کر سکتا ہے؟

اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جاروب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخشئے۔

الجواب: بے شک شریکِ جماعت ہو سکتا ہے اور بے شک سب سے مل کر کھڑا ہوگا۔ اور بے شک صفِ اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا۔

کوئی شخص بلا وجہِ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ بے شک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیوں کر روک سکتا ہے؟

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ۔

اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزجلالہ کا یہ نام دربار۔ خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار، زمیندار، معافی دار ہی کے لئے ہے۔ کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ سوم۔ [2] ۔ الملفوظ اول۔

علما جو ترتیبِ صفوف لکھتے ہیں اس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ مطلقاً فرماتے ہیں یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء یعنی صف باندھیں مرد، پھر لڑکے پھر خنثیٰ پھر عورتیں۔

بے شک زبال یعنی پاخانہ کمانے والا۔ یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن، پاک لباس جب کہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا کیا جائے گا اور خاں صاحب، اور شیخ صاحب، مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں۔ جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا۔

شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق ہوں گے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَہُ اللّٰہُ۔ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے گا۔

اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا۔ اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا۔ اور وہ اس وعدۂ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَہُ اللّٰہُ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔

دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں الناس بنو آدم و آدم من تراب لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ واحدٌ و اِنَّ اَبَاکُمْ واحد اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ علی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ ولا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اے لوگو! بے شک تم سب کا رب ایک اور بے شک تم سب کا باپ ایک۔ سن لو: کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر۔ نہ عجمی کو عربی پر۔ نہ گورے کو کالے پر۔ نہ کالے کو گورے پر۔ مگر پرہیزگاری سے۔ بے شک! اللہ کے نزدیک تم میں بڑا رتبہ والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ رواہ البیہقی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ زبالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے جب کہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو۔ مثلاً جہاں نہ کا فر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں۔ نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ

رطوبت جذب کرے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت سے لے اختیار کریں تو مجبوری ہے۔

اور جہاں ایسا نہ ہو تو بے شک کراہت ہے۔ لِتَعَاطِی النَّجَاسَاتِ مِنْ دُوْنِ ضَرُوْرَةٍ۔ وہ بھی ہرگز حدِ فسق تک منتہی نہیں۔ فتح القدیر و فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اَمَّا شَهَادَةُ اَهْلِ الصِّنَاعَاتِ الدنیۃ کالکَسَّاحِ والزَّبَالِ والحَائِكِ والحَجَّامِ فلاصحّ انھا تقبل لانھا قد تولاھا قوم صالحون۔ فمالم یُعلم القادح لا یبنی علیٰ ظاھر الصناعۃ۔

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہرگز اس بناء پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صدہا امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں۔ ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجار یا رشوت ستاں مرزا صاحب۔ عہدہ دار آ کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آ کر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے۔ حالاں کہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

درمختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا واما اتباع الظلمۃ فاخسُّ من الکل۔ تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لیے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے۔ تکبّر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو۔

افسوس! کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے۔

غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الجَفَاءُ کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی ویدعو الی الفلاح فلا یجیبہ۔ ظلم پورا ظلم اور

کفر اور نفاق ہے کہ آدمی موذن کو سنے کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

اور جو بندۂ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا، وہ اس مزاحمت ونفرت سے بچے گا۔ مجاہدۂ نفس وتواضع للہ کا ثواب جلیل پائے گا۔

بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا۔ وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے۔ سب میں افضل واعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف ہے انہیں کون روکے گا؟ اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے؟ اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے؟ یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنا دیں گے کہ اس کا طواف کرے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔ الخ

زید پہلے ٹھاکر تھا اب اپنے والدین وعیال واطفال کو چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے۔ زید کا کل خاندان اس سے برعکس ہے۔ زید مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کون قوم شمار کیا جائے۔ اگر شیخ تو کون شیخ کیوں کہ شیخ بہت قسم کے ہیں۔ الخ ملخصاً۔

الجواب:۔ مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم وقبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اسی قوم وقبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے۔

ہندوانی قوموں میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں۔ ان میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں۔ ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی۔ ولہٰذا انہیں راجپوت کہتے ہیں۔ تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے۔ اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔

خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آملا۔ ہم میں کا ہو گیا۔ اس کا کس قدر اعزاز واکرام اللہ سبحانہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے اس نے تو اسے بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دئے۔

اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور

ــــ ۔ ــــ ۔ نت زی رضویہ سوم۔

سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ اور فرماتا ہے۔ فاخوانکم فی الدین پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیوں کر حقیر سمجھا جائے ؟ الخ۔
(ص ۲۹۴۔ فتاوی رضویہ جلد پنجم

عوام ہندوستان نے چھوت کا مسئلہ کفار ہند سے سیکھا ہے۔ دھوبی ہر قسم کے کپڑے طاہر و نجس سب دھوتے ہیں۔ اس لیے ہندو چھوت مانتے ہیں۔ جاہل مسلمان بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں اور خود ہندوؤں کے مکانوں اور دکانوں سے دودھ دہی پوری کچوری مٹھائی سب کچھ کھاتے ہیں۔ حالاں کہ تمام ہندو سخت گندے رہتے ہیں۔ اور ان کے برتن نہایت گھن کے قابل ہیں۔ مسلمان دھوبیوں سے ظاہر یہی ہے کہ وہ ضرور اپنے کھانے پانی میں طہارت کا خیال رکھتے ہوں گے۔ اور ہندوؤں سے اصلاً اس کی امید نہیں۔ جس قوم کے یہاں گوبر پَوِتر ہو یعنی پاک کرنے والا۔ انہیں طہارت سے کیا علاقہ ؟

البتہ جو دھوبی یا کوئی قوم طہارت کا لحاظ نہ رکھے اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے۔ اور نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ جب تک کسی خاص کھانے کی نجاست تحقیق نہ ہو۔ اسی بناء پر ہنود کے یہاں کھانا پینا سوائے گوشت کے جائز رکھا گیا ہے۔ اگرچہ بچنا بہتر ہے ۔ (ص ۲۴۳۔ فتاوی رضویہ جلد دہم۔

تحیۂ سلطانی : بادشاہ کو بروجہ تحیت سجدہ کرنا یا اس کے سامنے زمین کو بوسہ دینا کفر نہیں۔ مگر یہ شخص گنہگار ہوا۔ اور اگر عبادت کے طور پر سجدہ کیا تو کفر ہے۔ عالم کے پاس آنے والا بھی اگر زمین کو بوسہ دے یہ بھی ناجائز و گناہ ہے۔ کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں۔ (عالمگیری ص ۹۹ بہار شریعت حصہ ۱۶)

سلام : اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کر لیے ہیں۔ ان میں سب سے برا یہ ہے جو بعض لوگ کرتے ہیں۔ بندگی عرض، یہ لفظ ہرگز نہ کہا جائے۔ بعض لوگ آداب عرض کہتے ہیں۔ اگرچہ اس میں اتنی برائی نہیں مگر سنت کے خلاف ہے۔ (ص ۹۳۔ بہار شریعت ۱۶)

اکثر جگہ یہ طریقہ ہے کہ چھوٹا جب بڑے کو سلام کرتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے "جیتے رہو" یہ سلام کا جواب نہیں ہے۔ بلکہ یہ جواب جاہلیت میں کفار دیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے "حیاک اللہ" اسلام نے یہ بتایا کہ جواب میں وعلیکم السلام کہا جائے۔ (ص ۹۳ ایضاً)

اپنے ہاتھ کا بوسہ : بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ (بہار، ص ۹۹ ایضاً۔

تعزیہ داری

تعزیہ بنانا سنت ہے جس کا یہ عقیدہ ہو یا قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے سند پکڑے ایسا شخص علما اہل سنت وجماعت کے نزدیک خارج از اسلام تو نہ سمجھا جائے گا اس پر کفر کا اطلاق جائز ہے یا نہیں اور یہ کیسے شروع ہوا اگر سامنے آجائے تو، بہ نظر تحقیر یا تعظیم دیکھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب: وہ جاہل خطا وار مجرم ہے مگر کافر نہ کہیں گے تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں۔ اس کی جانب دیکھنا ہی نہ چاہیے۔ اس کی ابتدا رسنا جاتا ہے کہ امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب[۱]۔

(حاشیہ)

زمین کا بوسہ: عالم یا کسی بڑے کے سامنے زمین کا بوسہ دینا حرام ہے۔ جس نے ایسا کیا اور جو اس پر راضی ہوا دونوں گنہگار ہوتے۔ (زیلعی؛ (ایضاً)

[۱] عرفان شریعت اول۔ **انتباہ**: تفصیلات کے لیے امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کا اس موضوع سے متعلق یہ رسالہ ملاحظہ فرمائیں۔ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ۔

تعزیہ داری: تعزیہ داری کہ واقعات کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ پاک کی شبیہ کہتے ہیں۔

کہیں تخت بنائے جاتے ہیں کہیں ضریح بنتی ہے اور علم و شدے نکالے جاتے ہیں۔ ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں۔ تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں۔ کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں۔ کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں۔ تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں۔ سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں۔ ہار پھول ناریل چڑھاتے ہیں۔ وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں۔ بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے۔ چھتری لگانے کو بہت برا جانتے ہیں۔ تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں۔ ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بناتے ہیں۔ اور وہاں شربت، مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلواتے ہیں۔ یہ تصور کر کے

عرض۔ تعزیہ داری میں لہو و لعب کچھ کر جائے تو کیسا ہے؟

ارشاد۔ نہیں چاہیے ناجائز کام میں جس طرح جان و مال سے مدد کرے گا یوں ہیں سواد بڑھا کر بھی مددگار ہو گا۔

ناجائز بات کا تماشہ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ بندر نچانا حرام ہے اس کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ درمختار و حاشیہ طحطاوی میں ان مسائل کی تصریح ہے۔ آج کل لوگ ان سے غافل ہیں۔ متقی لوگ جن کو شریعت کی احتیاط ہے ناواقفی سے ریچھ، بندر کا تماشہ یا مرغوں کی پالی دیکھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس سے گنہگار ہوتے ہیں۔

(حاشیہ)

کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔ پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں۔ گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے۔ پھر تیجہ دسواں۔ چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے۔ اور مہندی رچائی جائے گی۔ اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک بنتا ہے جس کی کمر سے گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں۔ گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔

کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اس کے گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں۔ کوئی سقہ بنوایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کر لائے گا۔ کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے گویا یہ حضرت عباس علمبردار ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں۔ یہ سب لغو و خرافات ہیں۔ ان سے ہرگز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں۔

یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے احیائے دین و سنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذاللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا۔

بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجب قسم کا ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لئے ایک جانور ہو گا۔ کہیں

حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی مجمع خیر کا ہو اور وہ نہ جانے پایا اور خبر ملنے پر اس نے افسوس کیا تو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا حاضرین کو۔ اور اگر مجمع شر کا ہو اس نے اپنے نہ جانے پر افسوس کیا تو جو گناہ ان حاضرین پر ہوگا وہ اس پر بھی۔[۱]

"ہر جگہ نئی تراش، نئی گڑھت، جیسے اس اصل (روضۂ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ دشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت۔ اور اس کے گرد سینہ زنی، ماتم داری کی شورافگنی۔ حرام مرثیوں سے نوحہ کنی۔ عقل ونقل سے کنی چھنی۔ کوئی ان کپچیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے۔ کوئی مشغولِ طواف۔ کوئی سجدے میں گرا ہے۔ کوئی اس مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہِ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے اپنی مرادیں مانگتا ہے۔ منتیں مانتا ہے۔ عرضیاں باندھتا۔ حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے۔ باجے۔ تاشے۔ مردوں عورتوں کا راتوں کو میل۔ اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل۔ ان سب پر طرہ ہیں۔

(حاشیہ)

دُلدُل بنتا ہے۔ کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں۔

بعض جگہ آدمی ریچھ۔ بندر۔ لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی۔ ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ افسوس کہ محبتِ اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بے جا حرکتیں۔ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشہ بنا لیا۔

اسی سلسلہ میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوبی ہوتی ہے۔ اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے سینہ سرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینہ سے خون بہنے لگتا ہے۔ تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔ اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔ مرثیے میں غلط واقعات نظم کئے جاتے ہیں۔ اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع فزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چوں کہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں۔ بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے۔ مگر اس رَو میں سُنّی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔ (ص ۲۴۷، ص ۲۴۸ بہار شریعت حصہ شانزدہم)

[۱] ص ۸۴۔ الملفوظ دوم۔

(چند سطروں کے بعد) اب بہار عشرہ کے پھول کھلے۔ تاشے۔ باجے بجے چلے۔ رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم۔ بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم۔ شہوانی میلوں کی پوری رسوم۔ جشن فاسقانہ۔ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچے حضرات شہداء کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں۔

ع اے مومنو اٹھاؤ جنازہ حسین کا۔ گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہونچے۔ وہاں کچھ نوچ اتار۔ باقی توڑ تاڑ۔ دفن کر دئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔

اللہ تعالیٰ صدقہ شہداء کرام کربلا علیہم الرضوان والثناء کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے۔ آمین۔ آمین۔

تعزیہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ (غیر پسندیدہ) کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ان خرافات کے شیوع نے اس اصل مشروع کو بھی اب محذور و محظور کر دیا کہ اس میں اہل بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے۔ وما یؤدی الی محظور، محظور۔[1]

تعزیہ جس طرح رائج ہے یہ ایک بدعت مجمع بدعات ہے۔ نہ وہ روضۂ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم و سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارک میں ہوں گی امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے کیا توہین امام قابل تعظیم ہے۔ کعبہ معظمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرما دیا۔ یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہو گئے یا تصویریں قابل ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت افترائے اخبث ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے۔ تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

طریقہ مذکورہ ضرور فسق و اتباع روافض ہے اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فساد عقیدہ مگر انکار

---

[1] [illegible] ۱۳۲۶ھ [illegible]

ضروریاتِ دین نہیں کہ کافر ہو نہ اس سے حنفیت زائل ہو کہ گناہ مزیلِ حنفیت ہو تو سوا اجلہ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہو سکے یعنی معتزلہ اصولاً بد دین تھے اور فروعاً حنفی جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہو جائے گا۔ یوں ہی کسی سنی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہو جائے گا بلکہ اس میں روافض کا پیرو۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کی بیعت ممنوع و ناقابل ابقا۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی دواعی پر سب کے برابر۔ لاینقص من اوزارہم شئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

ملفوظات حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ میں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں؟

(۱) محرم کی دس تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہوئے جو جلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لے جاتے تھے۔ آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی ساتھ ہو لئے۔ کربلا تک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا۔ کچھ دنوں بعد خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہوئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔

(۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہو لئے۔ اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں۔

الجواب:۔ دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں۔ تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول۔ مجبورانہ حکایات بناتے ہیں۔ اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے۔ کوئی مولانا شاہ عبدالمجید صاحب سے کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے کوئی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے کوئی میرے حضرت جد امجد سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور سب باطل و مصنوع ہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید علم بتاتے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ دہم ص ۱۲۳ تا ص ۱۲۴۔

[2] تا [6] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ حضرت مولانا عبدالمجید بدایونی۔ حضرت مولانا فضل رسول بدایونی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی۔ حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی

اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کر فرمایا مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہوئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔ سبحٰن اللہ جب تعزیے ایسے معظم ومقبول ومحبوب بارگاہ میں کہ خود حضور پر نور امام انام علی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں ان کے ساتھ چلتے ہیں تو ان سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب ومعظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں پھر آگے تتمہ کلام ملاحظہ ہو کہ ان کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔ یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے۔ یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی مگر کیا کیجئے ان کے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہذا مجبوراً شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے۔

ہاں خوب یاد آیا۔ ۳ر جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تو نے تعزیہ داری کو جائز کردیا ہے۔ اس خبر کی کیا حقیقت ہے۔ ایک رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضاً میرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتویٰ طیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل نہیں اس فتویٰ کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط۔

اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار۔ جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو حیائے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1]

مراسم محرم

اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالیتے ہیں اور اس کو نعل صاحب کی سواری کہتے ہیں۔ اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ملخصاً۔

الجواب:۔ سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں۔ اور اہل بدعت وفساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم [2]

---

[1] فتاویٰ رضویہ دہم نصف آخر ص۳۷۔

[2] فتاویٰ رضویہ سوم ص۲۸۱۔

مسئلہ: (۱) بعض سنت جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی (۲) دس دن کپڑے نہیں اتارتے (۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے (۴) ان ایام میں سوائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔ یہ جائز ہیں یا ناجائز؟ ملخصاً۔

الجواب:۔ پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے [1]

مجالسِ روافض

رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا ان کی نیاز کی چیز لینا۔ خصوصاً آٹھویں محرم کو جب کہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے۔ کھانا جائز ہے یا نہیں۔ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ ان کی نیاز

---

[1] ص۵، ص۲ احکام شریعت اول۔ ص۲۷۰ فتاوی رضویہ جلد دہم۔

جزع وفزع میں غلو: اظہارِ غم کے لئے سر کے بال بکھیرتے ہیں کپڑے پھاڑتے ہیں اور سر پر خاک ڈالتے اور بھوسا اڑاتے ہیں۔ یہ بھی ناجائز اور جاہلیت کے کام ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے امور سے پرہیز کریں اور ایسے کام کریں جن سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ (ص۲۴۸، ص۲۴۹ بہار شریعت حصہ شانزدہم)

بطور خیرات کچھ لٹانا: تعزیوں اور علم کے ساتھ بعض لوگ لنگر لٹاتے ہیں یعنی روٹیاں یا بسکٹ یا اور کوئی چیز اونچی جگہ سے پھینکتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے کہ رزق کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے یہ چیزیں کبھی نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور اکثر لوٹنے والوں کے پاؤں کے نیچے بھی آجاتی ہیں اور بہت کچھ کچل کر ضائع ہو جاتی ہیں۔

اگر یہ چیزیں انسانیت کے طریق پر فقراء کو تقسیم کی جائیں تو بے حرمتی بھی نہ ہو اور جن کو دیا جائے انہیں فائدہ بھی پہونچے مگر وہ لوگ اس طرح لٹانے میں اپنی نیک نامی تصور کرتے ہیں۔ (۲۴۹۔ ایضاً)

نیاز نہیں ہوتی۔ اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے قُلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت ہے۔ محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامتِ سوگ ہیں۔ اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کہ شعارِ رافضیانِ لئام ہے[1]۔

حرمتِ مزامیر

مسئلہ:۔ راگ یا مزامیر کرنا یا سننا گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اور اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مزامیر یعنی آلاتِ لہو ولعب بر وجہ لہو و لعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتدا کے کلماتِ عالیہ میں مصرّح ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلۂ عالیہ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنّا وبہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے۔

حضرت سیدی فخر الدین زرّادی قُدِّسَ سِرُّہٗ کہ حضور سیدنا محبوبِ الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلّۂ خلفاء سے ہیں جنہوں نے خاص عہدِ کرامت مہدِ حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم والا، مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تالیف فرمایا۔ اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

سَمِعَ بَعْضُ الْمَغْلُوْبِیْنَ السَّمَاعَ مَعَ الْمَزَامِیْرِ فِیْ غَلَبَاتِ الشَّوْقِ وَ اَمَّا سَمَاعُ مَشَائِخِنَا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ فَبَرِیٌٔ عَنْ ھٰذِہِ التُّھْمَۃِ وَھُوَ مُجَرَّدُ صَوْتِ الْقَوَّالِ مَعَ الْاَشْعَارِ الْمُشْعِرَۃِ مِنْ کَمَالِ صَنْعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیرانِ طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے۔ وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمالِ صنعتِ الٰہی جلّ وعلا سے خبر دیتے ہیں۔ انتھی۔

بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریف "فوائد الفواد" وغیرہا میں

---

[1] ص۵۵ احکام شریعت اول۔

جا بجا حُرمتِ مزامیر کی تصریح فرمائی بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے، بلکہ ایسا افعال میں عذرِ غلبۂ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیانِ باطل کو راہ نہ ملے۔

فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ "مزامیر حرام است"۔ حضور ممدوح کے یہ ارشاداتِ عالیہ ہمارے لئے سند کافی اور ان اہلِ ہوا و ہوس مدعیانِ چشتیت پر حجتِ وافی۔

ہاں جہاد کا طبل، سحری کا نقارہ، حمام کا بوق، اعلانِ نکاح کا بے جلاجل دَف جائز ہیں کہ یہ آلاتِ لہو و لعب نہیں۔

یوں ہی یہ بھی ممکن کہ بعض بندگانِ خدا جو ظلماتِ نفس و کدوراتِ شہوت سے یک لخت بری و منزّہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو گئے کہ لَا یَقُوْلُوْنَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا یَسْمَعُوْنَ اِلَّا اللّٰہُ بَلْ لَا یَعْلَمُوْنَ اِلَّا اللّٰہُ بَلْ لَیْسَ ھُنَاکَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ان میں سے کسی نے بحالتِ غلبۂ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہونچ کر از انجا کہ ان کی حرمت بعینہا نہیں وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی بعد وثوقِ تام و اطمینانِ کامل کہ حالاً و مالاً فتنہ منعدم احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو۔

ولہذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی ردالمحتار میں زیر قول درمختار،

ومن ذالك (ای الملاهی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبيه فلا باس به كما اذا ضرب فی ثلثة اوقات الخ۔

فرمایا —— هذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة بعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادا تنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كى لا يحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالى بامدادهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم۔

اقول بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق و اعمق ہے۔ صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ رب العزۃ

تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔

یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے چلتا ہے۔ انتہیٰ۔

اب کہیے کون کہتا اور کون سنتا ہے، آواز تو شجرۂ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یہی حال سننے کا ہے وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ۔ مگر اللہ اللہ! یہ عباد اللہ کبریتِ احمر و کوہِ یاقوت ہیں۔ اور نادر، احکامِ شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفیدِ جواز یا حکمِ تحریم میں قید نہیں ہو سکتا ــــ کما افاد المولی المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الھمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی آخر الحج من فتح القدیر فی مسئلۃ الجوار۔

نہ یہ مدعیانِ خامکاران کے مثل ہیں نہ یہ بلوغ مرتبۂ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز۔ فانھا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا وعدت۔

نہ رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفا نہ معلوم ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے اور بے ضرورتِ شرعی ذاتِ فاعل سے بحث نہ کیجیے۔ ھذا ھو الانصاف فی امثال ھذا الباب واللہ الھادی الی سبیل الصواب۔

سماعِ مجرد بے مزامیر اس کی چند صورتیں ہیں۔

اول: رنڈیوں ڈومنیوں محلِ فتنہ امردوں کا گانا۔

دوم: جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالتعیین تعریفِ حسن یا کسی

معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احباء کو حیا و عار آئے۔

سوم: بطور لہو و لعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو تینوں صورتیں ممنوع ہیں۔

الاخیرتان ذاتا و الاولی ذریعۃ۔

حقیقۃً ایسا ہی گانا لہو الحدیث ہے۔ اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث کل لعب ابن آدم حرام الا ثلثۃ کافی ہے۔ ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ نہ لہو و لعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سارے عاشقانہ گیت غزلیں ذکر باغ و بہار و خط و خال و رخ و زلف و حسن و عشق و ہجر و وصال و وفائے عشاق و جفائے معشوق وغیرہا امور عشق و تغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق و فجار و اہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے۔

اسی طرف حدیث الغناء ینبت النفاق کما ینبت الماء البقل۔ ناظر۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الملاھی عن ابن مسعود والبیہقی فی شعب الایمان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہئے تو دور نہیں۔ گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے۔ جب دل میں بری خواہشیں بیہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا و رسول سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا ــ وحکم المقدمۃ حکم ماھی المقدمۃ لہ۔

انصافاً ان بندگان خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔

لیس فی القدر المذکور من السماع (الی ان قال) اما سماع السادۃ الصوفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم فمعزل عن ھذا الخلاف بل و مرتفع عن درجۃ الاباحۃ الی رتبۃ المستحب کما صرح بہ غیر واحد من المحققین۔

یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں۔

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے

خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی بر جال کے جواز پر دلیل لائح۔ انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حُدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات رُوَیْدَكَ یَا اَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيْرَ ارشاد ہوا۔ ان کی آواز دلکش و دل نواز تھی عورتیں نرم و نازک شیشیاں ہیں انہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔

غرض مدار کار تحقق و توقع فتنہ ہے۔ جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت، جہاں توقع و اندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت، جہاں نہ یہ نہ وہ، نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔

بحمد اللہ! یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں۔

نَسْأَلُ اللّٰهَ سَوِیَّ الصِّرَاطِ مِنْ دُوْنِ تَفْرِيْطٍ وَّلَا اِفْرَاطٍ۔ واللہ اعلم بالصواب[1]

عرض۔ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پہ مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لئے ہیں۔ ناچ وغیرہ بھی کرا لیتے ہیں۔ حالاں کہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔

حضرت ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے وقت تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین میں سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ تم جاننے والے ہو۔ مواجہ اقدس میں حاضر ہو۔ اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا۔ دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں۔ اور قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ کہ "این بدبختان وقت مارا پریشان کردہ اند"۔ وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔ فرمایا۔ آپ نے دیکھا؟[2]

---

[1] فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۵۴ تا ۵۶ مطبوعہ بیلی بھیت۔

[2] ص ۴۹، ۵۰۔ الملفوظ اول۔

سوال:- بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقے سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے اور یہ حاضرین جلسہ گنہ گار ہوئے یا نہیں اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب:- ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہ گار ہیں۔ اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا۔ اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔

وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ یا اسی کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا۔ یہ ڈھول اور سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیوں کر آتے بجاتے۔ لہذا قوالوں کا گناہ بھی اس بلانے والے پر ہوا۔

كَمَا قَالُوا فِى سَائِلٍ قَوِيٍّ ذِىْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ اِنَّ الْاٰخِذَ وَ الْمُعْطِىَ اٰثِمَانِ لِاَنَّهُمْ لَوْ لَمْ يُعْطُوا لَمَا فَعَلُوا فَكَانَ الْعَطَاءُ هُوَ الْبَاعِثُ لَهُمْ عَلَى الْاِسْتِرْسَالِ فِى التَّكَدِّى وَالسُّوَالِ وَهٰذَا كَالظَّاهِرِ عَلٰى مَنْ عَرَفَ الْقَوَاعِدَ الْكَرِيْمَةَ الشَّرْعِيَّةَ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا۔

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے۔ اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔ رواہ الائمۃ احمد و مسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں از انجملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَیَکُوْنَنَّ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ۔ ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ حدیث صحیح جلیل متصل وقد اخرجہ ایضاً احمد و ابو داؤد وابن ماجہ والاسمٰعیلی و ابونعیم باسانید صحیحۃ لامطعن فیہا صححہ جماعۃ اٰخرون من الائمۃ کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع۔

بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے؟ کاش وہ گناہ کرتے اور گناہ جانتے۔ اقرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔

حالاں کہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام ست۔

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد فرمایا کہ اَمَّا سَمَاعُ مَشَائِخِنَا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ فَبَرِیٌٔ عَنْ ھٰذِہِ التُّھْمَۃِ

وَهُوَ مجرد صَوْتِ القَوّالِ مَعَ الاشعارِ المشْعِرَةِ مِنْ كمالِ صنعةِ الله تعالیٰ ۔ ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بَری ہے ۔ وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

لِلّٰہ انصاف اس امام جلیل خاندان عالیٔ چشت کا یہ ارشاد مقبول ہو گا یا آج کے مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاھرۃ الفساد ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ۔

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پُر نور شیخ العالم فرید الحق والدین سیرالاولیاء میں فرماتے ہیں ۔ حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود ۔ مسمع و مستمع و مسموع و آلۂ سماع ۔ مُسمع یعنی گوینده مرد تمام باشد کودک نہ باشد و عورت نہ باشد و مستمع آنکہ می شنود از یادِ حق خالی نہ باشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نہ باشد و آلۂ سماع مزامیر است چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نہ باشد ایں چنیں سماع حلال است ۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلۂ علیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے ۔

نیز سیرالاولیاء شریف میں ہے ۔

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشان آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند ۔ فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید ۔ ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ اینجا مزامیر است یا نہ ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ۔ ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید ۔

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی کیا مُسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے شراب پئے اور کہہ دے شدتِ استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی ۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی ۔

اسی میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد و دریں باب بسیار غلو کرد تا بجدیکہ گفت اگر امام را سہو افتد مرد بتسبیح اعلام کند و زن سبحان اللہ نہ گوید زیرا کہ نشاید آواز آں شنودن پس پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند کہ آں بلہو می ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولیٰ کہ ازیں بابت نہ باشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع است اھ باختصار۔

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت۔ للہ انصاف کیسا خبط بے ربط ہے۔ اللہ تعالیٰ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین الٰہ الحق آمین بجاہھم عندہ آمین و الحمد للہ رب العٰلمین۔

کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم[1]۔

بعض خانقاہیں جہاں پشتہا پشت سے قوالیاں ہوتی چلی آرہی ہیں ان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام۔ زیادہ غلو اب منتسبانِ سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است۔ حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا۔

اکابر اولیا نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ جب تک میزانِ شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے جو چار شرطیں لازم ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مخالف شرع مطہرہ نہ ہو۔ آدمی خود احتیاط کرے اور ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

---

[1] ص ۲۹ تا ۳۲۔ احکام شریعت حصہ اول۔

[2] ص ۱۹۔ ایضاً دوم۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں بھی ص ۱۹۹ و ص ۲۰۰ پر نیز اس سے پہلے ص ۵۴ ص ۵۵ پر نفیس بے حکم مزامیر موجود ہے "متصوفۂ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں۔ اور کبھی اچھلنے کودنے اور ناچنے لگتے ہیں اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے۔ ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے۔ مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نشہ و بھنگ و چرس

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ افیون، تاڑی، چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پیئے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہونچے یہ بھی گناہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جزء ڈالا جائے جس کا عقل پہ اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

عورتوں کے لئے زیارت قبور

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے لعن اللّٰہ زائرات القبور۔ اللہ کی لعنت

(صفحہ ۲۶۷ کا بقیہ)

جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھ دیا جو ان کے حال و کیف کے موافق ہے تو ان پر کیفیت ورقت طاری ہوگئی اور بے خود ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور اس حال وارفتگی میں ان سے حرکات غیر اختیاریہ صادر ہوئے اس میں کوئی حرج نہیں۔

مشائخ و بزرگان دین کے اور ان متصوفہ کے حال و قال میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہاں مزامیر کے ساتھ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے۔ نااہلوں کا مجمع ہوتا ہے گانے والوں میں اکثر بے شرع ہوتے ہیں۔ تالیاں بجاتے اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے کودتے ناچتے تھرکتے ہیں اور اس کا نام حال رکھتے ہیں۔ ان حرکات کو صوفیائے کرام کے احوال سے کیا نسبت۔ یہاں سب چیزیں اختیاری ہیں وہاں بے اختیاری تھیں۔ (ص ۱۳۱ بہار شریعت حصہ شانزدہم)

[1] احکام شریعت حصہ دوم۔

ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔

مجاور مَردوں کو ہونا چاہیئے۔ عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بدعت ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے۔ نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

عورتوں کے واسطے زیارتِ قبور درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں؟ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق۔ مگر جوانیں ممنوع ہیں۔ جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول۔ قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات۔ تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ۔ یا ترکِ ادب یا ادب میں افراط ناجائز۔ تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ البتہ حاضری و خاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

مسئلہ: بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب و حاجت برآئی کے لئے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف و قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے ہیں اور یہ دلیل دلاتے ہیں کہ اگر وہ لوگ تصرف کر سکتے ہیں تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں۔ عورتیں غیر محرم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے یہ کہنا ان کا اور ان لوگوں کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیسا جواب ہے؟

---

[1] ص۱۶۵ فتاویٰ رضویہ چہارم
[2] ص۱۶۵۔ ایضاً۔

الجواب:۔ عورتوں کو مزارات اولیاء مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل۔ اصحاب مزارات دائرہ تکالیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں۔ بسیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجد میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا؟ حاضرین مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔[1]

عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نادرست؟

الجواب:۔ اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2] عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت جو بحر الرائق و تصحیح المسائل میں ہے۔ اس سلسلے میں ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" ہں اس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے۔ مان کر نظر بحالاتِ نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بہ واجب ہے۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص و مزامیر و سرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدی خوانی یا لحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا۔[3]

عرض: حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے۔ اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے۔ ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں کی حاضری البتہ سنتِ جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اگر

[1] ص ۱۸۔ احکام شریعت دوم۔
[2] ص ۱۶۵۔ فتاوی رضویہ چہارم۔
[3] ص ۱۶۶۔ ایضاً۔

جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لئے معافی مانگے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

خود حدیث میں ارشاد ہوا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ جو میرے مزار کریم کی زیارت کو حاضر ہو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔

ایک تو یہ ادائے واجب دوسرے قبول توبہ تیسرے دولت شفاعت حاصل ہونا چوتھے سرکار کے ساتھ معاذ اللہ جفا سے بچنا۔ یہ عظیم اہم امور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری غلاموں اور سرکاری کنیزوں پر خاک بوسی آستان عرش نشان لازم کردی۔

بخلاف دیگر قبور و مزارات کے کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود اور احتمال مفسدہ موجود۔ اگر عزیزوں کی قبریں ہیں بے صبری کرے گی۔ اولیاء کے مزار ہیں تو محتمل کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے۔ یا جہالت سے تعظیم میں افراط۔ جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے۔ لہٰذا ان کے لئے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے۔

بدریا در منافع بے شمار است   وگر خواہی سلامت برکنار است [۱]

کفایہ شعبی پھر تاتارخانیہ میں ہے۔ امام قاضی سے سوال ہوا کہ کیا عورتوں کا قبرستان کو جانا جائز ہے؟ فرمایا ایسی بات میں جائز ناجائز نہیں پوچھتے یہ پوچھو کہ جائے گی تو اس پر کتنی لعنت ہوگی۔ خبردار! جب وہ جانے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جب گھر سے چلتی ہے سب طرف شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے۔ اور جب پلٹتی ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔

البتہ حاضری و خاک بوسی آستانِ عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے تعدیل ادب سکھائیں گے [۲]

---

[۱] ص۱۰۶ تا ص۱۰۷۔ الملفوظ دوم۔

[۲] ص۲۲ تا ص۶۵ فتاویٰ افریقہ۔

عورتوں کے لئے ممانعت زیارت قبور کی تفصیلات امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ) میں ملاحظہ فرمائیں۔

عورت اور پردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) عورات کو اس مکان میں جہاں محارم و غیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد و عورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا و شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسۂ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسۂ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالاں کہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکورۃ الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین و غیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم و غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے

چادر وغیرہ سے پردہ کئے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آ رہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اسے کچھ حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں۔

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم و غیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں۔ فقط۔ بینوا توجروا عند اللہ الوھاب۔

مقصود مسائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہٖ عزمجدہ شقوق مذکورہ و غیر مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں۔ و باللہ التوفیق۔

اوّل:۔ اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا

تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو۔ مجمع فساق نہ ہو۔ تقریب ممنوع شرعی نہ ہو۔ ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنا فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو۔ چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں۔ سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو۔ نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو۔ رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دوم:۔ اجانب کے یہاں کے مردوزن سب اس کے نامحرم ہوں۔ شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے۔ اگر اذن دے گا خود بھی گنہ گار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ذیل کے اور ان میں بھی حتی الوسع تستر و تحرز اور فتنہ و مظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم:۔ کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک۔ مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا جائز۔

چہارم:۔ محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی نہ بہنوئی یا پھوپا یا خالو کہ بہن پھوپی خالہ کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنان جوان خصوصاً حسینوں کو بلاضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامۂ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زیادہ لیس الخبر کالمعاینۃ۔ تو ان میں مواقع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح و تقویٰ پر اعتماد ہمت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سوگنی۔ ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان وتدبر شیطان والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن۔ اللھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاٰخرۃ لی وللمؤمنین وللمؤمنات جمیعا اٰمین۔

پنجم:۔ محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے

کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگرماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں

ششم:۔ رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہ لئے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثنا ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات و بطالات و خطیات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر۔ تماشے۔ باجے۔ تاشے۔ ندیوں کے پنگھٹ ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے جھمیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی کربلائیں علم تعزیوں کے کاوے۔ تخت جریدوں کے دھاوے۔ حسین آباد کے جلوے۔ عباسی درگاہ کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا رویدك انجشة رفقا بالقواریر اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ھفتم:۔ یہ اور وہ یعنی مکان غیر و غیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں۔ قابلہ۔ غاسلہ۔ نازلہ۔ مریضہ۔ مضطرہ۔ حاجہ۔ مجاہدہ۔ مسافرہ۔ کاسبہ۔

قابلہ۔ یہ کہ کسی عورت کو درد زہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ۔ جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذن شوہر ضرور جب کہ مہر معجل ہو یا تھا تو پاچکی۔

نازلہ۔ جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ۔ کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ۔ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے۔ غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لیے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و امان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو مثل نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجّہ۔ ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تتمۂ حج بلکہ متممۂ حج ہے۔

مجاھدہ۔ جب عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذنِ مولے ہر پسر بے اذنِ والدین ہر پردہ نشین بے اذنِ شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد و سلاح و زاد ہو۔

مسافرہ۔ جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرائے وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ۔ عورت بے شوہر ہے یا شوہر ہے جو ہر کہ خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعۂ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکر کرے جیسے سینا پینا ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مردِ متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیر زال بدشکل کریہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ۔ ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں۔ شاہدہ۔ طالبہ۔ مطلوبہ۔

شاھدہ۔ وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان و سماع طلاق و عتق وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام و نکاح و معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ۔ جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ۔ جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جواب دہی میں جانا ضرور۔ یہ صورتیں بھی

علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ بیان کافی و صافی۔ بحمد اللہ تعالیٰ تمام صور کو حاوی و وافی بعونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

جواب (۱) وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صور کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔

جواب (۲) اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب (۳) زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت، تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورہ اصل اول جائز۔ مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل و خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و اشباہ و غمز العیون و طریقہ محمدیہ و در مختار و ابو السعود و شرنبلالیہ و ہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی و علامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فلتنظر نفس ماذا ترى اور اگر شادیاں ان فواحش و منکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جب کہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب (۴) نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب (۵) وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع و ممنوع مل کر ناممنوع نہ ہوں گے۔

جواب (۶) اگر وہ مکان ان زنان محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گزرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب (۷) اللھم انی اعوذ بک من الفتن والآفات وعوار العورات۔

یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے۔ علماء کرام نے

مواضع استثنار ذکر کرکے فرمایا الا فیما عدا ذالک وان اذن کا نا عاصیین۔ نہ ان کے ماورا میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھران مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی۔ نیز علماء نے قابلہ وغاسلہ کا استثنار کیا اور پھر ظاہر کر وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثنار سے مخصوص نہ ہوتا استثنار میں مادر و خالہ وخواہر وعمہ وقابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنے نہ تھے۔

احادیث ثلٰثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثین اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گرنے لوہا تپایا جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلا دی۔ رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر۔

عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل ودین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں وھذا لم یکمن منھن الاقلیل۔ لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات وخلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا محلے بالطبع ہوکر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی۔ سلمیٰ پارسا ہے ہاں پارسا ہے فبارک اللہ مگر جان برادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں۔ کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیمتوں سے جدا خود سر وآزاد ایک مکان میں جمع اور قیمتوں کے تنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔ فانما خلقت من ضلع اعوج۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی۔ آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جیسے تشقیق زن کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے

ع معذور دارمت کہ تو اور اندیدہ

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں کہ لا ینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر جسے ان نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرما دیں غرض احادیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نسار میں خیر واصلاح نہیں

آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب (۸ و ۹) ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط ملک و لحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب (۱۰) ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جب کہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشۂ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجالایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو مرد، سوت کی شرکت بھی ضرر رساں اور جہاں ساس نندد یورانی جیٹھانی سے ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زناں والتفصیل فی رد المحتار۔

جواب (۱۱) یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی بیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علما نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرمادیا۔

جواب (۱۲) اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہیں منہیات کو چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور اگر نہ یہ نہ وہ تو محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جب کہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ شہنائی کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لئے حدیث انجشہ ابھی گزری اور اصلاح پر اعتماد نری غلطی۔ تمت

؎ حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے ؎ بسا کین آفت از آواز خیزد

جواب (۱۳) جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا چڑھاتے جایئے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک تو ڑا دوسرے کی نگہداشت کرے

جواب (۱۴) گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا و اِلّا فلا۔

جواب (۱۵) الرجال قوامون علی النساء۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے۔ یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہ گار ہوگی۔ ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشہور کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جاتی غلط اور باطل مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق یا تن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جب کہ مثیر فتنہ نہ ہو۔ والفتنۃ اکبر من القتل۔ مگر تجسس واتباع عورات و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب (۱۶) عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذور شرعی نہیں اگر مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظا اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناعاقل وبیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہال مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت و منقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پُر ملال فاناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچہریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زماں تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب

یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مروجہ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لغط شرعاً ممنوع و غلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں۔

اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نا منکر مل کر منکر۔

اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہفتم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سُنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام اطمینانی کافی و وافی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے۔

وجیز کردری میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی۔

اور انصاف کیجئے تو عورت کا ستر کامل و حفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا پھر اسے علماء نے بلحاظ زمان مطلقاً منع فرما دیا تا آنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں مصلے سے الگ بیٹھی خیر و دعا مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے۔ شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتہ اس کا سد باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے۔

غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لاتسکنوھن الغرف۔ عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترتے ہیں۔

شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص یپلے دسلطے پر بدگمانی کردیا خاص زید و عمرو کے مکان ۔۔۔

مثلاً فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نابایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن سہ

نگہ دارد آں شوخ در کیسہ در ۔ کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

صالح وطالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین وصالحات معصوم نہیں اور علم باطن وادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامۂ خاص خصوصاً نسا میں بڑا ہنسر جو ڈینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبّا کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلا دیا جائے ۔

ع وہ سرا ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مایہ باس کے اندیشے سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے۔ زید کے بارہا ایسے مجامع ہوتے تھے کبھی فتنہ نہ ہوا۔ جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیئے۔ ما کل مرۃ تسلم الجرۃ۔ ع

ہر بار سبو زچاہ سالم نرسد

اکل وشرب وغیرہا کی صدہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں۔ طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔

خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی۔ اجنبیوں سے علماء کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لیے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیا کی وہ بدلحاظی کہ لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو و شکم وساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا لباس ملل کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ وہ رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہٖ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع دواعی

وسدباب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے۔ شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلاً مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا۔

فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہرحال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل۔ لہٰذا فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔[1]

اندھوں سے پردہ

نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضیٰ احتیاط کیا ہے؟

الجواب:۔ اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے ہے۔ اور اس کا گھر میں جانا، عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

غیر محرم سے پردہ

"جو وضع لباس وطریقہ پوشش اب عورات میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو۔ یوں تو سوا خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے۔

اور اگر بفرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان امور کی پوری احتیاط ہمیشہ رکھے۔ کپڑے موٹے سر سے پاؤں تک پہنے رہے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں تلوؤں کے سوا جسم کا کوئی بال کبھی ظاہر نہ ہو تو اس صورت میں بھی جب کہ شوہر ان لوگوں (غیر محرم) کے سامنے آنے سے منع کرتا اور ناراض ہوتا ہے تو اب یوں سامنے آنا بھی حرام ہو گیا۔ عورت اگر نہ مانے گی اللہ قہار کے غضب میں گرفتار ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے

---

[1] احکام شریعت حصہ سوم۔ [2] ص۱۰ احکام شریعت حصہ سوم۔

شوہر کو ناگواری ہو۔ جب تک پلٹ کر آئے آسمان میں ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے۔ اور جن و آدمی کے سوا جس چیز پر سے گزرے سب اس پر لعنت بھیجیں[۱]

پیر سے پردہ

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں ؟

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بے حجاب کے حلقہ کراتے ہیں۔ اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں۔ توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے۔ ایسی بیعت ہونا کیسا ہے ؟

الجواب (۱) پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو۔

(۲) یہ صورت محض خلاف شرع و حیا ہے۔ ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[۲]

پیر سے پردہ ہے یا نہیں ؟

ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں۔ توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور دور سنائی دیتی ہے۔ ان سے بیعت ہونا کیسا ہے ؟

الجواب:۔ پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[۳]

اوہامِ باطلہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ، شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ ہار لٹکاتے ہیں۔ لوبان سلگاتے ہیں۔ مرادیں مانگتے ہیں اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ

---

[۱] ص۱۹۶ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

[۲] ص۴۰ ۔ احکام شریعت حصہ دوم۔

[۳] ص... فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

واقع ہے۔ کیا شہید مرد ان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر ؟

الجواب:۔ یہ سب واہیات، خرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم۔ الخ۔[1]

عرض ۔ کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے ؟

ارشاد۔ نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔ یہ غلط مشہور ہے۔[2]

ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہو جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ جس کی قضا آئی ہو۔ دوسرے آدمی کی روح قبض کر لیتے ہیں فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کر لی گئی اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہو گیا اور اس نام کا اس محلہ کے قریب ایک شخص تھا وہ مر گیا۔ جو شخص اول مر گیا تھا جب اس سے حال دریافت کیا تو اس نے بہت کچھ قصہ بیان کیا اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں ؟

الجواب:۔ یہ محض غلط ہے اللہ کے فرشتے اس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ قال اللہ تعالیٰ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۔ فرشتے وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم ہوتا ہے۔[3]

بے اصل روایات

مسئلہ:۔ ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میری مجال نہیں کہ پردہ اٹھا سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے پردہ اٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پُر نور جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پہ باندھے ہیں۔ اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایۃ کرنا۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔ اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے ؟

---

[1] ص۱۳ ، ص۱۳ ۔ احکام شریعت اول ۔
[2] ص۳۶ ۔ الملفوظ اول ۔
[3] ص۱۳۳ فتاویٰ رضویہ چہارم ۔

الجواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب و افترا ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب[1]

اکثر لوگ ۳-۱۳-۲۳ یا ۸-۱۸-۲۸ وغیرہ تواریخ اور پنجشنبہ و یکشنبہ و چہارشنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے۔ اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا۔ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب: یہ سب باطل و بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

بدمذہب کہتا ہے کہ نور حضرت کا غیر مخلوق ہے۔

الجواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور یقیناً مخلوقِ الٰہی ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک۔ اے جابر! بے شک تمام جہان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکر قرآن عظیم ہے[3]

عرض: یہ صحیح ہے کہ شب معراج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش بریں پر پہونچے، نعلین پاک اتارنا چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادیٔ ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی۔ اے حبیب! تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت دعوت زیادہ ہوگی۔

ارشاد: یہ روایت محض باطل و موضوع ہے[4]

عرض: شب معراج جب براق حاضر کیا گیا۔ حضور آبدیدہ ہوئے۔ حضرت جبرئیل نے سبب پوچھا فرمایا آج میں براق پر جارہا ہوں۔ کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پا پل صراط کی راہ طے کرے گی۔ یہ تقاضائے محبت و شفقت امت کے موافق نہیں۔ ارشاد باری ہوا یوں ہیں ایک ایک براق بروز حشر تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں گے۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد: بالکل بے اصل ہے ایسی ہی اور بھی بہت سی روایات بالکل بے اصل و بیہودہ ہیں

---

[1] ص ۲۱، ص ۲۲ عرفان شریعت اول۔
[2] ص ۱۶۰ فتاوی رضویہ جلد دہم۔
[3] ص ۱۴۰ فتاوی رضویہ جلد دہم۔
[4] ص ۹۳۔ الملفوظ دوم۔

کیا کہا جائے [۱]

مسئلہ :۔ مولیٰ علی نے لاں کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے۔ آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں ؟

الجواب :۔ یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم [۲]

مسئلہ :۔ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے۔ یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے ؟

الجواب :۔ سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا۔ اس میں جہاں صدہا کار ناشائستہ اور اطوار ناباستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جاتا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسول سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کی یوں ہی ہزارہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دئے اور انہیں معاذ اللہ عیار و دزد طرار کے لقب دے کر بحیلۂ داستان جاہل بے چارے تبرائی بنائے۔ یہ اس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا اور رسول پر سخت جرأت تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے [۳]

سوال :۔ اب ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور تصنیف مولوی معنوی میاں عبد اللہ متوطن ملتان صفحہ ۲۔

نقل است کہ روزے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در مسجد مدینہ منورہ نشستہ بودند وبا تمامی اصحابانِ صغار وکبار وعظ وحدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبرئیل علیہ السلام در خدمت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در آمد۔

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از سبب بیان حدیث و وعظ بطرف وحی جبرئیل علیہ السلام متوجہ

---

[۱] ص۹۲ ۔ الملفوظ دوم ۔
[۲] ص۲ ۔ احکام شریعت دوم ۔
[۳] ص۶ ۔ احکام شریعت سوم ۔

نشدند و حامل وحی علیہ السلام دردل خود وسوسہ و کدورت بسیار در خاطر کردند۔ گفت عجب است کہ کلامِ ربانی از جانب باری تعالیٰ بہ آنحضرت میرسانم الحال بمن التفات نکردند ہموں وقت حضرت را از روئے کشف باطنی معلوم و مفہوم شد کہ بہ خاطر جبرئیل علیہ السلام کدورت گزشت پس جبرئیل علیہ السلام را نزد خود طلبیدہ پرسید کہ اے اخی جبرئیل کلام ربانی از کدام مقام بگوش میرسد گفت یا رسول اللہ بالائے عرش یک قبہ نور است بمثل حجرہ دراں جا یک سوراخ است از انجا بگوش من آواز می رسد حضرت رسول علیہ السلام فرمود باز نزد آں قبہ پرواز اں جا خبر گرفتہ زود بمن برساں۔ لیکن اندرونِ قبہ نزدی چوں مہتر جبرئیل علیہ السلام بموجب فرمودۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز رفت و اندرونِ قبہ درآمد چہ بیند کہ اندرونِ قبہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است و حضرت خود نشستہ اند والحال مہتر جبرئیل علیہ السلام باز بہ چلدی پرواز فرمود و بر زمین ورود بنمود چہ بیند کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہموں مکان با صحابان در حدیث و وعظ مشغول اند۔ جبرئیل علیہ السلام از معائنہ ایں حال متعجب بماند و حیران گشت و شرمناک شدہ کہ اے خدایا از من خطا شدہ مارا معاف فرمائید۔

اب عرض یہ ہے کہ یہ نقل اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ؛ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ عز جلالہ وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ اس کے ظاہر سے جو عوام جہال کے خیال میں آئے وہ تو صاف صاف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے۔ اس کے کفر صریح ہونے میں شک کیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالات عالیہ دیکھ کر حد سے گزری۔ اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی۔ ہمارے حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات اعلیٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں جس کے کمال ہیں سب حضور ہی کے کمال کے پرتو و ظلال ہیں ــــ من رانی فقد رأی الحق۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو ھذا ربی ھذا اکبر نہ بول اٹھتا؟

لہذا حضور اقدس بالمؤمنین رؤف رحیم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمادی۔ کلمۂ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔

بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعتبار حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں مگر یہ واقعہ غلط و باطل ہے۔ بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔ ملخصاً[۱]

ایک سائل نے متعدد سوالات کے ساتھ ایک سوال اس طرح کا کیا۔

ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے۔ عرض کیا۔ حضور دستار مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے یہاں حاضر ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پر دہ پڑا ہوا ہے۔ جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستار مبارک زیب سر فرمانا شروع کی جبرئیل علیہ السلام نے مقام مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیب سر فرما رہے ہیں۔ پھر زمین پر آکر اسی طرح پٹکا زیب سر فرماتے ہوئے دیکھا۔ اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے۔

حیران ہو کر عرض کیا حضور مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے جب یہاں بھی آپ اور وہاں بھی آپ۔

اس کے جواب میں حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افتراء اور اختراع ہے۔ قاتل اللہ واضعہا اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے۔ ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا حرام ہے۔ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم[۲]

لولی، ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت پیران پیر

---

[۱] ص؀؁۔: ص۲۵ فتاویٰ افریقہ۔

[۲] ص۳۲۹ فتاویٰ رضویہ جلد ششم۔

رحمۃ اللہ علیہ نے عرش معلیٰ پر اپنے اوپر سوار کر کے پہونچایا۔ یا کاندھا دے کر اوپر جانے کی معاونت کی یعنی یہ کام اوپر جانے کا براق اور جبرئیل علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انجام کو نہ پہنچا۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی۔

دوسری: یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میرے بعد نبی ہوتا تو پیران پیر ہوتے۔

تیسری: یہ کہ زنبیل ارواح کی عزرائیل علیہ السلام سے حضرت پیران پیر نے چھین لی تھی۔

چوتھی: یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو دودھ پلایا ہے۔

پانچویں: اکثر عوام کے عقیدہ میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان اقوال کا کیا حال ہے مفصل بیان فرما کر اجر عظیم اور ثواب کریم پاویں اور رفع نزاع بین الفریقین فرمادیں۔

الجواب: اللھم لک الحمد فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کلمات چند مجمل و سودمند گزارش کرے کہ اگرچہ فریقین میں کسی کو پسند نہ آئیں مگر بعونہٖ تعالیٰ حق و انصاف ان سے متجاوز نہیں۔ و الحق احق ان یتبع و اللہ الھادی الی صراط مستقیم۔

یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح و جائز الاطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ علیہ رفیعہ حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلو مرتبۂ نبوت ہے خود حضور معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو قدم میرے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا۔ سوا اقدام نبوت کے کہ ان میں غیر نبی کا حصہ نہیں۔

از نبی برداشتن گام از تو بنہادن قدم　　　غیر اقدام النبوۃ سد مشیاھا الختام

اور جواز اطلاق یوں کہ خود حدیث میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وارد لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ رواہ احمد و الترمذی و الحاکم عن عقبۃ بن عامر و الطبرانی عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوسری حدیث میں حضرت ابراہیم صاحبزادۂ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لئے وارد لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ اگر جیتے تو صدیق و پیغمبر ہوتے۔ رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ و عن عبد اللہ بن عباس و عن ابی اوفیٰ والبارودی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علما نے امام ابو محمد جوینی قدس سرہ کی نسبت کہا ہے کہ اگر اب کوئی نبی ہو سکتا تو وہ ہوتے۔ امام ابن حجر مکی اپنے فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔ قَالَ فِیْ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ نَقْلًا عن الشَّيْخِ الإمام المجمع علی جَلَالَتِهٖ وَ صَلَاحِهٖ وَ إِمَامَتِهٖ أَبِیْ مُحَمَّدِ الْجُوَيْنِیْ قِيْلَ فِیْ تَرْجَمَتِهٖ لَوْجَازَ اَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ نَبِيًّا لَكَانَ اَبَا محمد الجوینی۔

مگر ہر حدیث حق ہے اور ہر حق حدیث نہیں حدیث ماننے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لئے ثبوت چاہیئے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت ام المومنین محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وسلم کا روح اقدس سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلانا بعض مداحین حضور سے واقعۂ خواب بیان کرتے ہیں۔ کما رأیت فی بعض کتبھم التصریح بذالک۔ اس تقدیر پر تو اصلاً وجہ استبعاد نہیں اور اب جو کچھ اس پر ایراد کیا گیا سب بے جا و بے محل ہے اور اگر بیداری ہی میں مانا جاتا تاہم بلاشبہ عقلاً ممکن اور شرعاً جائز اور اس میں کوئی بھی استحالہ درکنار استبعاد بھی نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ نہ ظاہر میں حضرت ام المومنین کے پاس شیرہ ہونا کچھ اس کے منافی کہ امور خارقہ للعادت اسباب ظاہریہ پر موقوف نہیں، نہ روح عامۂ متکلمین کے نزدیک مجردات سے ہے۔ اور فی نفسہ مادیہ نہ سہی تاہم مادہ سے اس کا تعلق بدیہی۔ نہ جسم شہادت میں منحصر جسم مثالی بھی کوئی چیز ہے کہ ہزاروں احادیث برزخ وغیرہ اس پر گواہ کیف ما کان۔ شک نہیں کہ روح مفارق کی طرف نصوص متواترہ میں نزول وصعود و وضع و تمکن وغیرہا اعراض جسم و جسمانیات قطعاً منسوب اور وہ نسبتیں اہل حق کے نزدیک ظاہر پر محمول۔

یا لیت شعری جب ارواح شہداء کا میوہ ہائے جنت کھانا ثابت۔ الترمذی عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِیْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعْلُقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ۔

بلکہ دوسری روایت میں ارواح عام مومنین کے لئے یہی ارشاد۔ للامام احمد عن الامام الشافعی عن الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نسمۃ المومن طائر یُعَلَّقُ فِیْ شَجَرِ الجَنَّۃِ حتیٰ یَرْجِعَہُ اللّٰہُ اِلیٰ جَسَدِہٖ یَوْمَ یَبْعَثُہٗ۔

تو دودھ پینے میں کیا استحالہ ہے حال روح بعد فراق وبیش از تعلق میں فارق کیا ہے۔ آخر حضرت ابراہیم علیٰ ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں دو دایہ ان کی مدتِ رضاعت پوری کرتی ہیں۔ احمد ومسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِیْ وَاِنَّہٗ مَاتَ فِی الثَّدْیِ وَاِنَّ لَہٗ ظِئْرَیْنِ یُکْمِلَانِ رِضَاعَہٗ فِی الْجَنَّۃِ۔

بایں ہمہ یہ باتیں نافیٔ استحالہ ہیں نہ مثبتِ وقوع، قول بالوقوع تا وقتیکہ نقل ثابت نہ ہو جزاف وبے اصل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زنبیلِ ارواح چھین لینا خرافاتِ مخترعہ جہال سے ہے سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رسل ملائکہ سے ہیں اور رسل ملائکہ اولیاء بشر سے بالاجماع افضل، مسلمان کو ایسے اباطیل واہیہ سے احتراز لازم۔ واللہ الہادی۔

تنبیہ۔ مبناتے انکار یہ طرز ادا ہے ورنہ ممکن کہ سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ روحیں بامرِ الٰہی قبض فرمائی ہوں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے باذنِ الٰہی پھر اپنے اجسام کی طرف پلٹ آئی ہوں۔ احیاء مردہ حضور پُر نور و دیگر محبوبانِ خدا سے ایسا ثابت کہ جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔ یوں ہی ممکن کہ حضرت ملک الموت نے بنظر صحائف محو و اثبات قبض بعض ارواح شروع کیا۔ اور علم الٰہی میں قضائے ابرم نہ پایا تھا۔ بہ برکت دعائے محبوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبض سے باز رکھے گئے ہوں۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب لواقح الانوار میں حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہ میں لکھتے ہیں لَمَّا ضَعُفَ وَلَدُہٗ احمد وَاَشْرَفَ عَلَی الْمَوْتِ وَحَضَرَ عِزْرَائِیْلُ لِیَقْبِضَ رُوْحَہٗ قَالَ لَہُ الشَّیْخُ اِرْجِعْ اِلیٰ رَبِّکَ فَرَاجِعْہُ فَاِنَّ الْاَمْرَ نُسِخَ فَرَجَعَ عِزْرَائِیْلُ وَشُفِیَ اَحْمَدُ مِنْ تِلْکَ الضَّعْفَۃِ وَعَاشَ بَعْدَھَا ثَلٰثِیْنَ عَامًا۔ یعنی جب ان کے صاحبزادے احمد ناتواں ہو کر قریب مرگ ہوئے اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی روح قبض کرنے آئے حضرت شیخ نے ان سے گزارش کی کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے اس سے پوچھ لیجئے کہ حکم موت منسوخ ہو چکا ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پلٹ گئے۔ صاحب زادہ نے

شفا پائی اور اس کے بعد تیس برس زندہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یوں ہی جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جناب افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل یا ان کے ہمسر ہیں گمراہ بدمذہب ہے۔

سبحان اللہ۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام الاولیاء مرجع العرفاء امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی اکرم و افضل و اتم و اکمل ہیں۔ جو اس کا خلاف کرے اسے بدعتی، شیعی، رافضی مانتے ہیں نہ کہ حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفضیل دینی۔ معاذ اللہ انکار آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ و خرق اجماع امت مرحومہ ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مسکین اپنے زعم میں سمجھا کہ میں نے حق محبت حضور پرنور سلطان غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادا کیا کہ حضور کو ملک مقرب پر غالب یا افضل الصحابہ سے افضل بتایا حالاں کہ ان بے ہودہ کلمات سے پہلے بیزار ہونے والے حضور سیدنا غوث اعظم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وباللہ التوفیق۔

رہا شب معراج میں روح پرفتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حاضر ہو کر پائے اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا اور وقت رکوب براق یا صعود عرش زینہ بننا۔ شرعاً وعقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بہ نظر ارواح۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیاء کو عرش بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیاء کا منکر، بلکہ باوضو سونے والے کے لئے حدیث میں وارد کہ اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے۔ ایسا ہی سجدہ میں سو جانے والے کے حق میں آیا نہ اس قصہ میں معاذ اللہ کوئی بوئے تفضیل یا ہمسری حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نکلتی ہے نہ اس کی عبارت یا اشارت سے کوئی ذہن سلیم اس طرف جا سکتا ہے۔ کیا عجب سواری براق سے بھی یہی معنی تراشے جائیں کہ یہ اوپر جانے کا کام حضرت جبرئیل علیہ السلام اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے انجام کو نہ پہنچا براق نے یہ مہم سرانجام کو پہنچائی تو در پردہ اس میں براق کو تفضیل دینا لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفس نفیس نہ پہنچ سکے اور براق پہنچ گیا اس کے ذریعہ حضور کی رسائی ہوئی۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہا خدمت کے افعال جو بہ نظر تعظیم و اجلال سلاطین بجا لاتے جاتے ہیں کیا ان کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بادشاہ ان امور میں عاجز اور ہمارا محتاج ہے۔ علاوہ بریں کسی بلندی پر جانے کے لئے زینہ بننے سے

یہ کیوں کہ مفہوم کہ زینہ بننے والا خود بے زینہ وصول پر قادر۔ نردبان ہی کو دیکھئے کہ زینۂ صعود ہے اور خود اصلاً صعود پر قادر نہیں۔

فرض کیجئے اگر ہنگام بت شکنی حضرت امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی عرض قبول فرمائی جاتی اور حضور پر نور افضل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ واکمل تسلیمات علیہ وعلیٰ آلہ ان کے دوش مبارک پر قدم اکرم رکھ کر بت گراتے تو کیا اس کا یہ مفاد ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو معاذاللہ اس کام میں عاجز اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ قادر رہتے۔ غرض ایسے معنی محال ہرگز عبارت قصہ سے مستفاد نہ اس کے قائلین بے چاروں کو مراد۔ واللہ الہادی الیٰ سبیل الرشاد۔

یہ بیان تو ابطال استحالہ و اثبات صحت یعنی امکان کے متعلق تھا۔ رہا اس بیان روایت کی نسبت بقیہ کلام وہ فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ کے مجلد دوم العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کتاب مسائل شتیٰ میں مذکور، کہ یہ سوال پہلے بھی اوجین سے آیا اور اس کا جواب قدرے مفصل دیا گیا تھا۔ خلاصہ مقصد اس کا مع بعض زیادات جدیدہ و نفیسہ یہ کہ اس کے اصل کلمات بعض مشائخ میں مسطور اور اس میں عقلی و شرعی کوئی استحالہ نہیں بلکہ احادیث و احوال اولیاء و علماء میں متعدد بندگان خدا کے لئے ایسا حضور روحانی وارد۔

مسلم اپنی صحیح اور ابوداؤد طیالسی مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالُوْا هٰذَا بِلَالٌ۔ ثُمَّ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالُوْا هٰذِهِ الْغُمَيْصَاءُ بِنْتُ مِلْحَانَ۔ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک پہچل سنی میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ یہ بلال ہیں۔ پھر تشریف لے گیا پہچل سنی۔ پوچھا۔ کہا گیا غمیصا بنت ملحان یعنی ام سلیم مادر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کا انتقال خلافت امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا۔ کما ذکرہ الحافظ فی التقریب۔

امام احمد و ابویعلیٰ بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس اور طبرانی کبیر اور ابن عدی کامل میں بسند حسن ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَسَمِعْتُ فِيْ جَانِبِهَا ـــــ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا

بِلَالُ الْمُؤَذِّنُ۔ میں شب معراج جنت میں تشریف لے گیا اس کے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی۔ پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے عرض کی یہ بلال مؤذن ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام احمد و مسلم و نسائی انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً بَيْنَ يَدَيَّ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ الْخَشْفَةُ فَقِيْلَ الْغُمَيْصَاءُ بِنْتُ مِلْحَانَ۔ میں بہشت میں رونق افروز ہوا اپنے آگے ایک کھٹکا سنا پوچھا یہ کیا ہے عرض کی گئی غمیصا بنت ملحان۔

امام احمد و نسائی و حاکم باسانید صحیحہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ۔ میں بہشت میں جلوہ فرما ہوا وہاں قرآن پڑھنے کی آواز آئی۔ پوچھا یہ کون ہے فرشتوں نے عرض کی حارثہ بن النعمان نیکی ایسی ہی ہوتی ہے۔ یہ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں راہی جناں ہوئے۔

قال ابن سعد فی الطبقات ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ ابن سعد طبقات میں ابو بکر عدوی سے مرسلاً راوی حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ نَخْمَةً مِنْ نُعَيْمٍ۔ میں جنت میں تشریف فرما ہوا تو نعیم کی کھکار سنی۔ یہ نعیم بن عبداللہ عدوی معروف بہ نحام (کہ اسی حدیث کی وجہ سے ان کا یہ عرف قرار پایا) خلافت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ کما ذکرہ موسی بن عقبۃ فی المغازی عن الزہری وکذا قالہ ابن اسحاق ومصعب الزبیری و آخرون کما فی الاصابۃ۔

سبحان اللہ جب احادیث صحیحہ سے احیائے عالم شہادت کا حضور ثابت تو عالم ارواح سے بعض ارواح قدسیہ کا حضور کیا دور۔

امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ابو المخارق سے مرسلاً راوی حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ بِرَجُلٍ مُغَيَّبٍ فِيْ نُوْرِ الْعَرْشِ قلت من هذا ملك قيل لا قلت من هو قال هذا رجل كان فى الدنيا لسانه رطبٌ من ذكر الله تعالى وقلبه مُعَلَّقٌ بالمساجد ولم يَسْتَسِبَّ بِوَالِدَيْهِ قَطُّ۔

یعنی شب اسرا میرا گزر ایک مرد پر ہوا کہ عرش کے نور میں غائب تھا میں نے فرمایا یہ کون ہے کوئی فرشتہ ہے۔عرض کی گئی نہ۔ میں نے فرمایا نبی ہے عرض کی گئی نہ۔ میں نے فرمایا کون ہے۔عرض کرنے والے نے عرض کی یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یاد الٰہی سے تر تھی اور دل مسجدوں میں لگا ہوا اور اس نے کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر کبھی اپنے ماں باپ کو برا نہ کہلوایا۔۔۔۔۔الخ۔[1]

یہ جو بعض جہلاء عرض ڈورے کیا کرتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتون جنت ہر کسی کے گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی تھیں اور ایک ایک ڈورا اون کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتی تھیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا۔ اس کی کچھ سند ہے یا واہیات ہے؟

الجواب:۔ یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتون جنت کی طرف اس کی نسبت محض جھوٹ نرا افتراء ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

داستان امیر حمزہ

داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب:۔ سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے فیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کار ناشائستہ و اطوار ناباستہ مثلاً مہرنگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کئے یونہی ہزارہا شہدپن اور مسخرگی کے بے ہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زود وطرار کے لقب دے کر چیلہ داستان جاہل بیچارے تبرائی بنائے۔ یہ اس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرأت تھی۔ مسلمانوں کو ان شیطانی

---

[1] صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۲۶ عرفان شریعت سوم۔

[2] صفحہ ۱۰۵ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت)

اجرت پر قرآن خوانی

"ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اس پر اجرت لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک قرآن مجید پڑھ کر چالیس درہم سے کم اجرت لینا اور پڑھوانے کے لئے چالیس درہم سے کم اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟"

الجواب:۔ ثواب رسانی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ چالیس درہم اجرت محض بے اصل ہے۔[1]

آیات کریمہ کو معکوس پڑھنا

عرض: بعض وظائف میں آیات اور سورتوں کو معکوس کر کے پڑھنا لکھا ہے۔

ارشاد: حرام اور اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے۔ یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا اس کی نسبت تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کے قلب کو الٹ دے۔ نہ کہ آیات کو بالکل معکوس کر کے مہمل بنا دینا۔[2]

عرض: پھر صوفیائے کرام کے وظائف میں یہ اعمال داخل کیوں کر ہوئے؟

ارشاد: احادیث جن کے منقول عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ان میں کس قدر موضوعات ہیں۔

(پھر فرمایا) صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ صوفی بے علم مسخرۂ شیطان است۔ وہ جانتا ہی نہیں۔ شیطان اپنی باگ ڈور پر لگا لیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ۔ بغیر فقہ کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ الخ۔ ملخصاً[3]

---

[1] ص۲۱۸۔ فتاویٰ رضویہ چہارم۔
[2] ص۲۱۔ ص۲۲۔ الملفوظ سوم۔
[3] ص۲۲۔ ایضاً۔

اُردو میں نماز

غیر عربی داں طبقہ کلمہ و نماز کے الفاظ کے علاوہ اس کے مفہوم سے ناآشنا رہتا ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں اہل زبان کو اپنی اپنی زبانوں میں نماز پنجگانہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:۔ گمراہی کہہ کر نہیں آتی۔ گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امت مرحومہ کو بے وقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہی عجمی لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے۔ حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے۔ لاکھوں عجمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کبھی کسی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو۔ اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی۔ اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ یہ الہام رحمٰن نہیں بلکہ وسوسۂ شیطان ہے۔ قراۃ قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے۔ ہاں! جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جدا ہے۔ واللہ سبحٰنہٗ تعالیٰ اعلم۔[۱]

اُردو میں خطبۂ جمعہ

(۱) بعد اذان ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لئے جائیں بعدہٗ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اشعار اردو پڑھیں بعدہٗ نماز کو کھڑے ہوں۔

الجواب:۔ دونوں صورتیں خلافِ سنت ہیں۔ غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت

---

[۱] ص ۱۱۹۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم۔

قرآن مجید کا حجم:۔ قرآن مجید کا چھوٹا کرنا مکروہ ہے (درمختار) مثلاً آج کل بعض اہل مطابع نے تعویذی قرآن مجید چھپوائے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں بھی نہیں آتا بلکہ حمائل بھی نہ چھپوائی جائے کہ اس کا حجم بھی بہت کم ہوتا ہے۔ ص ۱۱۱ بہار شریعت۔ شانزدہم۔

متوارثہ ہے نہ ترک واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

جمعہ کی اذانِ ثانی

جواب سوال اوّل:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۶ میں ہے۔

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

جواب سوال دوم:

جواب اوّل سے واضح ہوگیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کے لئے درکار ہے۔

جواب سوال سوم:

بے شک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لایؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے"

فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لایؤذن فی المسجد "مسجد میں اذان نہ ہو" ، خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان

---

[1] صـ۲۶ احکام شریعت دوم۔

لا یؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان نہ کہیں" فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵۔ لا یؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان منع ہے" بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لا یؤذن فی المسجد "مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے" شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو۔ غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۷۷۔ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ۔ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر۔ فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱۔ قالوا لا یؤذن فی المسجد علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعۃ صفحہ ۴۱۴۔ ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم۔ یعنی نظم امام زندویستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی۔ یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب تو وہ بتصریح لکھ چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں بہرکیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ وللہ الحمد۔

جواب سوال چہارم:

ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیے۔

جواب سوال پنجم:

ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

جواب سوال ششم:

مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی منسک متوسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰۔ المطاف ھو ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد ا۔ تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد ومحل اذان تھا اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی ولہذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف حالاں کہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں۔ فتاوی قاضی خاں وفتاوی خلاصہ وفتاوی عالمگیریہ صفحہ ۴۰ یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک ولا یصلی فیہ ولہ لیے لا یحضر فی المسجد بئر ماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہندیہ کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم وطریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا۔ اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنیٰ ہے جیسا کہ فتیہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ وفتح القدیر برجندی کے صفحات مذکور میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو وچاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہو

اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالاں کہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ بآواز ہر نام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے جاتے ہیں۔ جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے تو بآواز بلند دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے۔ صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار و ردالمحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔ اما مایفعله المؤذن حال الخطبة من الترضی ونحوه فمكروه اتفاقا۔ یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ یہی موذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے۔ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار علماء کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار و ردالمحتار صفحہ ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے: اما حركات المكبرين وصنعهم فانا ابرؤ الى الله تعالى۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برأت کرتا ہوں اور راوی اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

جواب سوال ھفتم:

بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة۔ (اللهم ارزقنا) رواه السجزی فی الابانة والترمذی بلفظ من احب۔

جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر

ان ینقص من اجورھم شیئا۔ رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔ رواہ البیہقی فی الزھد۔

جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہو گئی اور سنت مردہ جبھی ہو گی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

جواب سوال ہشتم:

احیائے سنت علماء کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جواب سوال نہم:

حوض کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو اور اس کی تفصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم۔

جواب سوال دہم:

لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذی ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار رہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگا لیں۔

مسلمان بھائیو!

یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں۔ دیکھو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری

مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم)

صلعم، ع، رض، وغیرہ لکھنا

"جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کروں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ۔ الحدیث۔

حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَبَدًا۔ اور درود وسلام کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صلسلم لکھنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنیٰ ہیں[1] الخ۔

ایک سائل نے اپنے سوال میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد صلعم لکھا۔ اس پر آپ تنبیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و بارک وسلم. سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ عوام وجہال صلعم یا عم یا م یا ص یا صلسلم لکھا کرتے ہیں۔ محض مہمل وجہالت ہے۔ القلم احد اللسانین۔ جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا۔ یونہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[2]

تنبیہ ضروری! سوال میں جو عبارت دلیل الاحسان نقل کی اس میں اور خود عبارت سوال میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھا ہے۔ اور یہ سخت ناجائز ہے۔ یہ بلا عوام تو عوام چودہ صدی کے بڑے بڑے اکابر و فحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی صلعم کہتا ہے۔ کوئی صلسلم کوئی فقط ص۔ کوئی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدلے عم یا م ایک ذرہ سیاہی یا ایک انگل کاغذ یا ایک سکنڈ وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈنڈا پکڑتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا

[1] ص ۳۱ ، ۱۵۱۔ صلات الصفا فی نور المصطفیٰ مطبوعہ مبارک پور ۱۳۹۶ھ۔ [2] ص ۵۵ فتاوی رضویہ چہارم۔

اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

علامہ سید طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ سے منقول ہے من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف، وتخفیف الانبیاء کفر۔ یعنی کسی نبی پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شانِ انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے۔

شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصد استخفافِ شان ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکور اسی صورت کے لئے ہے۔ یہ لوگ صرف کسل، کاہلی، نادانی، جاہلی سے ایسا کرتے ہیں تو اس حکم کے مستحق نہیں، مگر بے برکتی بے دولتی، کم بختی، زبوں قسمتی میں شک نہیں۔

اقول: ظاہر ہے کہ القلم احد اللسانین۔ قلم بھی ایک زبان ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوں ہی کچھ الم غلم بکنا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ جس بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کر لیا۔ تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے فسق کا۔ وہاں بنی اسرائیل کو فرمایا گیا تھا قولوا حطۃ یوں کہو کہ ہمارے گناہ اتریں۔ انہوں نے کہا حنطۃ ہمیں گیہوں ملے۔ یہ لفظ با معنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمتِ الٰہی کا ذکر تھا۔ یہاں حکم یہ ہوا ہے یا یھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اے ایمان والو! اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ ابدا اور یہ حکم وجوباً خواہ استحباباً ہر بار نام اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے۔ تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں تھی۔ اسے بدل کر صلعم۔ صللم۔ ص۔ عم۔ م۔ کر لیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یہ تو محل درود ہے جس کی عظمت اس پر ہے کہ اس کی تخفیف میں پہلوئے کفر موجود ہے۔ اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء طیبہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رضؓ لکھنے کو علمائے کرام نے مکروہ و باعثِ محرومی بتایا۔

سید علامہ طحطاوی فرماتے ہیں یکرہ الرمز بالترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں ومن اغفل ھذا حرم خیرا عظیما وفوت فضلا جسیما۔ جو اس سے غافل ہوگا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا افضل اس سے فوت ہوا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یوہیں قدس سرہ یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت و حرمان برکت ہے ایسی باتوں سے احتراز چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین۔[1]

حُرمتِ تصاویر

عرض: بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیسا ہے؟

ارشاد: کعبہ معظمہ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل و حضرت مریم کی تصاویر ہی تھیں کہ یہ متبرک ہیں ناجائز فعل تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے انہیں دھودیا۔[2]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت جبرئیل علیہ السلام و براق نبوی کی تصویر بنانا اپنے پاس رکھنا اور لمس و بوسہ کی ترغیب دینا کیسا ہے؟ ملخصاً۔

الجواب: ..... اللہ عزوجل پناہ دے ابلیس لعین کے مکائد سے، سخت ترکید یہ ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیئات کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اس مسکین تینوں تصویرات مذکورہ بنانے والے ان کی زیارت و لمس و تقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق محبت بجالاتا اور حضور کو راضی کرتا ہے۔ حالاں کہ حقیقۃً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح نافرمانی کررہا ہے اس پر پہلے ناراض ہونے والے حضور والا ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا بنوانا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں۔ اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں۔

---

[1] [illegible] فتاویٰ افریقہ۔

[2] [illegible] ملفوظ دوم۔

مسلمان بنظرِ ایمان دیکھے کہ صحیح و صریح حدیثوں میں اس پر کیسی کیسی سخت وعیدیں فرمائی گئیں۔ اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں۔ جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں۔ تو معظمین دین کی تصویروں کو ان احکامِ خدا و رسول سے خارج گمان کرنا محض باطل و وہم عاطل ہے۔

اور خود ابتدائے بت پرستی اسی تصویراتِ معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بتوں کا ذکر سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا۔ وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ یہ پانچ بندگانِ صالحین تھے کہ لوگوں نے ان کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین ان کی تصویریں بنا کر مجلسوں میں قائم کیں۔ پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انہیں معبود سمجھ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے۔ اس میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل و حضرت مریم و ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکردار کچھ نقشِ دیوار۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار ہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے۔ پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں۔ اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں۔ انہیں میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی ابیہما الاکرم و علیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں۔ جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہوگیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدمِ اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔ ملخصاً[1]

• بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتائے اہلِ ہنود کی مثل بیسو، ورادن، رام چندر، وسیتا وغیرہ کی بناتا ہے۔ اور فوٹو گرافر اور معلم اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ مربازار پھرتی ہیں۔ تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں۔ الخ۔

الجواب:۔ جاندار کی تصویریں بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور معبودانِ کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون۔ بے شک سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت مصوروں پر ہوگا۔ رواہ الائمۃ والشیخان۔

---

[1] ص۳۔ صٹ شفاء الوالہ فی صور حبیب و مزارہ و نعالہ ۱۳۰۵ھ حسنی پریس بریلی۔

ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب الحرام ہے نہ پڑھیں اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے۔ الخ ملخصاً[۱]

ان دنوں شہر احمد آباد میں کاپیاں فوٹو گراف کی ۲۔رکو بک رہی ہیں اور نمونۃً اصل آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

یہ فوٹو حضرت پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری والمعنوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم پیران پیر قدس اللہ سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں۔

اس کا رکھنا مکانوں میں حرام ہے یا نہیں۔ اور جس مکان میں یہ فوٹو ہوگا۔ اس میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں۔ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں۔ اور برزخ شیخ جمانے کے لیے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت و طریقت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب..... اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے۔ دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں۔ اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی۔ شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیہ کریمہ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا کی تفسیر میں ہے۔

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا و سموھا باسمائھم۔ ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ونسخ العلم عُبِدَتْ۔[۲]

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ابو جعفر بن المہلب سے راوی ـــ قال کان ود رجلا مسلما وکان

---

[۱] ص ۳ فتاوی رضویہ سوم۔

[۲] ترجمہ۔ یہ ود۔ سواع۔ یغوث ویعوق ونسر) قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے جب یہ لوگ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کے بعض رشتہ داروں کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ ان کی نشست گاہوں میں ان کے مجسمے کھڑے کردو تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب تک ان رشتہ داروں نے وفات نہ پائی ان کی عبادت نہ ہوئی جب ان کی وفات ہوئی اور علم رخصت ہوگیا تو ان کی پرستش ہونے لگی۔

مُحَبَّبًا فِیْ قَوْمِہٖ فَلَمَّا مَاتَ عَسْکَرُوْا حَوْلَ قَبْرِہٖ فِی اَرْضِ بَابِل۔ وَجَزَعُوْا عَلَیْہِ۔ فَلَمَّا رَاٰی اِبْلِیْسُ جَزَعَھُمْ عَلَیْہِ تَشَبَّہَ فِیْ صُوْرَۃِ اِنْسَانٍ ثُمَّ قَالَ اَرٰی جَزَعَکُمْ عَلٰی ھٰذَا فَھَلْ لَّکُمْ اَنْ اُصَوِّرَ لَکُمْ مِثْلَہٗ فَیَکُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمْ۔ فَتَذْکُرُوْنَہٗ بِہٖ قَالُوْا نَعَمْ۔ فَصَوَّرَ لَھُمْ مِثْلَہٗ وَ وَضَعُوْہُ فِیْ نَادِیْھِمْ وَجَعَلُوْا یَذْکُرُوْنَہٗ فَلَمَّا رَاٰی مَابِھِمْ مِنْ ذِکْرِہٖ قَالَ ھَلْ لَّکُمْ اَنْ اَجْعَلَ لَکُمْ فِیْ مَنْزِلِ کُلِّ رَجُلٍ مِّنْکُمْ تِمْثَالًا فَیَکُوْنَ فِیْ بَیْتِہٖ فَتَذْکُرُوْنَہٗ۔ قَالُوْا نَعَمْ فَصَوَّرَ لِکُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ تِمْثَالًا مِثْلَہٗ فَاَقْبَلُوْا فَجَعَلُوْا یَذْکُرُوْنَہٗ بِہٖ۔ قَالَ۔ وَ اَدْرَکَ اَبْنَاءُھُمْ فَجَعَلُوْا یَرَوْنَ مَا یَصْنَعُوْنَ بِہٖ۔ وَتَنَاسَوْا وَدَرَسَ اَمْرُ ذِکْرِھِمْ اِیَّاہُ حَتّٰی اتَّخَذُوْہُ اِلٰھًا یَعْبُدُوْنَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ قَالَ۔ وَکَانَ اَوَّلُ مَا عُبِدَ غَیْرَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ھُوَ الصَّنَمُ الَّذِیْ سَمَّوْہُ بِوَدٍّ۔[1]

نیز صحیحین بخاری ومسلم میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ لَمَّا اشْتَکَی النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذَکَرَتْ بَعْضُ نِسَائِہٖ کَنِیْسَۃً یُقَالُ لَھَا مَارِیَۃُ وَکَانَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ وَ اُمُّ حَبِیْبَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَتَتَا اَرْضَ الْحَبْشَۃِ وَ ذَکَرَتَا مِنْ حُسْنِھَا وَ تَصَاوِیْرَ فِیْھَا۔ فَرَفَعَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رَاْسَہٗ وَقَالَ اُولٰئِکَ اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا

---

[1] (ترجمہ) وُدّ ایک مسلمان شخص تھا اور اپنی قوم میں محبوب تھا جب اس کا انتقال ہوا تو ارض بابل کے آس پاس لوگ آکر جمع ہوگئے اس کی قبر کے پاس یہ اجتماع تھا۔ اس ود پہ جزع وفزع کیا جب ابلیس نے ان کی یہ گریہ وزاری دیکھی تو انسان کا روپ دھارا اور کہا کہ میں اس شخص پہ تمہاری زاری دیکھتا ہوں۔ تو کیا میں تمہارے لئے اس کی تصویر بنا دوں جو تمہاری بیٹھک میں ہو تاکہ تم تصویر سے یاد کرو۔ ان سب نے کہا ہاں بنادو۔ چنانچہ اس نے تصویر بنادی۔ اور انہوں نے اس کو اپنی بیٹھک میں رکھا۔ اور ود کی یاد کرنے لگے۔ جب شیطان نے اس کی یاد کا یہ عالم دیکھا تو کہا کیا میں اس کی تصویر ہر شخص کے گھر میں رکھ دوں کہ اس کے گھر میں رہے تو تم سب اس کو خوب یاد کروگے؟ انہوں نے کہا ہاں رکھ دو تو اس نے ہر گھر میں ایک مجسمہ بنادیا تو یہ لوگ اس مجسمہ کو دیکھ کر ود کی یاد کرتے۔ پھر ان کے بیٹے آتے۔ انہوں نے وہ سب کچھ دیکھا پھر ان کے بیٹے آتے۔ اور ود کی یاد پرانی ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کو خدا بنالیا جسے اللہ کے سوا پوجتے تھے اور روئے زمین پہ سب سے پہلا جو صنم پوجا گیا وہ یہی ود نام کا صنم تھا۔

عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ[1]

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اَیْ صُوَرَ الصُّلَحَاءِ تَذْكِیْرًا بِهِمْ وَتَرْغِیْبًا فِی الْعِبَادَةِ لِاَجْلِهِمْ۔ ثُمَّ جَاءَ مِنْ بَعْدِهِمْ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ سَلَفُكُمْ یَعْبُدُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ فَوَقَعُوْا فِیْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ اَوْ صُوْرَةٌ۔ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

اور اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہو سکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا جا سکتا ہے بلکہ زیادہ موجب وبال و نکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاص بت پرستی کی صورت اور گویا ملتِ اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔

ابھی حدیث سن چکے کہ وہ اولیاء ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دینی ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علیٰ ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں۔ ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ و حضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے نقش کی تھیں۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے بھیج کر وہ

---

[1] جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریض ہوئے۔ آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا۔ اور ام سلمہ و ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرزمین حبشہ سے آئی تھیں۔ انہوں نے حبشہ کا حسن اور اس میں تصویروں کا ذکر کیا تو حضور نے اپنا سر مبارک اٹھایا پھر کہا ان لوگوں میں جب نیک آدمی مرتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں پھر اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں۔ یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔

[2] یعنی نیکوں کی تصویریں بناتے تھے تاکہ انہیں دیکھ کر اللہ کو یاد کریں اور عبادت میں رغبت ہو۔ پھر ان کے بعد لوگ آئے تو شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کیا اور کہا تمہارے اگلے ان تصویروں کو پوجا کرتے تھے۔ پھر وہ صنم پرستی میں پڑ گئے۔

سب محو کرادیں۔ جب کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے۔ پانی منگا کر بنفس نفیس انہیں دھو دیا۔ اور بنانے والوں کو قاتلہم اللہ فرمایا۔ اللہ انہیں قتل کرے [1]

کتاب و سنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں تفصیلی بحث فرمانے کے بعد آخر میں رقم طراز ہیں۔

. . . . بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اسے معظم دینی سمجھنا اسے تعظیماً بوسہ دینا۔ سر پر رکھنا۔ آنکھوں سے لگانا۔ اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا۔ اس کے لائے جانے پر قیام کرنا۔ اسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذالک افعال تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث۔ اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام و سخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے۔ اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا۔ اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو . . . . . . قصداً تعظیم ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور۔ بلکہ قریب ہے کہ اس کی حرمت شدیدہ اس ملت حنیفہ کی ضروریات سے ہو۔ تو اس کا استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امر عظیم کا خطرہ رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

صورت مذکورۂ سوال یہی صورت چہارم ہے کہ اسے تبرک کے طور پر رکھنا اس کو سبب نزول برکت جاننا اسے برزخ ٹھہرانا۔ رب عزوجل تک وصول کا ذریعہ بنانا۔ یہ سب وہی اشد کبیرہ ہے۔ اور عادۃً اس حالت میں اس کے ساتھ وہی افعال تعظیم بجالائیں گے جن کے حلال جاننے پر تجدید اسلام مناسب ہے۔

نَسْأَلُ اللّٰہَ السَّلَامَۃَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

ناواقف سمجھتے ہیں کہ حضور پرنور سید الاسیاد امام الافراد واہب المراد باذن الجواد غوث الاقطاب والاوتاد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اس حرکت سے خوش ہوں گے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی۔

حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ ہدایت و استقامت بخشے۔ آمین [2]

---

[1] ملخص ص۲ تا ص۴ عطایا القدیر فی حکم التصویر ۱۳۳۲ھ مختصر کتب ڈپو محمد خواجہ قطب بریلی۔

[2] ص۲۱ و ص۲۲ عطایا القدیر۔

تحفظ مقابر

...... (ویران) قبرستان میں جوتی پہن کر جانا اور چارپائی پر سونا گھوڑا باندھنے کا کیا حکم ہے۔

الجواب:...... قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے۔ نہ کہ جوتا پہننا۔ کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے۔ ہاں: جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو جس میں قبر نہیں۔ اوس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا۔ چارپائی بچھانا۔ سونا بیٹھنا سب منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

(۱) از روئے شرع شریف قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) قبرستان میں زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ و مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اس کی نسبت کیا احکام شرعی ہیں۔

(۳) قبروں کو منہدم یا مسمار کر کے اوس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کرے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے۔

(۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔

(۵) قبرستان میں یا اس کی متعلقہ زمین میں بول و براز گندگی وغیرہ پھینکنا۔ یا قبرستان کو گندگی کا مخزن بنانا کیسا اور اس کی نسبت کیا حکم ہے۔

(۶) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے؟

الجواب:- (۱) و (۲) عامہ قبرستان وقف ہوتے ہیں اور وقف کی بیع و رہن حرام ہے اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کئے ہوں مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو۔ وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن رکھ سکتا ہے کہ اس میں توہین اموات مسلمین ہے اور ان کی توہین حرام ہے۔

(۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کیا اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کر لینے اور کھیتی عمارت ہر شئے کا اختیار ہے۔

---

[1] ۔ فتاوی رضویہ ...

(۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدر قدرت اسے روکے جو اس میں پہلو تہی کرے گا اسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہو گا۔ قال تعالیٰ۔ کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔

(۵) حرام۔ حرام۔ سخت حرام ہے۔ اور اس کا مرتکب مستحق عذاب نار و غضبِ جبار ہے۔

(۶) قبورِ مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ بیٹھنا جائز نہیں۔ ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہو گئی ہوں اور اسے ان کی قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو۔ دُور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے الخ۔[۱]

عرض: قبرستان میں جوتا پہن کر جانے کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: حدیث میں فرمایا۔ تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلا توڑ کر میرے تلوے تک پہونچ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔

فتح القدیر اور طحطاوی اور رد المحتار میں ہے المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے کہ وہ ضرور قبروں پر ہو گا۔ بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ الخ ملخصاً۔[۲]

قبر پر یا قبر کی طرف نماز پڑھنا

قبر کی طرف نماز پڑھنا یا قبر پر نماز پڑھنا یا قبرستان میں قبروں کے برابر ہو جانے کے بعد مسجد بنانا یا کھیتی کرنا یا پھول وغیرہ کے درخت لگانا کیسا ہے؟

الجواب: قبر پر نماز پڑھنا حرام۔ قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا حرام۔ قبروں پر مسجد بنانا یا زراعت وغیرہ کرنا حرام۔

---

[۱] [illegible] فتاویٰ رضویہ جلد ۴۔

[۲] [illegible]۔ ملفوظ دوم۔

ردالمحتار میں حلیہ سے ہے تکرہُ الصّلوٰۃُ عَلَیْہِ وَ اِلَیْہِ لِوُرُوْدِ النَّھْیِ عَنْ ذالِکَ۔ فتح القدیر وطحطاوی و ردالمحتار میں دربارۂ مقابر ہے اَلْمُرُوْرُ فِیْ سِکَّۃٍ حَادِثَۃٍ فِیْھَا حَرَامٌ۔

اگر مسجد میں کوئی قبر آجائے تو اس کے آس پاس چاروں طرف تھوڑی دیوار اگرچہ پاؤ گز ہو قائم کرکے اس پر چھت بنائیں کہ اب نماز یا پاؤں رکھنا قبر پر نہ ہوگا بلکہ اسس چھت پر جس کے نیچے قبر ہے۔ اور نماز قبر کی طرف نہ ہوگی بلکہ اس دیوار کی طرف اور یہ جائز ہے[1]

فرضی قبریں

زید نے ایک فرضی و مصنوعی قبر بنوا کر اس کی عظمت کی جھوٹی روایتیں لوگوں میں بیان کیں۔ لوگ اس قبر پر چادریں۔ مرغ۔ بکری۔ مٹھائیاں اور روپیہ پیسہ چڑھانے لگے۔ اس سے اپنی منتیں مانگنے لگے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایسا شخص فاسق و کافر ہے۔ اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔ ایسے شخص کے جلسے میں سشرکت اور اس سے رشتہ و قرابت کا کیا حکم ہے۔ جو لوگ اس معاملہ میں اس کے ممد و معاون ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ (ملخص)

الجواب:۔ قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جب کہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور نماز پھیرنی واجب۔ اس جلسۂ زیارتِ قبرِ بے مقبور میں سشرکت جائز نہیں۔

زید کے اس معاملہ سے جو لوگ خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد و معاون ہیں سب گنہگار و فاسق ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔ بلکہ وہ بھی جو باوصفِ قدرت ساکت ہے قال تعالیٰ کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔

مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہو سکے۔ قرابتِ اپنے اختیار کی نہیں کہ جب چاہے رکھی چاہے توڑ دی۔ یوں ہی مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعۂ نکاح ہوتا ہے۔ اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ قال تعالیٰ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ۔

ہاں! عزیز داری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں۔

---

[1] ص ۳ عرفان شریعت دوم۔

یہاں تک کہ باز آئے۔ اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا مؤثر ہوگا تو یوں کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

کسی اولیاء اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب و لحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قبول مقبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔[2]

۔ ۔ ۔ ۔ جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس کی ہے۔ مرد اہل اسلام۔ یہودی یا نصاریٰ یا عورت یہود یا نصاریٰ یا مسلمان کی تو اس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے۔ چاہیے یا نہیں؟

الجواب:۔ ۔ ۔ ۔ جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی۔ اس کی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔ کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر۔ ۔ ۔ ۔ تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔ ملخصاً[3]

طواف و بوسۂ قبر

بوسہ و طواف و سجدۂ قبر برائے تعظیم سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

الجواب:۔ بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔[4]

پیر و مرشد کے مزار کا طواف کرنا اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور مزار سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مزار کا طواف کہ محض بہ نیتِ تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم طواف مخصوص

---

[1] ص ۱۱۵ فتاوی رضویہ چہارم۔ [2] ایضاً۔ [3] ص ۱۳۱ ایضاً۔

[4] ص ۳ احکام شریعت سوم۔ [5] ص ۸ فتاوی رضویہ دہم۔

بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ نہ دینا چاہئے۔

علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع شریف میں ممانعت نہ آئی۔ اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ۔

ہاتھ باندھے الٹے پاؤں آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں۔ ہاں! اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۱]

بوسۂ قبر و طوافِ قبر اور قبر کی بلندی سے متعلق ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے۔ در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین رانقل کردہ وگفتہ در ایں صورت لاباس است وشیخ اجل ہم در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں۔

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ مسح نہ کند قبر را بدست۔ و بوسہ نہ دہد آں را۔ کشف الغطاء میں ہے کذا فی عامۃ الکتب۔ مدارج النبوۃ میں ہے۔ در بوسۂ قبر والدین روایت فقہی می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے۔ ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذالک۔ مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔

مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں۔ الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء۔ مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل و غلط اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے۔

(۳) ایک بالشت یا کچھ زائد...... زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ملخصاً[۲]

پختہ قبر

"قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟"

---

[۱] ص ۔ فتاوی رضویہ جب ۔ م۔ [۲] ص ص ۔ یضاً

الجواب:۔ میت کے گرد پختہ نہ ہو اوپر کا حصہ پختہ کردیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

قبرستان بوجہ بہت ویرانہ کے میت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سر نو بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ان ہڈیوں کا دفن کرنا واجب ہے اور قبر میت کے گرد پکی نہ ہو۔ اوپر سے پکی کرسکتے ہیں[2]

بلندیٔ قبر

(۱) قبر سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اس پر ڈال دینا چاہئے۔ یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہئے؟

(۲) میت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہوجانا چاہئے یا کچھ پڑھ کر آن کر فاتحہ پڑھ کر منتشر ہونا چاہئے!

الجواب:۔ صرف بالشت بھر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہتر یہ ہے کہ منتشر ہوجائیں پھر میت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[3]

عرض: قبر اونچا بنانا کیسا ہے؟

ارشاد: خلافِ سنت ہے۔ میرے والد ماجد۔ میری والدہ ماجدہ۔ میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی[4]

قبر پر چراغ و لوبان اور اگربتی

کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ عود۔ لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے۔ اگرچہ کسی برتن میں ہو۔ لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان من علی القبر۔ والعیاذ باللہ۔

---

[1] ص ۳۳۔ احکام شریعت دوم

[2] ص ۱۰۶ فتاویٰ رضویہ چہارم

[3] ص ۱۴ ایضاً

[4] ص ۹۰ ملفوظات سوم۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار۔ الحدیث۔ شرح المشکوۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے لانہما من التفاؤل القبیح۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ انہما سبب للتفاؤل القبیح۔ اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لئے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے۔ کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔

میتِ صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں دنیا کے اگر بتی و لوبان سے غنی ہے۔ اور معاذاللہ جو دوسری حالت میں ہے اسے اس سے انتفاع نہیں تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو تو بیں احتراز لازم ہے۔ ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب۔ اور اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودۂ وہابیت پہ مرتا ہے۔ بہر حال یہ شرع مطہر پر افترا ہے[1]

اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوئے ادب اور بد فالی ہے۔ عالمگیری میں ہے ان سقف القبر حق المیت۔ ہاں! قریب قبر زمین خالی پر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[2]

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۂ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بے شک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علت منع بتاتے ہیں اور اگر زینتِ قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں۔ اب بھی اسراف ہوا۔ بلکہ کچھ زائد یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں۔ رہے مزارات محبوبانِ الٰہ ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ منتیں شرعاً محمود نہیں۔ اور اگر ان کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو۔ اب نہ اسراف ہے کہ نیتِ صالحہ موجود ہے نہ تعظیم قبر۔ بلکہ تعظیم روح محبوب اور وہ شرعاً بلا شبہ مطلوب!

امام اجل تقی الدین سبکی۔ و امام نور الدین سمہودی۔ و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالیٰ

---

[1] ص ۱۴۱ فتاوی رضویہ چہارم۔ [2] ص ۱۸۵ ایضاً۔

اسی کو جائز بتاتے ہیں۔ اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ تعظیم روح ولی محض جرأت و بدگمانی و حرام بنصِ قرآنی ہے[۱]۔ الخ۔

قبرستان میں شیرنی کی تقسیم

عرض! مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لئے لے جانا کیسا ہے؟

ارشاد! ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علماء کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے۔ اور چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہونچائیں یہ محض جہالت ہے۔ اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے۔

(پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں۔ قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں[۲]۔

تبرکات کا غلط انتساب

جو تبرکات شریف بلا سند لاتے ہیں ان کی زیارت کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں یہ ان کا کہنا کیسا ہے؟ اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص خود مانگے اس کا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے۔ جو تندرست ہو۔ اعضائے صحیح رکھتا ہو۔ نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لَا تَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ وَّلَا لِذِیْ مِرَّۃٍ سَوِیٍّ"، غنی یا کسب والے تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

---

۱ ص۱۶۱۔ ایضاً   ۲ ص۱۷۱، ص۱۸۱۔ الملفوظ حصہ سوم۔

زیارت قبر میں حد ادب:۔ مسئلہ جس کی قبر کی زیارت کو گیا ہے۔ اس کی زندگی میں اگر اس کے پاس ملاقات کو آتا تو جتنا نزدیک یا دور ہوتا اب بھی قبر کی زیارت میں اسی کا لحاظ رکھے۔ ۴۴۲ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

علماء فرماتے ہیں "مَاجَمَعَ السَّائِلُ بِالتَّکَدِّیْ فَھُوَ الْخَبِیْثُ"۔ سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔ اس پر ایک شناعت تو یہ ہوئی۔ دوسری شناعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کمانا ہے۔ اور یَشْتَرُوْنَ بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں۔ ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔

رہا یہ (سوال) کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ دے دیں اور یہ لے اس میں تفصیل ہے شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ "اَلْمَعْھُوْدُ عُرْفًا کَالْمَشْرُوْطِ لَفْظًا"۔

جو لوگ تبرکات شریفہ شہر بہ شہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت وعادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر وجمع مال چاہتے ہیں۔ یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں۔ ریلوں کے کرائے دیں اگر ان میں کوئی زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کر رہا ہے۔ ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری مسائل طہارت و صلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں۔ اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا۔ مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے۔

پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے۔

پھر جہاں کہیں ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہوا ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجئے اگرچہ وہ دینے والے صلحاء وعلماء ہوں اور مال حلال سے دیا ہو۔

اور جہاں پیٹ بھر مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے اگرچہ وہ دینے والے فساق و فجار بلکہ بد مذہب ہوں اور مال حرام سے دیا ہو۔ تو قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے مگر لینے کے لئے۔ اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا۔ تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہوگیا۔ اور وہ بچند وجہ حرام ہے۔ ملخصاً [1]

---

[1] ص۲۵ تا ص۲۷۔ بدر الانوار فی آداب الآثار۔ مبارک پور۔

مُردہ پر گریہ وزاری

عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہونچتی ہے اس کا ملال میت کو بھی ہوتا ہے۔ اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے تو اسے غمگین نہ کرو۔ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

تعزیت بعد دفن

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا۔ مگر ہوا یہ کہ جہال نے اس رسم شرعی میں بہت رسوم جاہلیت و اختراعات بے ہودہ کو دخل دیا۔ مثلاً گانے باجے، شمعیں، قندیلیں، عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے، ریا و ناموری کے اسباب، میت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت الٹی وہ باتیں جو غم و الم کو زیادہ کریں اور میت کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں۔ الخ۔

بالجملہ۔ قول فیصل جس سے اختلاف زائل اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت و دعا و ایصال ثواب بے شک محمود و مندوب اور وقت دعا، ہاتھ اٹھانا بھی جائز۔ اور اگر کوئی شخص اولیاء میت کے مکان پر جا کر تعزیت کر آئے تو بھی قطعاً روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اسی وقت اگر ہو یا کبھی، مکان میت پر ہو یا کہیں اور بہر طور جائز و مباح ہے۔ جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ مگر اس کا نہ کرنا افضل ہے نہ یہ کہ مطلقاً حرام و گناہ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔ الخ ملخصاً[2]

طعام میت

اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے

---

[1] ص۱۲۵۔ فتاویٰ رضویہ چہارم۔ [2] ص۱۹۱ و ص۱۸۰۔ فتاویٰ رضویہ چہارم۔

پان چھالیا کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرفِ کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟

الجواب: سبحان اللہ! اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا۔ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَهْلِ الْمَیِّتِ وَ صُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّیَاحَةِ ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ یُکْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَهِیَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ۔ اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے۔ واللفظ للسراجیۃ لَا یُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ عِنْدَ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْمُصِیْبَةِ اھ زَادَ فِی الْخُلَاصَةِ لِاَنَّ الضِّیَافَةَ تُتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ۔ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے۔ لَا بَاْسَ بِالْجُلُوْسِ لِلْمُصِیْبَةِ اِلٰی ثَلٰثٍ مِنْ غَیْرِ ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل المیت۔ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔

امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں۔ یُکْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَ بَعْدَ الْاُسْبُوْعِ یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتے کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب

مکروہ وممنوع ہیں۔

علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔ اطال ذالك فی المعراج وقال: هذه الافعال کلها للسمعة و الرياء فيحترز عنها۔ یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

ثانیاً:۔ غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ بلا شبہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مالِ غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو لِاَنَّ الولاية للنظر لا للضرر على الخصوص۔ اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعياذ بالله رب العالمين۔

ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔

ثالثاً:۔ یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منھ ڈھانکنا الی غیر ذالک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔

نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس ناجائز مجمع کے لئے ناجائز تر ہوگا کشف الغطاء میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ۔

رابعاً:۔ اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے

یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے کھانا پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے۔ پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔

غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الہادی۔

تنبیہ:۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں، ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھاسکیں اور باصرار انہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔ الیٰ آخرہ ملخصاً [1]

مسئلہ:۔ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔ واللہ تعالیٰ اعلم [2]

میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے اس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے اور بغیر دعوت کے جمعراتوں، چالیسویں، چھ ماہی، برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیاء کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں۔ الخ [3]

موت میں دعوت بے معنی ہے۔ فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا۔ لِاَنَّ الدَّعْوَةَ شُرِعَتْ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ۔ اغنیاء کا اس میں کچھ حق نہیں اور اگر بنظر المعهود عرفاً کالمشروط لفظاً

---

[1] ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۰ جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت (۱۳۱۰ھ) مشمولہ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔

[2] ص ۱۶ ۔ احکام شریعت دوم۔ [3] ص ۱۰۲۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴۔

وہ اجرتِ قرآن خوانی کی حد تک پہونچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو ان کی تلاوت کے عوض میں مجھے کھانا دیتا ہے۔ یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے تو آپ ہی حرام ہے۔ کھانا بھی حرام۔ اور کھلانا بھی حرام۔ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۱]

اہل میت کے گھر کھانا بھیجنا

..... بروز وفات جو کھانا اہل میت کے یہاں بطریق بھاجی بھیجا جاتا ہے اس کو اہل میت کے اعزہ وغیرہ کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ بروز سوم۔ دہم۔ چہلم۔ ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرض ایصال ثواب پکا کر مسکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بقدر ضرورت اضافہ کر کے علاوہ مساکین کے دیگر اعزہ واحباب کو کھلایا اور برادری میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ملخص۔

الجواب: .... پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہو بھیجنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔ نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے۔ نہ اور اس میں کھائیں۔ وبیان ذالک فی فتاوانا۔

ایصالِ ثواب سنت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ یُکْرَہُ اتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَ ھِیَ بِدْعَۃٌ مُسْتَقْبَحَۃٌ۔ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَ صَنْعَھُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّیَاحَۃِ۔

جب علماء نے اسے غیر مشروع وبدعت قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع بدعت قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔ قال تعالیٰ۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۲]

سوم۔ دہم۔ چہلم کا کھانا اور ان کے مراسم

میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید، کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر

---

[۱] ص ۲۲۰ فتاویٰ رضویہ چہارم۔ [۲] ص ۲۱۹ فتاویٰ رضویہ چہارم۔

کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجہ کہتے ہیں. جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے۔ تو قرآن شریف و کلمۂ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے۔ صِیَامُ السَّبْتِ لَا لَکَ وَلَا عَلَیْکَ۔

اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔ غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔

باقی جو بے ہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں. مثلاً اس میں شادی کے سے تکلف کرنا۔ عمدہ عمدہ فرش بچھانا یہ باتیں بے جا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں. نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1]

چنوں پر سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمۂ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں۔ وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمۂ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیے یا نہیں۔ کیا گناہ ہے۔ ملخصاً۔

الجواب:۔ یہ چیزیں غنی نہ لے۔ فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ۔ گناہ۔ گناہ۔

فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں جب کہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم [2]

(۱) سوم و دہم و چہلم کا کھانا جو پکتا ہے اس کو برادری کو کھلائے اور خود جا کر کھلائے تو جائز ہے ؟

(۲) مقولہ طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقَلْبَ۔ مستند قول ہے ؟

---

[1] ص ۱۹۳ فتاویٰ رضویہ چہارم۔ [2] ص ۲۲۵۔ فتاویٰ رضویہ چہارم۔

الجواب:۔ (۱) سوم۔ دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنیٰ ہے۔ کما فی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ اِنَّھَا بِدْعَۃٌ مُسْتَقْبَحَۃٌ لِاَنَّھَا شُرِعَتْ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ۔ تین دن تک اس کا محمول ہے۔ لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔

(۲) یہ تجربہ کی بات ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر وطاعت الٰہی کے لئے حیات وچستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لئے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں شاغل۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

ایصالِ ثواب برائے کفار ومشرکین

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں۔ اسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَا لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ انہیں ایصال ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہاء کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں! جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلیے انہیں ثواب پہونچ سکتا ہے اور پہونچانا بھی حرام نہیں جب کہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل وآسان سمجھنے کی بناء پر نہ ہو۔ فمنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

فاتحہ میں کھانا سامنے رکھنا

فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں۔ اور وہ کھانا محتاج کو دیدیتے ہیں جائز ہے یا نہیں ملخصاً۔

الجواب:۔ فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور بلاریب جائز ومستحسن ہے اہل سنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبرہ بکثرت وارد۔

---

[1] ص ۲۲۳ فتاوی رضویہ ج ۴۔ [2] ص ۱۹۶ ایضاً۔

باقی رہا طعام اور قراءۃ کا جمع خود ان کے امام الطائفہ معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ حیث قال:

"ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد۔ اگر میسر باشد بہتر است ورنہ صرف ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا است"

اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہونچے ثواب اس کا میت کو پہونچانا جائز۔۔۔۔۔

زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے۔ حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کر گئے۔ لکھتے ہیں:

"اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود۔ اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوانده بخوراند خللے نیست"

اور وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز وناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا ورسول کسی چیز کو ناروا کہہ دینا خدا ورسول پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہونچے گا۔ تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرج نہیں آتا۔ ملخصاً [1]

(۱) فاتحہ کے کھانے کو سامنے پردہ ڈال کر رکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتون جنت کی فاتحہ پر پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں اور چند قیدیں لگائی ہیں کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ نہ کھائیں۔ آیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے؟

(۳) حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ ڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے جو ایسا نہ کرے کیا وہ مستحق طعن ہے؟

(۴) یہاں پر اکثر شب برأت یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں۔ یہ بات جائز ہے یا ناجائز۔ ملخصاً۔

---

[1] ص ۱۹۳ تا ص ۱۹۵ فتاوی رضویہ چہارم۔

الجواب: (۱) فاتحہ و ایصالِ ثواب کے لئے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضروری نہیں۔ یہ اس پیش امام کی غلطی تھی۔ اور حضرت خاتونِ جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مَردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انہیں اس سے باز رکھا جائے۔ الخ۔

(۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں۔ مَردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں۔

(۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں۔ اور جو امام ایسا نہ کرے اس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اس پر لعن سخت حرام ہے۔ ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔

(۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز اور جدا جدا دلائیں تو جائز۔ جیسے حیاتِ دنیا میں لیس علیکم جناح اَنْ تاکلوا جمیعًا او اَشْتَاتًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۱]

روزۂ مشکل کشا

اکثر عورتیں مشکل کشا علی کا روزہ رکھتی ہیں۔ کیسا ہے؟

الجواب: روزہ خاص اللہ عزوجل کے لئے ہے۔ اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولا علی کی نذر کریں تو حرج نہیں۔ مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں شام کو افطار نہیں کرتیں۔ آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں۔ اس وقت روزہ افطار کرتی ہیں۔ یہ شیطانی رسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۲]

دستِ غیب و کیمیا

عرض: دستِ غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: دستِ غیب کے لئے دعا کرنا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تضیع مال ہے اور یہ حرام ہے۔ آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنا لی ہو۔ کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ اِلَی الْمَاءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ[۳]

---

۱ ص ۲۳۳، ص ۲۲۵ فتاوی رضویہ چہارم۔ ۲ ص ۲۶۰ فتاوی رضویہ ج ۴۔

۳ ترجمہ: اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا۔

دستِ غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کرفرماتا ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ يَتَّقِ اللّٰهَ پر عمل نہیں ورنہ حقیقۃً سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔ الیٰ آخرہٖ[1]

جانور پالنا

شکرا باز پالنا درست ہے۔ اور ان سے شکار کراتا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ لقولہ تعالیٰ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ۔ الآیۃ۔

مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو۔ محض تفریح و لہو و لعب نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا۔

بٹیر بازی، مُرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لعل لڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کو ایذا دینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

کبوتر پالنا جب کہ خالی دل بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مؤدی نہ ہو تو جائز ہے اور اگر چھتوں پر چڑھ کر دوڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے۔ یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑ دیں یا کسی کی آنکھ پھوڑ دیں یا کسی کا دم بڑھانے اور تماشہ ہونے کے لئے دن بھر انہیں بھوکا اڑائے جب اترنا چاہے نہ اترنے دیں۔ ایسا پالنا حرام ہے۔

کتّا پالنا حرام ہے جس گھر میں کتّا ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روزانہ اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔

صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے۔ ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔

---

[1] ص ۲۰ ملفوظ سوم۔ ص ۸ احکام شریعت دوم۔

غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے۔ اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر یہ کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ ملخص[۱]

کبوتر و بٹیر بازی

کبوتر اڑانا اور پالنا اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کن کیا بازی اور فروخت کرنا۔ کن کیا اور ڈور در ما نجھا جائز ہے یا ناجائز۔ اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداءً سلام نہ کی جائے۔ جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں۔ کن کیا اڑانے میں وقت اور مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات۔ کن کیا اور ڈور بیچنا بھی منع ہے۔ اصرار کریں تو ان سے بھی ابتدا بسلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۲]

کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے۔ اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے۔ اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے[۳]

---

[۱] ص۱۹۵ تا ۱۹۶۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ [۲] ص۱۔ احکام شریعت حصہ سوم۔ [۳] ص۲۶۴۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

لہو ولعب:۔ مسئلہ: گنجفہ، چوسر کھیلنا ناجائز ہے شطرنج کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح لہو ولعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں۔ صرف تین قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے۔ بی بی سے ملاعبت اور گھوڑے کی سواری اور تیراندازی کرنا۔ ص۱۳۱ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

رقص وسرود:۔ مسئلہ: ناچنا، تالی بجانا، ستار ایک تارا دو تارا، ہارمونیم، چنگ، طنبورہ بجانا اسی طرح دوسرے قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔ ص۱۳۱۔ ایضاً۔

جانوروں کی بازی:۔ جانوروں کو لڑانا مثلاً مرغ، بٹیر، تیتر، مینڈھے، بھینسے وغیرہ کہ ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں یہ حرام ہے اور اس میں شرکت کرنا یا اس کا تماشہ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ ص۱۳۱ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

شکار

شکار کو محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک عام قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا ہو خواہ مچھلی کا۔ روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔

حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔ آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرشان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں وہ گرم دوپہروں میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارہ کرتے اور دو دو پہر بلکہ دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں۔ کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں حاشا وکلا۔ بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بہت بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہئے مثلاً مچھلی بازار میں بھی ملے گی وہاں سے لے لیجئے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہئے کہ ہم اپنے پاس سے لادیتے ہیں کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چنداں غرض نہیں رکھتے۔ بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے الخ[1]

تاش وشطرنج اور گنجفہ وچوسر

• تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں الخ[2]

• یہ سب کھیل (گنجفہ، چوسر، شطرنج) ممنوع وناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں۔ گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انہیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ اس امر کے سبب سخت گناہ کا موجب ہے اور چوسر کی نسبت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے چوسر کھیلا اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت خون میں رنگا۔ چوسر بالاجماع حرام وموجب فسق و

---

[1] ص ۱۲ احکام شریعت اوّل۔ [2] ص ۲ احکام شریعت سوم۔

ردِ شہادت ہے۔ یہی حال گنجفہ کا سمجھ لینا چاہئے۔

شطرنج کو اگرچہ بعض علماء نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے مگر تحقیق یہ کہ مطلقاً منع ہے۔ اور حق یہ کہ ان شرطوں کا نباہ ہرگز نہیں ہوتا۔[۱]

موجودہ طریقۂ کُشتی

عرض: حضور کشتی لڑنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: کشتی جس طور پر آج کل لڑی جاتی ہے محمود نہیں۔ اس میں تن پروری ہوتی ہے۔ مجمع عام ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر کھولے تو حرام ہے۔ ہاں! اگر خاص مجمع ہے اپنے ہی لوگ ہیں۔ بند مکان میں نماز کی پابندی کے ساتھ بغیر ستر کھولے ہوئے لڑیں تو مضائقہ نہیں۔[۲]

پتنگ بازی

کن کیا اڑانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس لوٹی ہوئی ڈور سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟

الجواب: کن کیا اڑانا لہو ولعب ہے اور لہو ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے — کُلُّ لَهْوِ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ اِلَّا فِی ثَلٰث۔ ڈور لوٹنا نُہبیٰ ہے اور نُہبیٰ حرام ہے۔ حدیث میں ہے نَهَیٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَنِ النُّهْبیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔

---

[۱] ص۲۴ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ [۲] ص۳۰ ملفوظ چہارم۔

کشتی: کشتی لڑنا اگر لہو ولعب کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لئے ہو کہ جسم میں قوت آئے اور کفار سے لڑنے میں کام دے یہ جائز و مستحسن و کارِ ثواب ہے بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو۔ آج کل برہنہ ہو کر صرف ایک لنگوٹ یا جانگیا پہن کر لڑتے ہیں کہ ساری رانیں کھلی ہوتی ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کشتی لڑی اور تین مرتبہ پچھاڑا کیوں کہ رکانہ نے یہ کہا تھا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں ایمان لاؤں گا۔ پھر یہ مسلمان ہوگئے۔ ص۱۳۲ بہار شریعت حصہ شانزدہم۔

لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے کہ اسے دیدی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا پھیرنا واجب ہے۔ للاشتمال علی المحرم کالصلوٰۃ فی ارض مغصوبۃ اور اگر معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے یہاں تک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دیدے اور فقیر ہے تو خود اپنے مصرف میں لا سکتا ہے پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے صرف میں آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہوگا۔ کما ھو معروف فی الفقہ من حکم اللقطۃ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔[1]

تمباکو کا استعمال

بقدر ضرر واختلال حواس[2] کھانا حرام ہے اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کر کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو نہ آنے پائے تو خالص مباح ہے۔ بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہیے منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا سخت منع ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تمباکو ہو، اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے لیکن قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ضرور بالکل صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتے کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

طَیِّبُوْا اَفْوَاھَکُمْ بِالسِّوَاکِ فَاِنَّ اَفْوَاھَکُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ۔ (رواہ السنجری فی الابانۃ عن بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن)

اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن کا راستہ ہیں

---

[1] ص ۲۱، ص ۲۲۔ احکام شریعت اول۔

[2] یعنی اتنی مقدار کہ کھانے سے نقصان اور حواس میں خرابی پیدا ہو۔ ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستاک ان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شئ الا دخل فم الملک۔ (رواہ البیہقی فی الشعب وتمامہ فی فوائدہ والضیاء فی المختار عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو حدیث صحیح)

جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کرے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتے کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

لیس شئ اشد علی الملک من ریح الشمر ما قام عبد الی صلوٰۃ قط الا التقم فاہ ملک ولا یخرج من فیہ آیۃ الا یدخل فی فی الملک۔

فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتے کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

مراسم شادی

ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ شادی کے دن طرح طرح کا تماشہ کرتے ہیں یعنی آتش بازی و بندوق اور گانا بجانا اور لکڑی کھیلنا وغیرہ یہ سب سامان کے ساتھ نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے تماشہ کرتے ہوئے دولہن کے مکان میں جاتے ہیں۔ آیا یہ سب امور مذکورہ بحسب شرع شریف کے جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح و جائز ہے لانہ من الرسوم العادیۃ التی لامغمز فیھا من الشرع۔ اور لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جب کہ اپنے یا دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو۔ اور ان سے مقصود کوئی غرض محمود جیسے فن سپہ گری کی مہارت ہو نہ مجرد لہو و لعب۔ لانہا ح من جنس النضال المستثنیٰ فی الحدیث۔

اور اگر صرف کھیل کو دمقصود ہو تو مکروہ۔ فی الدر المختار کُرِہَ کُلُّ لَہْوٍ لقولہ علیہ الصلوٰۃ

[1] احکام شریعت حصہ اول۔

والسلام کُلُّ لَھْوِ المُسْلِمِ حَرَامٌ اِلَّا ثَلٰثَۃً مُلَاعَبَتَہٗ اَھْلَہٗ وَتَادِیْبِہٖ بِفَرَسِہٖ وَمُنَاضَلَتِہٖ بِقَوْسِہٖ اھ وفی رد المحتار والجواھر قَدْ جَاءَ الْاَثَرُ فِیْ رُخْصَۃِ الْمُصَارَعَۃِ بِتَحْصِیْلِ الْقُدْرَۃِ علی المُقَاتَلَۃِ دُوْنَ التَّلَھِّیْ فَاِنَّہٗ مَکْرُوْہٌ اھ۔

آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برأت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا قال اللہ تعالیٰ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالیٰ کَرِہَ لَکُمْ ثَلٰثًا قِیْلَ وَقَالَ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ وَکَثْرَۃَ السُّوَالِ۔ رواہ البخاری عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث "ماثبت بالسنۃ" میں فرماتے ہیں مِنَ الْبِدَعِ الشَّنِیْعَۃِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِیْ اَکْثَرِ بِلَادِ الْھِنْدِ مِنْ اجْتِمَاعِھِمْ لِلَّھْوِ وَاللَّعِبِ بِالنَّارِ وَاِحْرَاقِ الْکِبْرِیْتِ اھ مختصرًا۔

اسی طرح یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں۔ خصوصًا وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خرانِ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہبود سے سیکھی۔ یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا۔ سمدھیانہ کی عفیف پاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا۔ خصوصًا اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زنان میں ہونا ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا۔ قہقہے اڑانا۔ اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا۔ بے حیا بے غیرت۔ خبیث۔ بے حمیت مردوں کا اس شہدپن کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھوک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا یہ وہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں۔ اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مرد عورتوں پر لازم ہے کہ فورًا فورًا اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو بیٹی ماں بہن کو گالیاں نہ دلوائیں۔

فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ زنہار زنہار اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روا نہ رکھیں کہ لَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِی مَعْصِیَةِ اللہِ تَعَالٰی۔

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلانِ نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جب کہ مقصود شرع سے تجاوز کر کے لہو مکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہونچے ولہذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے۔ نہ شرف والی بی بیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلاً نہ فحش ہو نہ کوئی بے حیائی کا ذکر نہ فسق و فجور کی باتیں نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے نہ نامحرم مردوں کو نغمۂ عورات کی آواز پہونچے۔ غرض ہر طرح منکراتِ شرعیہ و مظانِ فتنہ سے پاک ہوں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شعر پڑھا جاتا تھا۔

اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ

ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے۔ اللہ ہمیں زندہ رکھے تمہیں بھی جلائے۔

بس اس قسم کے پاک صاف مضمون ہوں۔ اصل حکم میں تو اس قدر کی رخصت ہے مگر حال زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہال حال خصوصاً زنانِ زماں سے کسی طرح امید نہیں کہ انہیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حد مکروہ و ممنوع تک تجاوز نہ کریں۔ لہذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے۔ نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گے نہ آگے پاؤں پھیلائیں گے۔ خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں رنڈیوں ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرعی کی پابندی محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہیں۔ منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی۔ بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ و بیجا ہے۔ صحبتِ بد زہرِ قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں جن کے ٹوٹنے کو ادنیٰ ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ اسی لیے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا اَنْجَشَۃُ رُوَیْدًا بِالْقَوَارِیْرِ فرمایا۔ الخ ملخصاً [۱]

---

[۱] ھادی الناس فی رسوم الاعراس۔ حسنی پریس بریلی۔

جلسہ وجلوس میں عورتوں کی شرکت

اگر وعظ، اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل وناعاقل وبیباک وناقابل ہوتے ہیں۔ مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی۔ یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع۔ نہ عقائد کا پاس۔ نہ مسائل کا احتفاظ۔ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسند عوام۔ اور نہایت مراد جمع حطام۔ یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین، غافلین، مبطلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہال مغرور کے اشعار گائیں تو شعراء بے شعور کے۔ انبیاء کی توہین۔ خدا پر اتہام۔ اور نعت ومنقبت کا نام بدنام۔ جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام۔ اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام۔

شادی کے بیہودہ مراسم:۔ کچھ لوگ رسموں کی اتنی پابندی کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے مگر رسم نہ چھوٹنے۔ جیسے لڑکی جوان ہے اور رسموں کے ادا کرنے کو روپیہ نہیں تو یہ نہ کریں گے کہ رسمیں چھوڑ دیں اور نکاح کردیں کہ بوجھ اترے اور بے آبروئی کا ڈر جاتا رہے۔ اب رسموں کو پورا کرنے کے لئے بھیک مانگنے طرح طرح کی فکر کرتے ہیں اس خیال سے کہ کہیں مل جائے تو شادی کریں۔ برسیں گزار دیتے ہیں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض آدمی سودی قرض لے کر رسوم ادا کرتے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے۔ حدیث میں دونوں پر لعنت آئی ہے۔ اللہ ورسول کی لعنت کے سزاوار ہوتے ہیں مگر رسم چھوڑنا گوارہ نہیں کرتے۔

پھر اگر کچھ جگہ زمین ہے تو وہ بھی سودی قرضہ میں غائب ہوگئی اور کھانے بیٹھنے کا بھی ٹھکانا نہ رہا۔ ایسی ہی فضول خرچیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی جائیدادیں تباہ ہوگئیں۔ اس لیے دین ودنیا کا آرام اسی میں ہے کہ آدمی فضول خرچی سے بچے۔

اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں گاتی بجاتی ہیں یہ حرام ہے۔ کہ اولاً تو ڈھول بجانا ہی حرام پھر عورتوں کا گانا اس سے بڑھ کر۔ عورتوں کی آواز نامحرموں کو پہونچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق ومحبت کے گیت۔

جو عورتیں اپنے گھروں میں چلا کر بات کرنا اچھا نہیں سمجھتیں۔ گھر سے باہر آواز جانے کو برا جانتی ہیں۔ ایسے

ـــــــ آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پُر ملال فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں، اور سنیں نہ سنائیں۔ بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائیں۔ جیسا کہ غالب احوال زنانِ زماں۔ تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے

حاشیہ

موقع پر وہ بھی شریک ہوجاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں۔ کتنی ہی دُور آواز جائے کوئی حرج نہیں پھر ایسے گانے میں جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے گیت گانا یا سننا ضرور ان کے دل میں بُرے خیالات پیدا کرے گا دبے جوش کو ابھارے گا اور اخلاق و شرافت پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ یہ باتیں ایسی نہیں جن کے بھلانے کی ضرورت ہو۔ آج مَردوں اور عورتوں کے بدچلن ہونے کی سب سے بڑی وجہ عشقیہ مضامین کا پڑھنا ہے (جیسے ناول اور افسانے) یا عشق و محبت کے تماشے کھیل دیکھنا ہے (جیسے تھیٹر سینما)

اسی سلسلہ میں رَت جگا بھی ہے کہ رات بھر گاتی ہیں اور گلگلے پکتے ہیں۔ صبح کو مسجد میں طاق بھرنے جاتی ہیں۔ یہ بہت سی خرافات پر مشتمل ہے۔ نیاز گھر میں بھی ہوسکتی ہے۔ گلگلے کے سوا ہر کھانے پر ہوسکتی ہے اور اگر مسجد ہی میں ہو تو مرد لے جاسکتے ہیں عورتوں کی کیا ضرورت ہے ؟ پھر اگر اس رسم کے ادا کے لئے عورت ہی ہونا ضرور ہو تو اس جمگھٹے کی کیا حاجت۔ پھر جوانوں اور کنواریوں کی اس میں شرکت اور نامحرم کے سامنے جانے کی جرأت کس قدر حماقت ہے۔ پھر بعض جگہ یہ بھی دیکھا گیا کہ اس رسم کے ادا کرنے کے لئے چلتی ہیں تو وہی گانا بجانا ساتھ ہوتا ہے اسی شان سے مسجد تک پہونچتی ہیں۔ ہاتھ میں ایک چومکھ ہوتا ہے۔ یہ سب ناجائز۔ جب صبح ہوگئی چراغ کی کیا ضرورت ؟ اور چراغ کی حاجت ہے تو مٹی کا کافی ہے آٹے کا چراغ بنانا اور تیل کی جگہ گھی جلانا فضول خرچی ہے

مساجد میں عورتوں کا داخلہ۔ دولہا دلہن کو بٹنا لگانا (جب کہ ستر پوشی کے ساتھ محرم کے ذریعہ ہو) مانجھے بٹھانا جائز ہے۔ ان میں کوئی حرج نہیں۔ دولہا کو مہندی لگانا ناجائز ہے۔ کنگنا باندھنا بھی منع ہے۔ ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جائز۔ دولہا کو ریشمی کپڑا پہننا حرام۔ یونہی مغرق جوتے بھی ناجائز۔ اور خالص پھولوں کا سہرا جائز۔ بلا وجہ ممنوع نہیں کہا جاسکتا۔

ناچ باجے آتش بازی حرام ہے۔ کون ان کی حرمت سے واقف نہیں۔ مگر بعض لوگ اتنے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہو تو گویا شادی ہی نہ ہوئی بعض تو اتنے بیباک ہوتے ہیں کہ یہ محرمات نہ ہوں تو اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے دوسرے مال ضائع کرنا

کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیشہ ہے مگر بوجہ غیر ہے۔ ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لغط شرعاً ممنوع و غلط ـــــــ اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو۔ اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہونچ کر اپنی مجالس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نا منکر مل کر منکر۔ ۔ ۔ ۔

اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سنی متدین ماہر۔ اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سماع میں مشغول رہیں اور حال مجلس و سابق و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام پر اطمینان کافی و وافی ہو۔ اور سبحان اللہ! کہاں تحرز اور کہاں اطمینان۔ تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں۔

وجیز کردری میں فرمایا۔ عورت کا وعظ سننے کو جانا لا باس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا۔ وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ۔ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی۔ اور انصاف کیجئے تو عورت کا بہ ستر کامل و حرز شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحاء میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا۔ جیسا کہ غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلی بالطبع ہونا پھر اسے علماء نے بلحاظ زمان مطلقاً منع فرما دیا۔ یا تمہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی ممانعت موجود۔

حاشیہ

کرنا ہے۔ تیسرے تمام تماشائیوں کے گناہ کا بھی سبب ہے اور سب کے مجموعہ کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ اور بعض جگہ ناچ کا رواج ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی ہے چھوٹے بڑے حتیٰ کہ باپ بیٹے تک ایک مجلس میں یہ بے حیائی کا کام دیکھتے اور اپنی بے حیائی کا ثبوت دیتے ہیں علاوہ حرام و گناہ ہونے کے فضول خرچی بھی ہے۔ یہی پیسہ بچے تو دوسرے جائز طریقے سے خوشی کا اظہار ہو سکتا ہے جیسے کھانے کپڑے میں فراخت و وسعت۔ اس کی کیا ضرورت ہے کہ حد شرع سے گزر کر ہی خوشی منائی جائے اور بھی جائز طریقے ہیں۔ ولیمہ سنت ہے۔ سنت ادا کرنے کی نیت سے ولیمہ کرو۔ خویش و اقارب اور دوسرے مسلمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ ۔۔ مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ہر کام کو شریعت کے موافق کرے۔ اللہ و رسول کی مخالفت سے بچے وھو الموفق۔ حٹ تامٹ قانون شریعت حصہ دوم

اور حاضریٔ عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگرچہ ادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں مصلیٰ سے الگ بیٹھیں۔ خیر و دعاء مسلمین کی برکت لیں۔

تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے۔ شرع مطہر فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سد باب کرتی اور حیلہ و وسیلۂ شر کے یکسر پر کترتی ہے۔ غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں اپنے مکانوں کی نسبت آیا لَا تُسْكِنُوهُنَّ الغُرَفَ۔ عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو۔ یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے ہیں۔

شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پہ بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ زنان کو مجمعِ نا بانستی بتاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ اِنَّ مِنَ الحَزْمِ سُوءَ الظَّنِّ۔

نگہ دارد آں شوخ درکیسہ دُر | کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

صالح و طالع کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا۔ ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمنِ فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق بھی ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں؟ اور سب سے درگزرئیے تو آج کل عامۂ ناس خصوصاً نساء میں بڑا ہنر ان ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے۔ کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائیے کہ دھبہ کھائیے۔ لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل ہی جلا دیا جائے۔ ع

وہ سرہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مؤمنین و مؤمنات پر رؤف و رحیم۔ اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ باس کے اندیشے سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے۔ جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے۔

زید کے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا ــــــ جان برادر! علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔ ما کل مرۃ تسلم الجرۃ۔

ع ہر بار سبو زچاہ سالم نہ رسد الخ ملخصاً [1]

---

[1] ص ۲۲۲ تا ص ۲۲۳ احکام شریعت۔ سوم۔

نکاح بیوگاں

اس مسئلہ میں جاہلانِ ہند دو فرقے ہو گئے ہیں۔

ایک اہلِ تفریط ـــــ کہ نکاحِ بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار جانتے ہیں اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہو گئی اگرچہ شوہر کا منہ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یوں ہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لاسکے۔

اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوفِ خدا و ترسِ روزِ جزا کر کے اپنا دین سنبھالنے کو (کہ حدیث میں آیا مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ دِیْنِہٖ. فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ. جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کر لیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے - رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نکاح کر لیا۔ اس پر چار طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھار ہے۔ بیچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے کنبے میں منہ دکھانا دشوار ہے۔ کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا۔ اب دوخصمی کی پکار ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ برا کرتے اور بیشک بہت برا کرتے ہیں۔ باتباعِ کفار ایک بیہودہ رسم ٹھہرالینی پھر اس کی بنا پر مباحِ شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صور میں ادائے واجب سے اعراض کیسی سخت جہالت اور نہایت خوفناک حالت ہے۔

پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر رد کی گئیں اور معاذ اللہ بشامتِ نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوئیں تو اس کا وبال ان رد کرنے والوں پر پڑے گا کہ یہ اس گناہ کے باعث ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاۃِ مَنْ بَلَغَتْ لَہٗ اِبْنَۃٌ اثْنَتَیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً فَلَمْ یُزَوِّجْھَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِکَ عَلَیْہِ. اللہ عزوجل توراۃ شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کر دے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن امیر المؤمنین عمر الفاروق وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح۔

جب کنواری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت۔ کہ دختران دوشیزہ کو حیا بھی زیادہ ہوتی ہے اور گناہ میں فضیحے کا خوف بھی زائد۔ اور خود بھی اس لذت سے آگاہ نہیں عرف

ایک طبعی طور پر نا واقفانہ خطرات دل میں گزرتے ہیں اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پا چکا تو اب اس کا تقاضا رنگ دگر پر ہوتا ہے۔ اور ادھر نہ ویسی حیا نہ وہ خوف و اندیشہ۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین

دوسرے اہل افراط ـــــــ کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہم جہال متشددین ہیں۔ ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس بیجا اس سے بڑھ کر آپ کریں۔ دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کوئیں میں گریں۔ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں ان صاحبوں نے نکاح بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہ ہو بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے۔

اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بنا پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے۔ پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑ کر نکاح نہ کر دیا۔ اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے۔ بات کیوں کی۔ سلام کیوں لیا۔

بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر۔ جنازہ کی نماز حرام۔ تمام کفر کے احکام۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ۔ ہلاک ہوئے بیجا تشدد کرنے والے۔ رواہ الائمۃ احمد و مسلم و ابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] الخ۔

---

[1] ص ۳۸۵ ۔ ۳۸۶ ۔ فتاویٰ رضویہ پنجم۔

غیر شرعی جہیز کی تباہ کن لعنتیں:۔ اب ادھر چند برسوں سے مسلمانوں میں یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکوں کی شادی طے کرتے وقت جہیز کی مقدار معین مانگتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہیں کہ دس ہزار نقد لیں گے اور موٹر سائیکل لیں گے اور گھڑی لیں گے۔ اگر لڑکی والے اس کو منظور کرتے ہیں تو شادی طے ہوتی ہے ورنہ کینسل کر دیتے ہیں۔ طے ہونے کے بعد اگر لڑکی والے ان مقررہ جہیز میں کچھ بھی کم دیتے ہیں تو اس کے لئے جھگڑا کھڑا کرتے ہیں۔ بدنام کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ برات تک واپس ہو جاتی ہے۔ اور اگر لڑکی سسرال گئی تو اسے زندگی بھر طعنہ دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی بٹھا دیتے ہیں کہ جب تک فلاں فلاں چیز جو مقررہ جہیز میں سے اب تک نہیں ملی ہے۔ ملے گی نہیں ہم تم کو نہیں رکھیں گے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے؟

جواب:۔ جہیز کی مقدار طے کرنا بلکہ مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی طے کرتے وقت جہیز کا مطالبہ بھی کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز کا مطالبہ کرنا۔ یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے اور یہ رشوت مانگنے

اسراف واضاعتِ مال

آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور روٹیوں کے ٹکڑے بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں اور صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے بعض کے چوٹ لگ

حاشیہ

جو مال لیا ۔رشوت لیا۔ فرض ہے کہ اسے واپس کرے۔ اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔

شامی کتاب الہبہ میں ہے۔ جَعْلَتِ المالَ علی نَفْسِہَا بِعِوَضاً عَنِ النِّکَاحِ و فی النِّکَاحِ العِوَضُ لَا یَکُوْنُ عَلیٰ المَرْأَۃِ ۔ عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے وہ باطل۔ نکاح میں عوض عورت پر نہیں۔ عورت دے یا اس کے ماں باپ بھائی دیں سب ایک حکم میں ہے۔

کتب فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں سب کو شامل ہے۔ ہماری شریعت نے نکاح میں عوض مرد کے ذمہ رکھا ہے کہ بغیر مہر کے نکاح درست نہیں۔ حتیٰ کہ اگر مرد و عورت نے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کیا جب بھی مہر واجب ہے بلکہ اگر یہ شرط کر دی کہ کچھ مہر نہ ہوگا جب بھی مہر مثل واجب ہے اگر نکاح کے بعد وطی یا خلوتِ صحیحہ ہوگئی تو درمختار میں ہے۔

وَکَذَا یَجِبُ مَہْرُ المِثْلِ فِیْمَا اِذَا لَمْ یُسَمِّ مَہْراً اَوْ نفیٰ اِنْ وَطِیَ الزَّوْجُ اَوْمَاتَ عَنْہَا اَوْ لَمْ یَتَرَاضَیَا علی شَیْئٍ یَصْلُحُ مَہْراً وَ اِلاَّ فَذٰلِکَ الشَّیْئُ ھُوَ الوَاجِبُ۔

اگر مقرر نہیں کی یا مہر کا نام نہ لیا یا مہر کی نفی کر دی تو مہر مثل واجب ہے اگر شوہر نے وطی کر لی یا مر گیا۔ ہاں اگر دونوں نے رضامندی سے کوئی مقدار کسی ایسی چیز کی مقرر کر لی جو مہر ہو سکے تو وہی واجب ہے۔

عورت یا عورت کے اولیاء سے مال مانگنا یہ قلب موضوع اور الٹا ہے علاوہ ازیں کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ اگر عورت کے بھائی نے نکاح کے عوض کچھ مال مانگا تو یہ رشوت ہے اور شوہر اسے واپس لے سکتا ہے۔ نکاح کے عوض عورت کے اولیاء کا کچھ لینا رشوت اور حرام ہے جب کہ خود عورت کو شریعت نے نکاح کے عوض مہر لینے کا حق دیا ہے تو مرد کو یا مرد کے متعلقین کو کچھ لینا بدرجہ اولیٰ رشوت ہوگا۔

عالمگیری میں ہے خَطَبَ امْرَأَۃً فِی بَیْتِ اَخِیْہَا فَاَبیٰ اَنْ یَدْفَعَہَا حتی یَدْفَعَ اِلَیْہِ دَرَاہِمَ فَدَفَعَ وَ تَزَوَّجَہَا یَرْجِعُ بِمَا دَفَعَ لِاَنَّہَا رِشْوَۃٌ کَذَا فِی القُنْیَۃِ۔

جاتی ہے۔ اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور رزق کی سخت بے ادبی ہے۔ اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آبخوردوں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت زمین پر گر کر بہتا ہے۔ ایسی خیرات ایسا لنگر جائز ہے یا بوجہ رزق کی بے ادبی کے گناہ ہے؟

حاشیہ

کسی کی بہن کو نکاح کا پیغام دیا۔ بھائی نے انکار کیا کہ جب تک کچھ روپے نہیں دو گے منظور نہیں۔ مرد نے دیا اور نکاح کرلیا تو جو دیا ہے واپس لے سکتا ہے اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔ ایسا ہی قنیہ میں ہے۔

اور درمختار و ردالمحتار میں ہے۔ اَخَذَ اَھْلُ الْمَرْاَۃِ شَیْئًا عِنْدَ التَّسْلِیْمِ فَلِلزَّوْجِ اَنْ یَّسْتَرِدَّہٗ لِاَنَّہٗ رِشْوَۃٌ اَیْ بِاَنْ اَبٰی اَنْ یُّسَلِّمَھَا اَخُوْھَا اَوْ نَحْوُہٗ حَتّٰی یَاْخُذَ شَیْئًا وَکَذَا لَوْ اَبٰی اَنْ یُّزَوِّجَھَا فَلِلزَّوْجِ الْاِسْتِرْدَادُ قَائِمًا اَوْ ھَالِکًا لِاَنَّہٗ رِشْوَۃٌ۔

رخصتی کے وقت لڑکی والوں نے اگر کچھ لیا ہے تو شوہر کو اسے واپس لینے کا حق ہے کیونکہ وہ رشوت ہے یعنی اگر بھائی وغیرہ نے بغیر کچھ لئے رخصت کرنے سے انکار کر دیا یا شادی کرنے سے انکار کر دیا تو شوہر کو حق حاصل ہے کہ اسے واپس لے لے۔ چاہے وہ مال موجود ہو چاہے ختم ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔

یہاں تو ایک طرح کا جبر ہے اسی میں یہاں تک تصریح ہے کہ خسر اگر داماد سے کچھ لے وہ بخوشی دے تو بھی مال حرام ہے۔ وَمِنَ السُّحْتِ مَا یَاْخُذُہُ الصِّھْرُ مِنَ الْخَتَنِ بِطِیْبِ نَفْسِہٖ۔ خسر داماد سے جو کچھ (مانگ کر) لے اگرچہ داماد بخوشی دے مال حرام ہے تو جبر کی صورت میں بدرجہ اولیٰ حرام ہوگی۔

یہ لعنت مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔ لوگ اپنے بادشاہ کے طریقے پر ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی غلامی نے ذہنوں پر اثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کے مذہب میں تلک چڑھانے کی رسم ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ چونکہ وہ لڑکی کو میراث نہیں دیتے تو لڑکی کو گھر سے نکالتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور جہیز و نقد تلک کے نام پر دے دیتے ہیں کہ آئندہ اب وہ باپ کے مال میں کسی طرح کی حقدار نہیں۔ اس طریقے نے اب اتنی بھیانک صورت اختیار کرلی ہے کہ موجودہ دور میں ہندوؤں کے دانشور اس کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں۔ ہندوؤں کی اس مردود رسم کو مسلمان اپنا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جن کی مذہبی رسم تھی انہوں نے تو اس کے انجام بد سے عاجز آ کر اسے چھوڑنا شروع کر دیا ہے اور ہم تباہ ہوتے

الجواب: یہ خیرات نہیں شر در شر سیآت ہے۔ نہ ارادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی۔ اور وہ حرام ہے۔ اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۱]

حاشیہ

کے لئے اسے اپنا رہے ہیں۔ حالاں کہ ہمارے مذہب میں اس کی کسی طرح گنجائش ہی نہیں۔ ہمارے مذہب میں لڑکی کو باپ کے مال میں سے وراثت کا حق ہے۔ وہ الگ ملے گی اور شادی کے وقت جہیز کے نام سے بٹورے گی۔ باپ بھائی پر لڑکی کا یہ دوہرا بار تقاضائے عقل کے خلاف ہے اور اصول فطرت اور مرد کی شان کے بھی۔ فطری اصول سے مرد عورت پر بالادستی رکھتا ہے اس سے قوت میں زیادہ ہے۔ اس میں کمانے کی بہ نسبت عورت کے صلاحیت زیادہ ہے۔ مجموعی طور پر عقل و تدبیر میں زیادہ ہے۔ عورت صنف نازک ہے خلقی طور پر کمزور اس میں کمانے کی وہ قوت نہیں جو مرد میں ہے اس کے فطری عوارض اس میں مانع۔ اور تخلیقی مقاصد حارج۔ ایام حمل و رضاعت میں کمانا اس کے لئے دشوار بلکہ اس کو کمانے پر مجبور کرنا ظلم۔ اس لئے اسلام نے مرد کو عورت پر حاکم رکھا۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ اور مرد پر فرض کیا کہ نکاح کے معاوضہ میں مہر دے۔ اور نکاح کے بعد اس کی پوری کفالت کرے اور جہیز کی لعنت اس کے بالکل برعکس ہے۔ گویا عورت نکاح کا معاوضہ دے اور اتنا دے جو مدت دراز تک مرد کو عیش کرنے کے لئے کافی ہو۔ گویا جہیز مانگنے والے اتنے بے غیرت ہیں کہ عورت کا مال کھانے کی ہوس رکھتے ہیں۔

شریعت نے تو یہاں تک پابندی کی تھی کہ ماں باپ بخوشی حسب حیثیت جو کچھ لڑکی کو جہیز میں دیں وہ لڑکی کی ملک ہے۔ درمختار میں ہے کُلُّ اَحَدٍ یَعْلَمُ اَنَّ الْجِهَازَ مِلْكُ الْمَرْأَةِ سب کو معلوم ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہے مگر مرد سب جہیز کو اپنی ملک سمجھتا ہے نقد اڑاتا ہے اور سامان بیچ کر برباد کرتا ہے یہ حرام اور بے غیرتی کی باتیں ہیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ ذی اثر و دیندار اور قومی و ملی جذبہ رکھتے ہیں انہیں لازم ہے کہ اس جہیز کی لعنت کے خلاف ابھی سے صف آرا ہو جائیں۔ مسلمانوں میں اسے پھیلنے سے روکیں اور اس کے لئے سمجھانے بجھانے سے کام نہ چلے تو ہر ممکن سختی کریں۔ ابھی ابتدا ہے ابتدا ہی میں روک تھام ہو گئی تو رک سکتی ہے ورنہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ حریص لالچی بے غیرت نہ مانیں تو ان کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ نکاح خواں علماء میاں جی لوگوں کو لازم کہ جہاں معلوم ہو کہ جہیز کے عوض زن کا خریدا گیا ہے وہاں نکاح پڑھانے نہ جائیں۔ اپنے بیس آنے پیسے کی لالچ میں قوم کو تباہ نہ ہونے دیں۔ دس بیس جگہ اگر ایسی پابندی ہو گئی تو امید ہے کہ ہندوؤں کی دھتکاری ہوئی یہ بلا مسلمانوں میں نہ پھیلے۔ واللہ اعلم۔

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اپریل ۱۹۶۹ء مفتی محمد شریف الحق امجدی۔

[۱] ص ۶۶۔ احکام شریعت اول۔

گھڑے، بدھنے میت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟"

الجواب: گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ کَرِہَ لَکُمْ ثَلٰثاً اللہ تعالیٰ تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے۔ قِیْلَ وَ قَالَ وَکَثْرَۃَ السُّوَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔ رواہ الشیخان وغیرھما۔

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی۔ تو یہ خیال اوہام کفار ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

چوری کا مال

چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے۔ بلکہ اگر معلوم نہ ہو مظنون ہو جب بھی حرام ہے۔ مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے مورثین بھی جاہل تھے، کوئی علمی کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملک بتائے اس کے خریدنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر نہ معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے۔

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دیا جائے۔ اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو، اور ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو۔ واللہ اعلم[2]

سوال و گداگری

پیشہ ور گداگروں کو زکوٰۃ و خیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مذہبی و تمدنی نقطۂ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب: گدائی پیشہ تین قسم ہیں۔ ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انہیں سوال کرنا حرام اور انہیں دینا حرام اور ان کے دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی فرض سر پر باقی رہے گا۔

دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدر نصاب کے مالک نہیں مگر قوی تندرست کسب پر قادر ہیں اور

---

[1] صـ۳۵ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم۔ [2] صـ۳۵ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم۔

سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو۔ کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ انہیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ انہیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث۔ کہ حدیث شریف میں لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَ لَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا و تندرست کے لیے۔ انہیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ مگر ان کے دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جب کہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ۔

تیسرے وہ عاجز و ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں۔ انہیں بقدر حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب اور یہ عمدہ مصارف زکوٰۃ سے ہیں اور انہیں دینا باعث اجر عظیم۔ یہی وہ ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

اکثر لوگ جو صحیح و سالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے جی چرا کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو دینے والا ثواب پائے گا یا گنہگار ہوگا۔ مفصلاً

الجواب:۔ بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلا ضرورت سوال اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک و خبیث ہے۔ اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ۔ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ الخ۔[2]

جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام۔ مثلاً آج کھانے کو موجود ہے تو کل کے لیے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں۔ کھانے کی ضرورت درکنار۔

یونہی رسوم شادی کے لیے سوال حرام۔ کہ نکاح شرع میں ایجاب و قبول کا نام ہے جس کے لیے ایک پیسہ کی ضرورت شرعاً نہیں۔

اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقۂ حلال سے دفع ہو سکتی ہے جب بھی سوال حرام۔ مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابل مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا

---

[1] فتاوی رضویہ جہارم۔ [2] ایضاً ص ۴۹۸ تا ۴۹۹۔

اجرت سے بقدر حاجت پیدا کر سکتا ہے۔ قبل اس کے کہ احتیاج تا بحد مخمصہ پہنچے تو سوال حلال نہیں نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انہیں کسب حرام کا مؤید ہوتا ہے۔ اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی محنت مزدوری کریں۔ الخ[1]

قوی، تندرست، قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو دینا گناہ ہے اور ان کا بھیک مانگنا حرام، اور ان کو دینے میں حرام پر مدد۔ اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی حلال پیشہ اختیار کریں۔

درمختار میں ہے لا یحل ان یسئل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب و یاثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی[2]

مسجد میں سوال

مسجد میں سوال نہ کرے کہ حدیث میں اس سے ممانعت آئی اور اسے دینا بھی نہیں چاہیئے کہ شنیع (برے) پر اعانت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے تو ستر اور درکار ہیں جو اس دینے کا کفارہ ہوں۔ کما فی الهندیة و الحدیقة الندیة۔

اور اگر ایسی بے تمیزی سے سوال کرتا ہے کہ نمازیوں کے سامنے گزرتا یا بیٹھے ہوؤں کو پھاند کر جاتا ہے تو اسے دینا بالاتفاق ممنوع۔ وھو المختار علی ما فی الدر المختار من الحظر وقد جزم فی الصلاة باطلاق الحظر وعبر عن هذا بقیل[3]

ترک تدبیر و اعتماد تدبیر

دنیا عالم اسباب ہے اور سبب و مسبب سب مقدر۔ مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلال بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم[4]

---

[1] ص۲۱، ص۲۲ خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال۔ [2] ص۹۸۔ الکشف شافیا۔

[3] ص۱۳۲۔ احسن الوعاء۔ [4] احکام شریعت حصہ سوم۔

فال

پیش امام اگر فال بآیت قرآن شریف دیکھے وہ درست ہے یا نہیں؟ زید فرماتے ہیں کہ امام اگر فال دیکھے تو حرام ہے اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہیں ہے۔ یہ قول زید کا باطل ہے یا صحیح؟

الجواب:۔ قرآن عظیم سے فال دیکھنے میں ائمہ مذاہب اربعہ کے چار قول ہیں بعض حنبلیہ مباح کہتے ہیں اور شافعیہ مکروہ تنزیہی اور مالکیہ حرام اور ہمارے علماء حنفیہ فرماتے ہیں ناجائز و ممنوع و مکروہ تحریمی ہے۔

قرآن عظیم اس لیے نہ اتارا گیا۔ ہمارا قول، قول مالکیہ کے قریب ہے بلکہ عند التحقیق دونوں کا ایک حاصل ہے۔

قال القونوی لا یجوز اتباع المنجم والرمال ومن ادعی علم الحروف لانہ فی معنی الکاھن۔ انتھی۔

بالجملہ! مذہب یہی ہے کہ منع ہے مگر زید کا وہ حکم کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ نماز فاسق کے پیچھے بھی نادرست نہیں۔ ہاں! مکروہ ہے۔ اور اگر فاسق معلن ہو تو مکروہ تحریمی۔ کما حققناہ فی فتاوانا والنھی الاکید۔ کراہت تحریم سے بھی نماز ناقص ہوتی ہے اس کا پھیرنا واجب نہ کہ درست نہ ہو۔ الخ۔ ملخصاً[1]

---

[1] ص۱۶۰ تا ص۱۶۲ فتاویٰ افریقہ۔

نجوم:۔ نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں کہ فلاں ستارہ طلوع کرے گا تو فلاں بات ہوگی یہ بھی خلاف شرع ہے۔ اسی طرح پچھتروں کا حساب کہ فلاں پچھترے بارش ہوگی یہ بھی غلط ہے۔ حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔ ص۲۵۹ قانون شریعت دوم۔

قمر در عقرب:۔ یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے۔ یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ ص۲۵۹ قانون شریعت دوم۔

لباس:۔ مسئلہ۔ اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی سردی کی تکلیف سے

داڑھی کی مقدار

"داڑھی منڈانے اور خشخشی کرانے والا اور حدِ شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں۔ اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بچے فرض ہے اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو اور یہ کہ جب اللہ نے دیا ہے تو اس کی نعمت کا اظہار کیا جائے یہ مستحب ہے خاص موقع پر مثلاً جمعہ یا عید کے دن عمدہ کپڑے پہننا مباح ہے۔ اس قسم کے کپڑے روزنہ پہنے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اترانے لگے۔ اور غریبوں کو جن کے پاس ایسے کپڑے نہیں ہیں نظر حقارت سے دیکھے۔ لہذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔

اور تکبر کے طور پر جو لباس ہو وہ ممنوع ہے۔ تکبر ہے یا نہیں، اس کی شناخت یوں کرے کہ ان کپڑوں کے پہننے سے پہلے اپنی جو حالت پاتا تھا اگر پہننے کے بعد بھی وہی حالت ہے تو معلوم ہوا کہ ان کپڑوں سے تکبر پیدا نہیں ہوا۔ اگر وہ حالت اب باقی نہیں رہی تو تکبر آ گیا۔ لہذا ایسے کپڑے سے بچے کہ تکبر بہت بری صفت ہے۔

ص۴۶ بہارِ شریعت حصہ شانزدہم۔

مسئلہ۔ مرد کو ایسا پاجامہ پہننا جس کے پائنچے کے اگلے حصے پشت قدم پر رہتے ہوں مکروہ ہے کپڑوں میں اسبال یعنی اتنا نیچا کرتا جبہ پاجامہ تہبند پہننا کہ ٹخنے چھپ جائیں ممنوع ہے۔ یہ کپڑے آدھی پنڈلی سے لے کر ٹخنے تک ہوں یعنی ٹخنے نہ چھپنے پائیں۔ مگر پاجامہ یا تہبند بہت اونچا پہننا آج کل وہابیوں کا طریقہ ہے۔ لہذا اتنا اونچا بھی نہ پہنے کہ دیکھنے والا وہابی سمجھے۔ اس زمانہ میں بعض لوگوں نے پاجامے بہت نیچے شروع کئے ہیں کہ ٹخنے تو کیا ایڑیاں بھی چھپ جاتی ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ٹخنے سے جو نیچا ہو وہ جہنم میں ہے۔ اور بعض لوگ اتنا اونچا پہنتے ہیں کہ گھٹنے بھی کھل جاتے ہیں جس کو نیکر کہتے ہیں۔ یہ نصرانیوں سے سیکھا ہے اونچا پہنتے ہیں تو گھٹنے کھول دیتے ہیں اور نیچا پہنتے ہیں تو ایڑیاں چھپا دیتے ہیں۔ افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر مسنون طریقہ نہیں اختیار کرتے۔

بعض لوگ چوڑی دار پاجامہ پہنتے ہیں اس میں بھی ٹخنے چھپتے ہیں اور عضو کی پوری ہیئت نظر آتی ہے۔ عورتوں کو بالخصوص چوڑی دار پاجامہ نہیں پہننا چاہیے۔ عورتوں کے پاجامے ڈھیلے ڈھالے ہوں اور نیچے ہوں کہ قدم چھپ جائیں ان کے لیے جہاں تک پاؤں کا زیادہ حصہ چھپے اچھا ہے۔ ص۵۴ بہارِ شریعت حصہ شانزدہم

نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا؟"

الجواب:۔ داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

"داڑھی شرعاً کتنی ہونی چاہیے؟"

الجواب:۔ ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[2]

مرد کی انگوٹھی

چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے، تانبے کی مطلقاً ناجائز ہے۔ گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں منع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہے۔[3]

سیاہ خضاب

"خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں؟"

الجواب:۔ سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر۔ اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ملخصاً[4]

"وسمہ نیل کا جس سے بال سیاہ ہو جائیں جائز ہے یا نہیں۔ اور نیل میں حنا ملا کر لگانا درست ہے یا نہیں؟"

---

[1] ص۲۳ احکام شریعت دوم۔ [2] ص۲۳۔ ایضاً۔
[3] ص۲۰ احکام شریعت حصہ دوم۔ [4] ص۲ احکام شریعت اول۔

الجواب:۔ صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔ جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناطق۔ الخ[1]

"خضاب سیاہ رنگ یعنی مہندی و نیل باہم مخلوط کرکے بلا ضرورت شرعی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ الخ"

الجواب:۔ سیاہ خضاب خواہ مازو و ہلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط کسی چیز کا سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے اور صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں ملاکر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔ خضاب بسواد حرام است و صحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند گاہے زرد نیز۔ اھ ملخصاً۔

حدیث میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الصُّفْرَۃُ خِضَابُ الْمُؤْمِنِ وَالْحُمْرَۃُ خِضَابُ الْمُسْلِمِ وَالسَّوَادُ خِضَابُ الْکَافِرِ۔ زرد خضاب ایمان والوں کا۔ سرخ خضاب اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کا فروں کا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ الخ[2]

"داڑھی کو وسمہ یا مہندی لگانا چاہئے یا نہیں؟"

الجواب:۔ وسمہ لگانا حرام ہے۔ مہندی جائز بلکہ سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[3]

عرض: حضور ایک کتاب میں میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت ریش مبارک میں خضاب تھا۔

ارشاد: خضاب سیاہ یا اس کی مثل حرام ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے غیروا ھذا الشیب ولا تقربوا السواد۔ اس سپیدی کو بدل دو اور سیاہی کے پاس نہ جاؤ۔

سنن نسائی شریف کی حدیث میں ہے۔ یاتی ناس یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ۔ کچھ آئیں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے نیل گوں پوٹے

---

[1] حکم العیب فی حرمۃ تسوید الشیب ۱۳۰۰ھ رضوی پریس بریلی۔

[2] ص ۔ ۲ ایضاً۔ [3] ص ۶ عرفان شریعت اول۔

وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔

تیسری حدیث میں ہے۔ مَنِ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا منھ کالا کرے گا۔

چوتھی حدیث میں ہے۔ الصفرة خضاب المؤمن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔ زرد خضاب مومن کا ہے اور سرخ خضاب مسلم کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

پانچویں حدیث میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الشَّيْخَ الْغِرْبِيبَ۔ اللہ دشمن رکھتا ہے بڈھے کوے کو۔

چھٹی حدیث میں ہے۔ اَوَّلُ مَنِ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ۔ سب سے پہلے جس نے سیاہ خضاب کیا فرعون تھا۔ دیکھو فرعون کاہے میں ڈوبا۔ نیل میں۔ یہ لوگ بھی نیل میں ڈوبتے ہیں۔

سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے۔ جیسے جنگ میں رجز پڑھنا اور خودستائی ان کو جائز ہے۔ اکڑ کر چلنا ان کو جائز ہے۔ ریشمی بانے کا دبیز لباس ان کو پہننا جائز ہے۔ چالیس دن سے زیادہ لبیں اور چہار کے بال اور ناخن بڑھانا ان کو جائز ہے۔ اوروں کو یہ سب باتیں حرام ہیں۔

فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے۔ اس میں سیاہ خضاب داخل ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہد تھے۔ انہیں جائز تھا تم کو حرام ہے [1]

عرض: خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو؟

ارشاد: وسمہ سے ہو یا نسمہ سے۔ سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض: کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد: ہاں! جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض: اگر جوان عورت سے مردِ ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض: بعض کتب میں ہے کہ وقتِ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا۔

ارشاد: حضرت امام حسن و حسین و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خضاب وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے [2]

---

[1] ص۹۴۔ الملفوظ۔ دوم۔ [2] ص ۔ ص۔ ملفوظ سوم۔

زُلفِ دراز

عرض: اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔

ارشاد: جہالت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مَردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے۔ اور تشبہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضروری نہیں۔ ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مَردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جا رہی ہے۔ اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مَردوں سے تشبہ کریں۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مَردوں سے تشبہ کرنے والیاں ملعون ہیں۔

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجبِ لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن۔ تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے۔ اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مباف ڈالنا اور اس سے سخت تر۔

حضرت سیدی محمود گیسو دراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا۔ ایک گیسو محفوظ رکھا تھا۔ اور اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علماء و اجلہ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز۔ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سرراہ بیٹھے تھے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی انہوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا حضرت خواجہ نے فرمایا سید فرو تر۔ سید اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا فرمایا سید فرو تر۔ انہوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا۔ حضرت نے فرمایا سید فرو تر۔ انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا۔ اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں

نے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا۔ گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا ـــــــــ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا۔ فرمایا! لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں مجھے کیا عطا فرمادیا۔ جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ عالم ناسوت منکشف ہوگیا۔ جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا۔ جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا۔

اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کا یادگار تھا۔ اور اسے ایک تجلی رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا اسے تشبہ سے کیا علاقہ؟

عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا۔ نہ اتنا دراز اور اس کے محفوظ رکھنے میں یہ راز اس کی سند ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا۔ اذان ہوئی۔ بچوں نے اس کی نقل کی۔ ان میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ ان کی آواز بہت اچھی تھی۔ حضور نے آپ کو بلایا اور سر پر دست مبارک رکھا اور ان کو مؤذن مقرر فرمادیا۔ انہوں نے برکت کے لئے پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دست اقدس رکھا گیا۔ محفوظ رکھا۔ جس وقت کھولے جاتے تو زمین پر آجاتے تھے۔ اسے بھی تشبہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ عورتیں فقط پیشانی کے بال نہیں بڑھاتیں اور ان کا محفوظ رکھنا اس برکت کے لئے تھا۔[1]

"زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں۔ عمرو یہ کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہے۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ وسادات کا یہ شعار ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا۔ اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو جتنی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کرکے سب کا اعادہ کریں یا نہیں"

الجواب:۔ مسلمان کو اتباع شریعت چاہئے۔ حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے بینہ تک

---

[1] ملفوظ ۔ ص ۹۶ ۔ ملفوظات حصہ دوم۔

بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورت سے تشبہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء۔

اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اسے لعنت کی خبر دی۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں۔

حالاں کہ جوتا کوئی جزوِ بدن نہیں جزوِ لباس ہے۔ اور کمان جزوِ لباس بھی نہیں۔ ایک خارجی شے ہے۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی۔

الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے از کر سینہ تک پہونچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلاً نہ بڑھیں نہ صرف جائز بلکہ سنن زوائد سے ہے۔ حساب کر کے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرما کر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

سدا سہاگن

سلسلۂ قادریہ میں سدا سہاگن ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اوس مرد پر کہ عورت کی وضع بنائے۔ قادریہ چشتیہ کسی فرقہ کا کوئی شخص سدا سہاگن نہیں بن سکتا۔ سب کو حرام ہے۔ اللہ و رسول کا حکم عام ہے۔

بعض مجذوبین قدست اسرارہم نے جو کچھ بحال جذب کیا وہ سند نہیں ہو سکتا۔ مجذوب عقل و ہوش دنیا نہیں رکھتا۔ اوس کے افعال اوس کے ارادہ و اختیار صالح میں نہیں ہوتے۔ وہ معذور ہے۔ ع کہ سلطاں نگیرد خراج از خراب[2]

---

[1] ص ۲۵۹ فتاوی رضویہ سوم۔

[2] ص ۹۱ فتاوی رضویہ جلد دہم۔

جوتا پہن کر کھانا

"اہل اسلام اگر دستر خوان یا پلاٹ پر جوتی سمیت کھانا کھائے تو اس کا کیا حکم ہے؟"

الجواب:- کھانا کھاتے وقت جوتا اتار لینا سنت ہے۔ دارمی و طبرانی و ابو یعلیٰ و حاکم بافادۂ تصحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِذَا اُکِلْتُمُ الطَّعَامَ فَاخْلَعُوْا نِعَالَکُمْ فَاِنَّہٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِکُمْ وَاِنَّہَا سُنَّۃٌ جَمِیْلَۃٌ۔ جب کھانا کھانے بیٹھو تو جوتے اتار لو کہ اس میں تمہارے پاؤں کے لئے زیادہ راحت ہے اور یہ اچھی سنت ہے۔ شرعۃ الاسلام میں ہے یَخْلَعُ نَعْلَیْہِ عِنْدَ الطَّعَامِ کھاتے وقت جوتے اتارے۔

جوتا پہنے کھانا اگر اس عذر سے ہے کہ زمین پر بیٹھا کھا رہا ہے اور فرش نہیں جب تو صرف ایک سنت مستحبہ کا ترک ہے۔ اس کے لئے بہتر یہی تھا کہ جوتا اتارے۔ اور اگر میز پر کھانا ہے اور یہ کرسی پر جوتا پہنے تو یہ وضع خاص نصاریٰ کی ہے اس سے دور بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد کرے۔ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَہُوَ مِنْہُمْ۔ جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ الخ[1]

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

"مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے"

الجواب:- کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور سنت نصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ یَبُوْلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ بے ادبی و بے تہذیبی یہ ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ الخ[2]

مونچھیں بڑھانا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آوے

---

[1] ص۳۵ فتاویٰ رضویہ۔ [2] ص۵ ج۱۰ فتاویٰ رضویہ۔

کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ترکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام وگناہ وسنت مشرکین ومجوس ویہود ونصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں حفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبھوا بالیھود۔ رواہ الامام الطحاوی عن انس بن مالک واللفظ لمسلم۔

مونچھ کترواؤ داڑھی بڑھاؤ اور یہود کی مشابہت نہ کرو[1]

مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منھ میں آوے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ترکیش لوگ بھی مسلمان ہیں۔ وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟

الجواب:۔ مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منھ میں آئیں حرام وگناہ۔ سنت مشرکین ومجوس ویہود ونصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں "مونچھیں کترکر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔"

فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد؟ واللہ تعالیٰ اعلم ملخصاً۔[2]

امام ضامن باندھنا

عرض: امام ضامن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے۔ اس کی کوئی اصل ہے؟

ارشاد: کچھ نہیں[3]

آخری بدھ

"ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں غسل صحت فرمایا۔ اسی بنا پر تمام ہندوستان کے مسلمان اس دن کو روز عید سمجھتے اور غسل واظہار فرح وسرور کرتے ہیں۔ شرع مطہر میں اس کی اصل ہے یا نہیں؟"

الجواب:۔ یہ محض بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم[4]

---

[1] احکام شریعت حصہ سوم۔ [2] ص۱۰۰ فتاویٰ رضویہ (؟)۔

[3] ص۳۰۔ ملفوظ سوم۔ [4] ص۳۷۔ عرفان شریعت حصہ دوم۔

"صفر کے آخری چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی۔ بنا بر اس کے اس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں۔ کہیں اس روز کو نحس و نامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن کل توڑ ڈالتے ہیں۔ اور تعویذ و چھلہ چاندی کے اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں۔ اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟ ملخصاً۔

الجواب:۔ آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اس دن صحت یابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی۔ اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے۔ آخِرُ اَرْبِعَاءِ مِنَ الشَّهْرِ يَوْمُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٌّ۔ اور مروی ہوا ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اسی دن تھی۔ اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعتِ مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

حالتِ نزع میں زن و شوھر کے معاملات

"ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالتِ نزع ہوتی ہے تب اس کے شوہر کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے اور اس کا شوہر حالتِ نزع میں اس کے پاس نہیں جاتا اور اس

---

[1] ص۳۳ احکامِ شریعت دوم۔ ص۱۱ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔

دعوت میں شرکت:۔ مسئلہ۔ دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا لہو و لعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ یہ لغویات ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصہ میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے۔ پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے۔ اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو۔ اور اگر مقتدا و پیشوا ہو مثلاً علماء و مشائخ۔ یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں۔ نہ وہاں بیٹھیں اور نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدا ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں۔

عورت کی تکفین و تدفین میں بھی شوہر کو شریک نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ اب اس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ آیا یہ فعل ان کا جائز ہے یا ناجائز ؟"

الجواب:۔ جب تک جسمِ زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالتِ نزع ہو، بلاشبہ اس کی زوجہ ہے اور اس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے اور بعد موت زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ہاتھ لگانا منع ہے۔ کما نص فی التنویر والدر و غیرھما۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]

عرض! حضور اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کے شوہر کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں، نہ وہ کندھا دے نہ منہ دیکھے؟

ارشاد! یہ مسئلہ جہلا میں بہت مشہور ہے اور بالکل بے اصل ہے۔ ہاں بے حائل اس کے جسم

حاشیہ

مسئلہ۔ اگر وہاں لہو ولعب ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میرے جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو اس نیت سے جانا چاہئے کہ اس کے جانے سے منکرات شرعیہ روک دئے جائیں گے اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر ایسی حرکتیں نہ کریں گے کیوں کہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریبوں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔ ص۱۳ بہار شریعت حصہ ۱۶

قربانی کا گوشت:۔ قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے یہاں کے کفار حربی ہیں۔ ص۱۴۴ بہار شریعت حصہ ۱۵۔

عقیقہ اور اس کا گوشت:۔ **مسئلہ:** ہندوستان میں عموماً بچہ پیدا ہونے پر چھٹی کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں میں اس موقع پر ناجائز رسمیں برتی جاتی ہیں۔ مثلاً عورتوں کا گانا بجانا۔ ایسی باتوں سے بچنا اور ان کا چھوڑنا ضروری و لازم ہے بلکہ مسلمانوں کو وہ کرنا چاہئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ عقیقہ سے بہت زائد رسوم میں صرف کر دیتے ہیں اور عقیقہ نہیں کرتے۔ عقیقہ کریں تو سنت بھی ادا ہو جائے اور مہمانوں کے کھلانے کے لئے گوشت بھی ہو جائے۔ ص۱۵۳، ص۱۵۴۔ ایضاً۔

مسئلہ: عوام میں یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ اور دادا دادی۔ نانا نانی نہ کھائیں۔ یہ محض غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ص۱۵۵ بہار شریعت حصہ ۱۵۔

[1] ص۱۳۱ فتاوی رضویہ جلد ۴۔

کو بے شک ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ باقی کندھا بھی دے سکتا ہے۔ قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔ اور اگر موت ایسی جگہ آئے جہاں میاں بیوی کے سوا کوئی اور نہ ہو تو شوہر خود اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر میت کو تیمم کرائے۔ لیکن عورت کو بلا کسی شرط کے اپنے شوہر مردہ کو چھونے کی اجازت ہے۔ [1]

متفرقات

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیوں کہ کتاب معارج النبوۃ سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرنی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(د) مجلس میلاد شریف میں بیان مولود شریف کے ساتھ ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ہ) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید کیا گیا تھا، ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایہ پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی۔ صحیح ہے یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لئے پیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ص ۹۶ - الملفوظ حصہ دوم۔

(ز) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الٰہی پر مع نعلین مبارک تشریف لیجانا صحیح ہے یا نہیں؟

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوا لے یا امت کو۔ آپ نے ماں باپ کو چھوڑا۔ امت کو اختیار کیا۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول و افعال مذکورہ بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اور ان جوابات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (الف) بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سنی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو۔ یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا۔ بلکہ شیرینی اگر اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی۔ یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مذہب مفتیٰ بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی جو شیرینی اسے خاص اجرت زنا یا غنا میں ملی۔ یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد و نقد مال حرام پر جمع ہوئی وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی و فاتحہ کا ہوا۔ مگر ان کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا مظنہ معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔

حدیث میں ہے من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقع التھم۔

تو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔

اول تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خباثت پر مبنی ہے۔ جو اہلِ تقوی نہیں اسے ان کے ساتھ قربِ آگ اور بارود کا قرب ہے۔ اور جو اہلِ تقوی ہے اس کے لئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے۔ پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے۔ وَ مَنْ وَقَعَ حَوْلَ الحِمیٰ اَوْشَکَ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ۔ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) علماء کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکرِ شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکرِ حزن مناسب نہیں۔ کما فی مجمع البحار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ہ) یہ سب محض جھوٹ ہے اور افترا اور کذب۔ اور گستاخی و بے ادبی ہے۔ مجمع اولین و آخرین میں ان کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا۔ وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گی زیرِ عرش سے منادی ندا کرے گا۔ اے اہلِ محشر اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بنتِ محمد کی صراط پر گزر فرماتی ہیں۔ پھر وہ نورانی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں لئے ہوئے گزر فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) حرام ہے۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔

حدیث میں ارشاد ہوا فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ من کثر سواد قوم فھو منھم جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب وبہتان ہے۔ اللہ و رسول پر بہتان کرنے والے فلاح نہیں پاتے۔ جل و علا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ی) جو بعد اطلاع احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر ہے اور فتویٰ شریعت کو جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے۔ اس سے مجلس شریف پڑھوانا اس کا سننا اس سے امید ثواب رکھنا۔

اس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے جب تک تائب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۔ بعض لوگ جناب پیران پیر کا بہوندی دیتے ہیں۔ کیفیت اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اُ
کا نام بہوندی رکھ دیتے ہیں۔ اور جب سال کا ہوا اس کے گلے میں ہنسلی ڈال دیتے ہیں۔ اور اسی طرح دوس
برس چودہ یا پندرہ سال جب وہ لڑکا اس عمر تک پہونچ جاتے وہ ہنسلیاں اور لڑکے کی قیمت کروا کے اس
کا دسواں حصہ پیران پیر کے نام سے دیتے ہیں۔ اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا رہتا ہے
اور ایسا ہی جانوروں اگر بیل یا بھینسہ ہے تو اسے ہل جوتنے کے وقت اور اگر مادہ ہے تو اس کے
بیانے کے وقت قیمت کا دسواں حصہ دیتے ہیں۔

اور نیز درختوں کو پیر صاحب کا کر کے اس کا جلانا اور دیگر استعمال میں لانا حرام سمجھتے ہیں حتیٰ
وہ بوسیدہ ہو کر گر پڑے اور پڑا پڑا بوسیدہ ہو جاتے۔

اور کھیتوں میں سے بھی بڑے پیر صاحب کے نام دیتے ہیں۔

یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے حق میں کیا حکم ہے؟

اور نیز بودی یعنی چوٹی مثل قوم ہنود بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے یہ کیا ہے تو
پیر صاحب کی بودی بتاتے ہیں۔

اور ایسے ہی مدار پیر کی جٹا۔ پھر مدتِ معہود کے بعد اسے پیر صاحب کی منت دے کر نہایت اد
کے ساتھ اپنی رسمیں پوری کر کے منڈواتے ہیں۔

جو شخص اس دھوندی بچہ وغیرہ کی قیمت پاتا ہے اس قیمت اور ہنسلیاں کے دسویں حصہ
نیاز لیتا ہے۔ آیا ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) دھوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو ممانعت ہے کہ کفا
نام رکھے۔ اور لڑکے کو ہنسلی وغیرہ زیور پہنانا حرام ہے اور لڑکے کی قیمت کرنی جہالت ہے۔ اور یہ اع
کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے۔ اگر اس معنیٰ پر سمجھے ہیں کہ یوں کریں گے تو جئے گا ورنہ مرجائے گا تو یہ
جہل بے بہود، اعتقاد مردود، مشابہ خرافات ہنود، وغیرہم کفار عنود ہے۔

ہاں! اگر ان بے ہودہ باتوں کو چھوڑ کر صرف اس قدر کرتے کہ مولا عزوجل کے نام پاک
محتاجین کو صدقہ دیتے اور اس کا ثواب نذر روح سرکار غوث پاک کرتے اور نیت یہ ہوتی کہ رب تبارک

وتعالیٰ صدقہ کے سبب بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ اور بوجہ ایصال ثواب سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ کے برکات رضا، ودعاء وتوجہ شامل حال ہوں گے۔ اور ان پر محبوب کریم رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عقیدت ونیازمندی کے اظہار سے اللہ سبحنہٗ وتعالیٰ خوش ہوگا۔ اور اس کی خوشی جالب رحمت وسالب زحمت ہوگی۔ اور حیات نہ ہوگی مگر وقت معہود تک اور موت نہ رکے گی مگر اجل معلوم تک۔ تو یہ اعتقاد وعمل صحیح وبے خلل ہوتے۔

(۲) یوں ہی جانوروں کی قیمت کا دسواں حصہ اگر ان کے خیالات باطلہ کے طور پہ ہے تو مذموم۔ اور صرف اس طریق صحیح پر ہو تو ایک تصدق ہے جس سے دفع بلا مقصود اور بے شک صدقہ بلا رد کرتا ہے اور باذنہ تعالیٰ موت سے بچاتا ہے۔ اگرچہ قضائے الٰہی کا کوئی پھیرنے والا نہیں۔ رہی ہل جتنے اور بیانے کے وقت کی خصوصیت وہ اگر کسی اعتقاد وعمل باطل کے ساتھ نہیں۔ نہ اسے تخصیص شرعی وضروری سمجھا جائے تو لَا یَنفَعُ وَلَا یَضُرُّ ہے۔ کسائر التخصیصات العرفیۃ التی لا مانع علیھا من الشرع

(۳) درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر ان کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا۔ اپنی طرف سے شریعت جدیدہ نکالنا اور بحیرہ وسائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر رد وانکار شدید خود قرآن مجید میں موجود۔ مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے۔

(۴) کھیت میں سرکار غوث پاک کے نام پر حصہ دینا اگر یوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذات مقصود۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یوں نہ کریں گے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہو کر مضرت دیں گے۔ کوئی بلا پہونچے گی۔ تو یہ سب اعتقادات باطلہ وفاسدہ وبدعات سیئہ ہیں۔ اور اگر یوں نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے لئے تصدق منظور تو کھیتوں میں ایسا حصہ دینا خود قرآن عظیم میں مطلوب۔ اور اس کا ثواب نذر روح اقدس کرنا اس عمل طیب میں طیب وخوبی ہی بڑھائے گا جب کہ کسی عقیدہ باطلہ کے ساتھ نہ ہو۔

(۵) لڑکوں کے سر پر چوٹی رکھنی ناجائز اور فعل مذکور رسم ملعون کفار سے تشبہ ہے جس سے احتراز لازم۔

(۶) جو شخص احوال مذکورہ بروجہ مذمومہ سے صدقہ لیتا ہے۔ اگر ان اعتقادات باطلہ میں ان کا شریک تو خود بھی فاسق ومبتدع ہے۔ جس کی امامت مکروہ اور اس کے ہاتھ پر بیعت جہالت ہے۔[۱]

---

[۱] ص۵۳۔ ص۵۴ فتاویٰ رضویہ جلد دہم

(۱) مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے۔ اور کس کو نہیں۔ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں۔ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں۔ بھلائی کی طلب میں۔ حاجت برآری کے لئے اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور ان کے ٹھہرنے کے لئے وہی قبرستان ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف اور قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے۔ اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی ہیں ناچتی ہیں۔ بجاتی ہیں۔ عورتیں غیر محرم رہتی ہیں۔ ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا اور اس کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ اس کا کیا جواب؟

(۳) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۴) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لئے عمارت بنادے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) قبر پر درخت لگانا۔ دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لئے اس قبہ سے لگا کر اسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟

(۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قل کرائے۔ فاتحہ پڑھوائے۔ آیا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب اپنے لئے بعد وفات رکھے یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب:-

(۱) مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہو۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی

نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔

(۲) عورتوں کو مقابر اولیاء و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاء کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے۔ اور وہ بے ہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دار تکلیف میں نہیں۔ وہ اس وقت محض اہل تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں۔ اللہ عز و جل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا۔ حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان۔

(۳) اگر من جانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے۔ ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں، ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا۔ اسے بجھا دیا۔ اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نوران کے ساتھ فرمادیا۔ کما فی بہجۃ الاسرار و معدن الانوار۔

(۴) جائز ہے۔ کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے۔

(۵) حفاظت کے لئے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایہ زائرین کے لئے ہوں تو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہوں۔

(۶) کسی قبر پہ کوئی پایہ چننا جائز نہیں۔

(۷) بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔

(۸) جائز ہے۔ اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۱]

"غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں۔ محض جاہلانہ رسم ہے۔ نہ ان کے نشان کی کوئی اصل"[۲]

"ناواقف جاہل لوگ بنام نہاد طاق شہید طاق پرستی کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، ریوڑی، گنا، پھول، ہار طاق پر چڑھاتے ہیں۔ جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی طاق سے

---

[۱] ص۱۶۱، ص۱۶۲ فتاوی رضویہ جلد ۴۔

[۲] ص۹۵ فتاوی رضویہ جلد نہم۔

چاہتے ہیں۔ اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے لیے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

"یہ سب رسوم جہالت وحماقت وممنوعات بیہودہ ہیں۔ مگر بت پرستی اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ جہال پرستش بمعنی بت پرستی نہیں کرتے کہ کافر ہو جائیں۔ ہاں گنہگار و مبتدع ہیں۔"[1]

---

[1] ص ۱۶۴ فتاویٰ رضویہ جلد دہم

اصحابِ علم و ادب کے تاثرات

شاعرِ مشرق علامہ اقبال

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عابد احمد علی مہتمم بیت القرآن لاہور و سابق لیکچرر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا یہ تحریری بیان ہے۔

"غالباً ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ علامہ اقبال مسلم یونیورسٹی میں موجود تھے۔ ایک محفل جس میں مَیں بھی موجود تھا۔ دوران گفتگو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ آگیا۔ علامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا" ـــــ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے علامہ مرحوم نے فرمایا کہ ـــــ "میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمال فقاہت، اور علوم دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہد عدل ہیں"

نیز فرمایا ـــــ "مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔ لہٰذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑی" الی آخرہ۔

عابد احمد علی۔ یکم اگست ۱۹۶۵ء۔ (اس پورے تحریری بیان کی فوٹو کاپی ہفت روزہ افق کراچی ۲۲ تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء نے شائع کر دیا ہے)

سر ضیاء الدین

ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف کے

توسط سے بریلی پہونچ کر امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء کے درمیان ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلہ میں استفادہ کیا جس کا واقعہ مشہور اور متعدد کتب سوانح میں مذکور ہے۔

اس واقعہ کے ایک عینی شاہد حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی (سنہ ۱۹۷۲ء میں بمبئی کے اندر تشکیل پانے والے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تاحیات نائب صدر رہے) اختتام واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"باہر آکر ڈاکٹر (سر ضیاء الدین) صاحب نے سید سلیمان اشرف سے کہا! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی۔ حضرت نے دس منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔"

(ص ۵۹-۶۰۔ اکرام امام احمد رضا مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۸۱ء)

اور ایک دوسرے مشہور عالم دین مولانا ظفر الدین پرنسپل شمس الہدیٰ پٹنہ (ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے والد ماجد) اس واقعہ سے متعلق سر ضیاء الدین کے یہ تاثرات نقل کرتے ہیں۔

"میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شئی ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے جرمن جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہنمائی فرمادی۔ اور میں حاضر ہو گیا۔ یوں معلوم ہو رہا ہے کہ آپ اس مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔"

(ص ۱۵۴ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ۔ کراچی)

مولانا ابوالکلام آزاد

"مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں۔"

(ص ۱۲۴، تحقیقات از مفتی محمد شریف الحق امجدی مکتبہ الحبیب مسجد اعظم الہ آباد)

مولانا زکریا شاہ بنوری

پشاور کی ایک مجلس میں سید محمد یوسف بنوری (کراچی) کے والد بزرگوار مولانا سید زکریا شاہ صاحب بنوری پشاوری نے فرمایا۔

"اگر اللہ تبارک و تعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خاں بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی۔" (ص ۱۰۰ فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

مولانا محمد الیاس بانیٔ تبلیغی جماعت

کراچی میں ایک عالمِ دین نے جن کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے، فرمایا کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب فرماتے تھے کہ:

"اگر کسی کو محبتِ رسول علیہ التحیۃ والثناء سیکھنی ہو تو مولانا بریلوی سے سیکھے۔" (حوالہ مذکور)

مولانا اشرف علی تھانوی

"حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔" (اسوۂ اکابر مطبوعہ دیوبند ص ۱۸)

"میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے، وہ ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن عشقِ رسول کی بناء پر کہتے ہیں کسی اور غرض سے تو نہیں کہتے۔" (بحوالہ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام از مولانا اختر شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی بانیٔ جماعت اسلامی

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔"

(ص ۴۰ مقالاتِ یوم رضا حصہ دوم مطبوعہ لاہور)

"میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابلِ احترام مقتدا، تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ و آراء سے مجھے اختلاف ہے، لیکن میں ان کی دینی خدمات کا معترف بھی ہوں۔" (ص ۱۱۶۔ امام احمد رضا نمبر المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء مکتوب بنام ایڈیٹر)

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

"وہ (مولانا احمد رضا بریلوی) علوم اسلامیہ، تفسیر، حدیث، فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ منطق، فلسفہ اور ریاضی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عشقِ رسول کے ساتھ ادبِ رسول میں اتنے سرشار تھے کہ ذرا بھی بے ادبی برداشت نہ تھی۔"

(ص ۵۵ خیابان رضا طبع اول ۱۹۸۲ء عظیم پبلی کیشنز لاہور)

مولانا ملک غلام علی نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ غلط سخت فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوٰی کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"

(ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۰ر نومبر ۱۹۶۲ء)

شاہ معین الدین ندوی ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ

"مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً حدیث و فقہ پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی۔ مولانا نے جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی استحضار، ذہانت و طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ فتاوٰی موافق و مخالف ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔"

(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء)

مولانا ابوالحسن علی ندوی

"علماء حجاز سے بعض فقہی و کلامی مسائل پر مذاکرہ و تبادلہ خیال کیا۔ حرمین کے دوران قیام آپ نے بعض رسائل لکھے اور علماء حرمین کے پاس آتے ہوئے سوالات کے جوابات دیتے۔ وہ حضرات آپ کے وفور علم، فقہی متون و اختلافی مسائل پر دقت نظر، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت و ذہانت دیکھ کر حیران رہ گئے۔"

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی ..... علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔"

(ص ۴۱ جلد ہشتم نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۷۰ء)

مولانا کوثر نیازی

"ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشق رسول ہے جس میں وہ سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں چنانچہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے۔" (ص ۹۰۔ انداز بیان)

ماہر القادری

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔

دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے الگ ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔" (ص۴۴۔ ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۷۳ء)

فیاز فتح پوری

"مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ چکا ہوں۔ وہ غیر معمولی علم وفضل کے مالک تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع بھی تھا اور گہرا بھی۔ ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔" (ص۱۲ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی شمارہ نومبر ۱۹۷۵ء)

پروفیسر سلیم چشتی

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے سرکار ابد قرار زبدۂ کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو منظوم سلام پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہوگیا۔ کیوں کہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کرلئے ہوں۔" (ص۱۴۔ ندائے حق جونپور)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

"میں جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں اور ان کو اسلام کے مجاہدین و مبلغین کی صف اول میں شامل سمجھتا ہوں عشق رسول کا جذبہ ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ موجود ہے۔ اور چونکہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت پر ہے، اس لئے اس کا اثر آفریں ہونا قدرتی امر ہے۔"

(ص۲۷۔ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری صدر شعبۂ اردو کراچی یونیورسٹی

"ان کی شاعری کا محور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحب شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف نعت و سلام و منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دل سوزی کے ساتھ کہتے تھے۔" (ص۸۶۔ اردو کی نعتیہ شاعری مطبوعہ لاہور)

پروفیسر محمد ایوب قادری

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی بن مولانا نقی علی خاں ساکن بریلی (روہیلکھنڈ۔ یوپی۔ انڈیا) نامور عالم، کثیر التصانیف، مقبول مترجم قرآن اور مشہور فقیہ تھے۔۔۔۔

مولانا بریلوی فکری اعتبار سے مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا محبوب علی دہلوی اور مولانا فضل رسول

بدایونی سے تعلق رکھتے تھے۔ اول الذکر ہر دو حضرات تو خانوادۂ ولی اللہی کے نامور ارکان ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے علماء فرنگی محل (لکھنؤ) سے استفادہ و استفاضہ کیا ہے۔ مولانا بریلوی شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کی بعض نعتیں تو بڑی پیاری ہیں۔" (ص ۹۰-۹۱ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

"علوم دینیہ میں انہیں جو دسترس حاصل تھی وہ فی زمانہ فقید المثال تھی۔ دوسرے علوم میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ ان کا دل چوں کہ عشقِ نبویؐ میں کباب تھا اس لئے نعت میں خلوص اور سوز ہے جو بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہوتا۔" (ص ۴۳ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر جمیل جالبی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

"مولانا شاہ احمد رضا خاں چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہ، متبحر عالم، بہترین نعت گو، صاحبِ شریعت و صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔

ان کا امتیازی وصف جو دوسرے تمام فضائل و کمالات سے بڑھ کر ہے، وہ ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی تصنیفات و تالیفات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ یہی حُبِ رسول ہے۔"

(ص ۴۷ معارف رضا جلد چہارم مطبوعہ کراچی)

شیخ امتیاز علی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو، اور صدہا دینی و علمی کتب و رسائل کے مصنف تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی۔ فقہی مسائل میں "فتاویٰ رضویہ" ان کا بہت اہم علمی کارنامہ ہے۔ مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت اور اعلیٰ اجتہادی صلاحیت کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بجا فرمایا تھا: ہندوستان میں اس دورِ آخر میں ان جیسا ذہین و طباع بمشکل ہی ملے گا۔" (ص ۴۴۔ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

پروفیسر کرار حسین وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی

"میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم و عمل میں عشقِ رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین ایک جسدِ بے روح ہے۔"

(ص ۸۵ خیابانِ رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت عظیم اور ان کا علمی مرتبہ بہت بلند ہے۔ وہ بلاشبہ عبقری تھے"

(ص ۱۱۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سید عبد اللہ

"وہ بلاشبہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔ لیکن ان تمام درجات رفیعہ سے بھی بلند تر ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عاشق رسول کا۔ یہ عشق رسول کا فیضان تھا کہ ان کے دل میں سوز و گداز، ان کی نظر میں حیا، ان کی عقل میں سلامتی، ان کے اجتہاد میں ثقاہت، ان کی زبان میں تاثیر اور ان کی شخصیت میں اثر و نفوذ تھا"

(ص ۳۵ پیغامات یوم رضا طبع دوم لاہور)

احسان دانش

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے نہیں ان کے خاندان سے شعر و ادب اور خصوصاً نعت گوئی نے راہیں پائی ہیں۔ حسن رضا خاں کا دیوان "ثمرۂ فصاحت" میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جواب نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نعت کے میدان میں ناقابل فراموش شخصیت ہیں"

(ص ۱۴ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

احمد ندیم قاسمی

"میں انہیں صرف بحیثیت نعت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ ہے کہ نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر نعت نویسوں کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم کی بے پناہ اور بے کنار عقیدت و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے"

(ص ۲۴ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے بچپن ہی سے واقفیت ہے۔ آپ کے علم و فضل، تقویٰ و تقدس، حمیت دینی و حرارت ایمانی کا ذکر اکثر اپنے بزرگوں سے سنا۔ فقیہ اسلام اور مترجم قرآن کی حیثیت سے حضرت کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کا اعتراف تمام اہل نظر نے کیا ہے۔ حضرت مولانا کے شاعرانہ کمالات سے بھی حال ہی میں شناسائی ہوئی ہے۔ بالخصوص نعتیہ شاعری

نے خاص طور پر متاثر کیا ہے۔ آپ کے کلام میں جو والہانہ سرشاری، سپردگی اور سوز و گداز کی جو کیفیت ملتی ہے وہ اردو نعت گو شعرا میں اپنی مثال آپ ہے۔" (ڈاکٹر صاحب کا مکتوب بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ لاہور)

پروفیسر محمد طاہر فاروقی صدر شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی

"اعلیٰ حضرت عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور وہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔ اسی لیے ان کے اشعار میں "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔"

(ص ۹۶ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

نقاش فطرت میاں ایم اسلم لاہور

"مجددِ اسلام سیدنا حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ شریعت اور طریقت میں ایک بہت بلند مقام رکھتے تھے اور امامِ وقت مانے جاتے تھے۔" (ص ۹۴ خیابان رضا)

ڈاکٹر عبادت بریلوی

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت بڑے عالمِ دین، مفکرِ اسلام اور عاشقِ رسول تھے۔ ان کا نام علمائے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے علوم اسلامی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔" (ص ۹۷ خیابان رضا)

سید شان الحق حقی

"میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرا ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ ان کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے مرتبے پر دال ہے۔"

(ص ۹۶ خیابان رضا)

پروفیسر سید سخی احمد ہاشمی

"مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں اپنی الگ حیثیت سے ممتاز ہیں۔ ان کی بے شمار کتب و رسائل جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز بتائی جاتی ہے، ان کے علم و فضل پر گواہ ہیں۔ ان کے حالات زندگی ان کے زہد و تقویٰ پر شاہد ہیں۔ اور ان کے اشعار عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور، ان کی شخصیت نے اپنے زمانہ کو بہت متاثر کیا۔"

(ص ۹۷ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی

"حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۷ھ) کے بعد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی کتابوں اور تقریروں میں عشقِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کو اپنا موضوع بنایا۔ اور اس موقف سے ذرا بھی ہٹنا گوارہ نہیں کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں۔ اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ وہ عشقِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے۔ ایک جگہ کہتے ہیں۔

راہ عرفاں کے جو ہم نادیدہ رو، محرم نہیں
مصطفیٰ ہیں مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

(خیابان رضا)

حکیم محمد سعید دہلوی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی دینی علوم میں ایک جامع اور انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ وہ فقیہ بھی تھے، عالم بھی اور شاعر بھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق آٹھ سو کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے دین کے جس شعبے اور علم و فن کے جس گوشے پر قلم اٹھایا اس میں ان کی ایک انفرادی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ اگرچہ انہوں نے براہ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا، لیکن جہاں کہیں انہوں نے سیاسی تحریکات کو مذہب سے متصادم پایا وہاں اس کے خلاف بے باکانہ قلمی جہاد کیا۔

"مولانا شریعت و طریقت دونوں کے رموز سے آگاہ تھے۔ اگر ایک طرف ان کے فتاویٰ نے عرب و عجم میں ان کی دینی و علمی بصیرت کی دھاک بٹھادی تھی تو دوسری طرف عشقِ رسول نے ان کی نعتیہ شاعری کو فکر و فن کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔" (ص ۹۴ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

میاں محمد شفیع (م، ش)

"اعلیٰ حضرت نے عشقِ رسول کی عوامی تحریک جاری فرما کر طول و عرض ہند میں جس طرح مسلمانوں کے سینے میں حُبِ رسول کی جوت جگائی اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔" (ص ۹۵ خیابان رضا)

سید الطاف بریلوی ایڈیٹر العلم کراچی

اعلیٰ حضرت ... تمام عمر لفافے پر ڈاک کا ٹکٹ الٹا لگایا۔

یعنی تاج والا حصہ نیچے کی طرف رکھا۔" (ص ۱۲۰ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

حفیظ جالندھری

"ان کے قلم سے چند ابیات نعت نے میرے قلب میں محبتِ حضور کی روشنی میں توانائی بخشی . . . . میں ان کو عشاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمرے میں صفِ اول پر دیکھتا ہوں۔" (ص ۶۲ خیابان رضا)

رئیس امروھوی

"ان جیسا عاشقِ رسول، نعت گو، منقبت سرا، محدث، عالم، مصنف اور فقیہ و شارحِ قرآن مجید کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے۔ جس سے عجیب طرح کا انشراحِ صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ایک صوفی باصفا اور عالم جلیل تھے۔ ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں عہد آفریں بھی۔" (ص ۶۵ خیابان رضا مطبوعہ لاہور)

بہزاد لکھنوی

"حضرت عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے ساتھ ہی صوفی کامل بھی تھے۔ عاشقِ رسول ایسے تھے کہ ان کی زندگی کی کوئی سانس ذکرِ رسول سے کبھی خالی نہیں گزری۔" (ص ۵۴ پیغاماتِ یوم رضا طبع دوم لاہور)

نعیم صدیقی

"مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصی طور پر وابستگی کی روح کارفرما ہے۔ زبان پر قدرت ہے۔ ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں۔"

(ص ۱۱۶ خیابان رضا)

ڈاکٹر سلام سندیلوی شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی

"حضرت امام احمد رضا نے اپنی نعت میں خلوص کی مہک بھر دی ہے۔ یہ خلوص ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ انہوں نے ہر نفس پر بستے محمد کو محسوس کیا ہے۔ اور اسی کی موجیں ہم کو ان کی شاعری میں رقصاں نظر آتی ہیں۔" (ص ۴۶۴ ۔ امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء)

ڈاکٹر حامد علی خاں شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

"اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فاضل بریلوی پر انعامات کی بارش برسائی اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ خدا نے آپ کو قوی حافظہ اور ذہن رسا عطا فرمایا اپنے فضل و کرم سے اپنی عطا کردہ صلاحیتوں کو

صحیح راہ پر لگانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔" (ص ۴۴۹۔ امام احمد رضا نمبر۔ المیزان بمبئی)

ڈاکٹر نسیم قریشی شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

"نعت گوئی ادبیات انسانی کا ایک بیش قیمت ذخیرہ ہے۔ نازک خیال شاعروں اور چابک دست ماہرین فن نے سرمایۂ عقیدت کو وہ آب ورنگ دیا ہے کہ بایں انداز چمن طرازی فکر و بیاں طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصہ میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الہٰی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اس محبوب زمرہ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں "حسان الہند" کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشق رسول، ان کی وجہ آفریں نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔ محمدی لوائے عظمت ابد کی چوٹیوں پر سرمدی شان سے لہرا رہا ہے اور اس کے مقدس سائے میں حضرت رضا بریلوی جاوداں کامرانیوں سے سرفراز و شادکام ہو رہے ہیں۔ ع

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے (ص ۵۴۹۔ امام احمد رضا نمبر۔ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء)

ملک زادہ منظور احمد لکھنؤ یونیورسٹی

"مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں اگر ایک طرف تبحر علمی، زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کے معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف رسول اکرم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انہوں نے اپنی علمی و دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔ تاریخ اسلام، قرآنی رموز و نکات، حدیث، اور اسماء الرجال پر ان کی جتنی گہری نگاہ تھی اس کے معترف و مداح ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے علماء کرام ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا جو ملکہ انہیں حاصل تھا اس کی غمازی "حدائق بخشش" میں شامل وہ نعتیں اور منقبتیں کرتی ہیں جو آج بھی گھر گھر پڑھی جاتی ہیں۔"

(ص ۶۷۹۔ امام احمد رضا نمبر ماہنامہ المیزان بمبئی)

صَف دَر و صَف شِکن مُجاہد

خواجہ حسن نظامی

امام احمد رضا بریلوی کے متعلق خواجہ حسن نظامی کے تاثرات جو امام احمد رضا کی زندگی میں ہفت روزہ خطیب (دہلی) کے شمارہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء (ص ۴۳-۲۴، ج ۱، ش ۱۱) میں شائع ہوئے۔

بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقد مجدد زمانہ حاضرہ کہتے ہیں درحقیقت طبقۂ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصبِ مجدد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقہ وہابیہ کے زیر تحریر و تقریر تھیں۔ اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی و شافی نہیں دئے گئے تھے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں، وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہئے۔ ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں۔ جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے۔ ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔

جس طرح دیوبند کے تذکرہ میں میں نے قومی کارناموں کا ذکر کیا ہے اس موقع پر بھی نہایت فخر سے حضرت مولانا بریلوی کی اس خدمتِ قومی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے جنگ بلقان، طرابلس اور کانپور میں کی۔

میرے نزدیک مولانا صاحب کی جرأت و دلیری علمائے دیوبند، فرنگی محل اور تمام لیڈران گرم و سرد سے بڑھ کر ہے۔

انہوں نے جو کام کیا، وہ ایک سے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہو سکا۔ اور وہ ان کے بے باکانہ فتوے ہیں جو ان مواقع پر انہوں نے لکھے اور باطل کے مقابلہ میں حق کی حمایت کی۔

مسلکِ جمہور کی تائید

حضرت زید ابوالحسن فاروقی

عاجز نے مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی تالیف "امام احمد رضا اور ردِّ بدعات و منکرات" کا جستہ جستہ مطالعہ کیا۔ کتاب اپنے موضوع میں شایان مطالعہ ہے۔

جزی اللّٰہ المؤلف خیر الجزاء

اس میں قطعاً کلام نہیں ہے کہ علامہ اجل مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مایۂ ناز عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ابوابِ علوم کھول دیئے تھے۔ مولانا مصباحی (مولانا یٰسٓ اختر مصباحی کی کتاب "امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات") نے اسی کتاب میں اور سید ریاست علی صاحب نے مولانا محمد مسعود احمد صاحب کی کتاب "دائرۂ معارف امام احمد رضا کے سخن ہائے گفتنی" میں لکھا ہے کہ جناب مولانا (احمد رضا خاں صاحب) نے پچاس علوم و فنون میں تصانیف و شرح اور حواشی لکھے ہیں۔

مولانا سید عبدالحئی صاحب نے "نزہۃ الخواطر" کی آٹھویں جلد میں لکھا ہے۔

(ترجمہ) "آپ نے اپنے والد ماجد سے علم حاصل کیا اور ایک زمانے تک ان سے وابستہ رہے یہاں تک کہ علم میں مہارت حاصل کر لی اور فنون کثیرہ میں خاص کر فقہ اور اصول میں اپنے اقران سے فائق ہوئے۔"

مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب پیش امام جامع مسجد فتح پوری دہلی نے عاجز سے بیان کیا میں نے اضحیہ کے متعلق مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے مفصل جواب تحریر کیا تا آپ نے بھیڑ کی اتنی قسموں کا بیان کیا کہ میں متعجب رہ گیا (مفتی صاحب نے تعداد بتائی تھی لیکن عاجز بھول گیا ہے)

میں نے اس تحریر کو حفاظت سے رکھا تھا۔ ایک دن میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب تشریف لے آئے اور اس تحریر کا مطالعہ کیا اور مجھ سے کہا۔

"اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علم بہت وسیع تھا"

مولانا سید محمد میاں صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی احیاناً اس عاجز کے پاس تشریف لاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے فرمایا: "مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاویٰ کے بعض اجزاء چھپ گئے ہیں اگر وہ اجزاء آپ کو دستیاب ہو جائیں تو میرے واسطے لے لیں" عاجز نے ان سے استفسار کیا۔ آپ کیوں لینا چاہتے ہیں؟ فرمایا: "ان کے فتاویٰ میں کتابوں کے حوالے بکثرت ہوتے ہیں"

ابن العم المحترم حضرت محمد ابو سعید مجددی کے ساتھ چارشنبہ یکم محرم ۱۴۰۰ھ / ۲۱ نومبر ۱۹۷۹ء کو حیدرآباد دکن جانا ہوا۔ وہاں مولانا عزیز اللہ بیگ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان دنوں فاضل بریلوی کی کتاب "جد الممتار علیٰ رد المحتار" کا پہلا حصہ طبع کر رہے تھے۔ انہوں نے چار اوراق عاجز کو دکھائے۔ ان اوراق کو دیکھ کر فاضل بریلوی کی غزارتِ علم کا کچھ پتہ چلا۔ علامہ شامی نے اگر کسی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے تو علامہ بریلوی نے مزید چند کتابوں کے نام درج کر دئیے ہیں۔ عاجز کو مولانا عزیز بیگ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی نے ایسی علمی کتابیں کثرت سے لکھی ہیں۔ اور یہ سارا علمی خزانہ آج تک شائع نہیں ہو سکا ہے۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی سے اکثر عاجز کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ایک دن مفتی صاحب نے چند شعر ایک خاص کیفیت سے نعت شریف کے پڑھے، پھر فرمایا: "یہ اشعار مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ہیں نعت گوئی میں آپ کا بلند مقام ہے"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات سے بہرہ اندوز کیا، اور آپ نے مدۃ العمر مسلک جمہور کی تائید کی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۳۷ء میں شمع توحید میں لکھا ہے: "امرتسر میں مسلم آبادی ہندو سکھ وغیرہ کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی خیال کیا جاتا ہے"

جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء و وفقنا لمرضاتہ۔

(مطبوعہ امام احمد رضا نمبر۔ ہفت روزہ ہجوم نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

مراجع وماخذ

تصانیف امام احمد رضا قادری (ول ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء - ف ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء)

(۱) ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری ۱۳۳۱ھ ۔ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی

(۲) اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقاً علی قول الامام ۱۳۳۴ھ بریلی ومکتبۃ الشیق ۔ استنبول

(۳) احکام شریعت کتب خانہ سمنانی، میرٹھ

(۴) الاستمداد علی اجیال الارتداد ۱۳۳۷ھ رضوی کتب خانہ بریلی

(۵) الامن والعلا لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا ۱۳۱۱ھ نوری کتب خانہ لاہور

(۶) بدرالانوار فی آداب الآثار ۱۳۲۶ھ حسنی پریس بریلی ۔ باراول ۱۹۲۶ء

(۷) تدبیر فلاح ونجات واصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء مطبع اہل سنت وجماعت بریلی

(۸) تمہید ایمان بآیات قرآن ۱۳۲۶ھ برقی پریس کانپور ۱۹۶۹ء

(۹) جدالممتار علی ردالمحتار (حاشیہ شامی) المجمع الاسلامی مبارکپور

(۱۰) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ۔ باراول

(۱۱) جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت ۱۳۱۰ھ المجمع الاسلامی ۔ مبارکپور

(۱۲) جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ مجلس اشاعت طلبہ فیض العلوم محمدآباد و مشمولہ فتاویٰ رضویہ چہارم

(۱۳) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ مشمولہ فتاویٰ رضویہ دوم ۔ مطبوعہ بریلی و دہلی

(۱۴) حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ حسنی پریس ۔ بریلی

(۱۵) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ مطبع اہل سنت ۔ بریلی

(۱۶) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب ۱۳۰۷ھ رضوی پریس ۔ بریلی

(۱۷) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال ۱۳۱۸ھ مطبع اہل سنت ۔ بریلی

(۱۸) دوام العیش فی الائمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء حسنی پریس ۔ بریلی

(۱۹) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ۱۳۲۳ھ مکتبہ اعلیٰ حضرت ۔ بریلی

(۲۰)	رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء	۱۳۱۲ھ	حسنی پریس بریلی بار اول ۱۹۲۷ء
(۲۱)	ردّ الرفضہ	۱۳۲۰ھ	مطبع اہل سنت وجماعت۔ بریلی
(۲۲)	الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ	۱۳۳۷ھ	مکتبہ سمنانی۔ میرٹھ
(۲۳)	سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح	۱۳۰۷ھ	سنی دارالاشاعت بریلی
(۲۴)	السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ	۱۳۳۶ھ	مطبوعہ کانپور و بریلی
(۲۵)	شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ	۱۳۱۵ھ	حسنی پریس۔ بریلی
(۲۶)	صلات الصفا فی نور المصطفیٰ	۱۳۲۹ھ	" " "
(۲۷)	عرفانِ شریعت۔ مرتبہ: مولانا عرفان علی بیسلپوری		رضوی کتب خانہ۔ بریلی
(۲۸)	عطایا القدیر فی حکم التصویر	۱۳۳۱ھ	اختر بک ڈپو۔ بریلی
(۲۹)	العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویہ اول		مطبع اہل سنت وجماعت بریلی بار اول ۱۳۳۶ھ
(۳۰)	" " دوم		کتب خانہ: سمنانی میرٹھ ر مطبع اہل سنت بریلی
(۳۱)	" " سوم		سنی دارالاشاعت مبارک پور بار اول ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء
(۳۲)	" " چہارم		" " " ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء
(۳۳)	" " پنجم		" " " ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء
(۳۴)	" " ششم		" ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء
	از اول تا دوازدہم ——— رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء		
(۳۵)	فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین	۱۳۱۷ھ	مطبع گلزار حسنی بمبئی
(۳۶)	الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی		مکتبہ الحبیب الٰہ آباد
(۳۷)	الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ	۱۳۲۶ھ	مطبع اہل سنت وجماعت بریلی
(۳۸)	الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء فلسفۃ المشئمۃ	۱۳۳۸ھ	کتب خانہ سمنانی میرٹھ
(۳۹)	الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ	۱۳۱۲ھ	مطبع اہل سنت۔ بریلی
(۴۰)	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	۱۳۳۰ھ	مکتبہ رضویہ کراچی
(۴۱)	لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی	۱۳۱۵ھ	مطبع اہل سنت وجماعت بریلی
(۴۲)	المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ	۱۳۳۹ھ	بار دوم مطبع حسنی بریلی

(۴۳)	مروج النجا لخروج النساء	۱۳۱۶ھ	حسنی پریس بریلی
(۴۴)	المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد	۱۳۲۰ھ	مکتبہ حامدیہ چوک بازار لاہور
(۴۵)	معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین	۱۳۳۸ھ	مطبوعہ لاہور
(۴۶)	مقال عرفا باعزاز شرع و علماء	۱۳۳۷ھ	کتب خانہ سمنانی میرٹھ
(۴۷)	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین	۱۳۰۱ھ	مشمولہ فتاوی رضویہ دوم
(۴۸)	ہادی الناس فی رسوم الاعراس	۱۳۲۳ھ	حسنی پریس بریلی
(۴۹)	الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب	۱۳۲۷ھ	مشمولہ فتاوی رضویہ چہارم

تصانیف دیگر مصنفین و مؤلفین

(۵۰)	ابو داؤد سجستانی، سلیمان بن اشعث :-	سنن ابو داؤد	مطبع مجیدی کانپور
(۵۱)	ابو الاعلیٰ مودودی :-	تفہیمات	
(۵۲)	ابو الحسن علی ندوی :-	حیات عبد الحی	ندوۃ المصنفین دہلی
(۵۳)	" " :-	سیرت سید احمد شہید	ندوہ لکھنؤ
(۵۴)	ابو الحسنات ندوی :-	اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں	دار المصنفین اعظم گڑھ
(۵۵)	ابو الکلام آزاد :-	آزادی کی کہانی	
(۵۶)	ابو سلیمان شاہجہانپوری :-	مکاتیب ابو الکلام آزاد	مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء
(۵۷)	احمد رضا بجنوری :-	انوار الباری دوم	مکتبہ ناشر العلوم بجنور
(۵۸)	ارشد القادری :-	زلزلہ	مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی
(۵۹)	اشرف علی تھانوی :-	ارواح ثلثہ (حکایات اولیاء)	دار الاشاعت دیوبند
(۶۰)	" "	الافاضات الیومیہ	تھانہ بھون
(۶۱)	" "	ترجمہ قرآن	
(۶۲)	امجد علی اعظمی، صدر الشریعہ :-	بہار شریعت	رفاہ عام پریس آگرہ
(۶۳)	بدر الدین احمد رضوی :-	سوانح اعلیٰ حضرت	مکتبہ لطیفیہ براؤں شریف ضلع بستی
(۶۴)	پروانہ اصلاحی :-	مفتی صدر الدین آزردہ	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

(۶۵) ثناء اللہ امرتسری :- شمع توحید — سرگودھا

(۶۶) حامد رضا خاں :- ترتیب و ترجمہ : الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ — مطبوعہ لاہور - بریلی

(۶۷) حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ :- المستدرک علی الصحیحین دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۳۴۱ھ

(۶۸) حسن نظامی، خواجہ :- درویش جنتری — ۱۹۳۳ء

(۶۹) حسنین رضا خاں، مولانا :- وصایا شریف — مطبوعہ بریلی

(۷۰) " " :- روداد مناظرہ، مولانا سلیمان اشرف و ابو الکلام آزاد ۱۳۳۹ھ حسنی پریس بریلی

(۷۱) حیرت دہلوی، مرزا :- ترجمہ قرآن

(۷۲) خلیل احمد انبیٹھوی :- براہین قاطعہ، مصدقہ رشید احمد گنگوہی - مطبوعہ دیوبند

(۷۳) رئیس احمد جعفری :- آزادی ہند

(۷۴) رشید احمد صدیقی :- گنجہائے گرانمایہ — مطبوعہ لاہور

(۷۵) رفیع الدین دہلوی، شاہ :- ترجمہ قرآن — مطبع سیدی دہلی

(۷۶) رفیع اللہ صدیقی، پروفیسر :- فاضل بریلوی کے معاشی نکات — مرکزی مجلس رضا لاہور

(۷۷) سید سلیمان اشرف، مولانا :- المبین — مکتبہ قادریہ لاہور

(۷۸) " " " :- النور ۱۹۲۱ء — مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ

(۷۹) سید سلیمان ندوی :- حیات شبلی — دار المصنفین اعظم گڑھ

(۸۰) سید محمد کچھوچھوی، مولانا محدث : خطبہ صدارت ناگپور مشمولہ ماہنامہ تجلیات ناگپور امام احمد رضا نمبر

(۸۱) شاہ ولی اللہ دہلوی :- انفاس العارفین

(۸۲) " " " :- تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء مطبع احمدی کلاں محل - دہلی

(۸۳) شریف الحق امجدی، مفتی :- تحقیقات — مکتبہ الحبیب الہ آباد

(۸۴) شمس تبریز خاں :- نواب صدر یار جنگ — مکتبہ ندوہ لکھنؤ

(۸۵) شمس الدین جونپوری، مولانا قاضی :- قانون شریعت — مدرسہ حنفیہ جونپور

(۸۶) شیر محمد خاں اعوان :- محاسن کنز الایمان — مرکزی مجلس رضا لاہور

(۸۷) ضیاء الدین، ابو المساکین، مولانا :- اعلام ضروری — پیلی بھیت

(۸۸)	طاہر احمد قاسمی :-	مکالمۃ الصدرین	مطبوعہ دیوبند
(۸۹)	ظفر الدین احمد، مولانا :-	حیات اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ - آرام باغ - کراچی	
(۹۰)	〃 〃 〃 :-	ظفر الدین الطیب مشمولہ المرد و الشلاثۃ - الٰہ آباد	
(۹۱)	ظہیر الدین دہلوی معروف بہ سید احمد :-	مقدمہ تاویل الاحادیث مطبع احمدی - دہلی	
(۹۲)	عارف اللہ قادری، شاہ :-	اذکار حبیب رضا - مرکزی مجلس رضا - لاہور	
(۹۳)	عاشق الٰہی میرٹھی :-	تذکرۃ الرشید مکتبہ عاشقیہ قیصر گنج - میرٹھ	
(۹۴)	〃 〃 〃 :-	ترجمہ قرآن -	
(۹۵)	عبدالحق، مولانا :-	منتظم ترتیب، حیات استاذ العلماء بندیالوی. مکتبہ امدادیہ بندیال - سرگودھا	
(۹۶)	عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری :-	مقدمہ ترجمہ جواہر البحار - الٰہ آباد	
(۹۷)	عبدالحکیم شرف قادری :-	سوانح سراج الفقہاء - مرکزی مجلس رضا - لاہور	
(۹۸)	عبدالحیٔ رائے بریلوی، حکیم :-	نزہۃ الخواطر دائرۃ المعارف العثمانیہ - حیدرآباد	
(۹۹)	عبدالرحمٰن پانی پتی، قاری :-	کشف الحجاب مطبع بہار کشمیر ۱۲۹۸ھ	
(۱۰۰)	عبدالرحمٰن مبارک پوری :-	ف ۱۳۵۳ھ - مقدمہ تحفۃ الاحوذی	
(۱۰۱)	عبدالرزاق ملیح آبادی :-	ذکر آزاد - دفتر آزاد ہند کلکتہ ۱۲ - بار اول ۱۹۶۰ء	
(۱۰۲)	عبدالماجد دریا بادی :-	ترجمہ قرآن	
(۱۰۳)	〃 〃	محمد علی کی ڈائری - معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء	
(۱۰۴)	عبدالنبی کوکب :-	حیات سالک دائرۃ المصنفین - لاہور	
(۱۰۵)	〃 〃 :-	مقالات یوم رضا - مرکزی مجلس رضا - لاہور	
(۱۰۶)	علاء الدین حصکفی، محمد بن علی :-	الدر المختار شرح تنویر الابصار نول کشور لاہور ۱۳۰۵ھ / قاہرہ مصر	
(۱۰۷)	علی قاری بن سلطان محمد ہروی :-	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح - اصح المطابع بمبئی	
(۱۰۸)	غلام احمد قادیانی، مرزا :-	ضمیمہ براہین احمدیہ	
(۱۰۹)	〃 〃 〃 :-	حقیقۃ النبوۃ اول	
(۱۱۰)	〃 〃 〃 :-	ستارۂ قیصرہ	

(۱۱۱)	غلام جیلانی میرٹھی، مولانا :۔	بشیر القاری بشرح صحیح البخاری کتب خانہ سمنانی میرٹھ
(۱۱۲)	غلام سرور قادری، مفتی :۔	الشاہ احمد رضا مکتبہ فریدیہ ساہیوال
(۱۱۳)	غلام معین الدین نعیمی، مولانا :۔	حیات صدر الافاضل ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور
(۱۱۴)	غلام محمد راجہ :۔	امتیاز حق المجمع الاسلامی مبارک پور
(۱۱۵)	فضل حق خیرآبادی، علامہ :۔	تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوٰی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء بار اول مطبوعہ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء تحقیق مولانا اشرف قادری۔ سرگودھا/ المجمع الاسلامی مبارک پور
(۱۱۶)	فتح محمد جالندھری :۔	ترجمہ قرآن
(۱۱۷)	قمر الدین سیالوی، خواجہ :۔	مرآۃ العاشقین مطبوعہ لاہور
(۱۱۸)	محمد اقبال، ڈاکٹر :۔	مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین
(۱۱۹)	محمد اکرام، شیخ :۔	شبلی نامہ
(۱۲۰)	محمد امین بن عابدین شامی :۔	رد المحتار علی الدر المختار مکتبہ نعمانیہ۔ عکس طبع قاہرہ مصر
(۱۲۱)	محمد بن اسمٰعیل بخاری :۔	صحیح بخاری۔ اصح المطابع دہلی
(۱۲۲)	محمد حسین، منشی :۔	فریاد مسلمین
(۱۲۳)	محمد سرور، پروفیسر :۔	افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی۔ ساگر اکاڈمی لاہور
(۱۲۴)	محمد علی کاندھلوی :۔	شاہ ولی اللہ اور تقلید سیالکوٹ
(۱۲۵)	محمد قاسم کاٹھیاواڑی، حاجی :۔	الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی
(۱۲۶)	محمد قاسم نانوتوی، بانی دار العلوم دیوبند۔	تحذیر الناس۔ مطبوعہ دیوبند
(۱۲۷)	محمد لعل خاں، حاجی :۔	مخزن ہدایت۔ مطبوعہ پٹنہ
(۱۲۸)	محمد محبوب اشرفی، مولانا :۔	العذاب الشدید۔ مکتبہ فریدیہ ساہیوال
(۱۲۹)	محمد مرید احمد چشتی :۔	خیابان رضا۔ عظیم پبلیکیشنز لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء
(۱۳۰)	محمد مسعود احمد، پروفیسر :۔	حیات مظہری مدینہ پبلشنگ کراچی
(۱۳۱)	" " " :۔	فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ مرکزی مجلس رضا لاہور
(۱۳۲)	" " " :۔	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں بار ششم۔ المجمع الاسلامی مبارک پور

(۱۳۳) محمد مظہر نقشبندی قدس سرہ : ۔ المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ مطبوعہ قزان سنہ ۱۸۹۶ء

(۱۳۴) محمود الحسن دیوبندی : ۔ ترجمہ قرآن

(۱۳۵) محمد میاں برکاتی، مولانا سید آل رسول : ۔ برکات مارہرہ ومہاتاں بدایوں حسنی پریس بریلی سنہ ۱۳۲۰ھ

(۱۳۶) مرید احمد چشتی : ۔ جہان رضا ۔ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۱۳۷) مشتاق احمد خاں، نواب کاروان حیات مطبوعہ لاہور

(۱۳۸) مصطفےٰ رضا خاں، مفتی اعظم : ۔ الملفوظ (۱۳۳۸ھ) کتب خانہ سمنانی میرٹھ

(۱۳۹) نذیر احمد، ڈپٹی : ۔ ترجمۂ قرآن

(۱۴۰) نسفی، ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود : ۔ مدارک التنزیل ۔ قاہرہ مصر

(۱۴۱) نقی علی خاں بریلوی، مولانا : ۔ ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ ۔ کتب خانہ سمنانی میرٹھ

(۱۴۲) نور محمد قادری ۔ سید : ۔ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری ۔ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۱۴۳) وحید الزماں، نواب : ۔ ہدیۃ المہدی اول میور پریس دہلی

(۱۴۴) وکیل احمد سکندر پوری، مولانا : ۔ وسیلہ جلیلہ مطبع یوسفی لکھنؤ

(۱۴۵) ولی الدین خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ ۔ مشکوٰۃ المصابیح ت سنہ ۱۳۲۷ھ اصح المطابع دہلی

(۱۴۶) یٰسٓ اختر مصباحی پیغام عمل المجمع الاسلامی ۔ مبارک پور

(۱۴۷) یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ ۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ۔ الٰہ آباد

اخبارات ورسائل

(۱۴۸)	اردوئے معلی	علی گڑھ	حسرت موہانی	جون سنہ ۱۹۱۲ء
(۱۴۹)	اردو نامہ	کراچی		دسمبر سنہ ۱۹۸۱ء
(۱۵۰)	استقامت	کانپور	ماہانہ	جولائی سنہ ۱۹۷۶ء
(۱۵۱)	اشرفیہ	مبارک پور	اپریل سنہ ۱۹۷۶ء	اپریل سنہ ۱۹۷۹ء
(۱۵۲)	افق	کراچی	ہفت روزہ	جنوری سنہ ۱۹۷۹ء
(۱۵۳)	اقبال	لاہور	سہ ماہی	اکتوبر سنہ ۱۹۵۷ء
(۱۵۴)	الہام	بہاولپور	ہفت روزہ	مارچ سنہ ۱۹۷۷ء

(۱۵۵)	امروز	لاہور	روزنامہ	ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۳ء
(۱۵۶)	اہل حدیث	امرتسر		رمضان ۱۳۲۴ھ
(۱۵۷)	برہان	دہلی	ماہنامہ	اپریل ۱۹۷۴ء
(۱۵۸)	تجلی	دیوبند	ماہنامہ	فروری، مارچ ۱۹۵۹ء
(۱۵۹)	ترجمان اہل سنت	پیلی بھیت		شمارہ ۵ تا ۱۰
(۱۶۰)	ترجمان اہل سنت	کراچی	ماہنامہ	نومبر ۱۹۷۵ء
(۱۶۱)	جنگ	راولپنڈی	روزنامہ	اقبال ایڈیشن
(۱۶۲)	جنگ	کراچی	"	ستمبر ۱۹۷۴ء
(۱۶۳)	چٹان	لاہور	ہفت روزہ	مارچ ۱۹۶۱ء
(۱۶۴)	الحسنات	رامپور	ماہنامہ	سالنامہ شخصیات نمبر
(۱۶۵)	دبدبۂ سکندری	رامپور		اکتوبر ۱۹۴۸ء
(۱۶۶)	رضائے مصطفےٰ	گوجرانوالہ	ماہنامہ	صفر ۱۳۹۸ھ
(۱۶۷)	رضوان	لاہور	"	ستمبر ۱۹۶۲ء
(۱۶۸)	سُنّی	لکھنؤ	"	جمادی الآخرہ ۱۳۷۷ھ
(۱۶۹)	السواد الاعظم	مرادآباد	"	جمادی الاولیٰ، شعبان ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء
(۱۷۰)	شہاب	لاہور	ہفت روزہ	۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء
(۱۷۱)	ضیائے حرم	لاہور	ماہنامہ	ختم نبوت نمبر دسمبر ۱۹۷۴ء جون ۱۹۷۷ء
(۱۷۲)	عرفات	لاہور	"	اپریل ۱۹۷۰ء۔ ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۷۵ء

(۱۷۳) مشرق لاہور، روزنامہ جون جولائی، اگست ۷۳ء نومبر ۶۸ء (۱۷۴) فیض رضا لائل پور۔ ماہنامہ۔ مارچ ۱۹۷۳ء

(۱۷۵) فیضان فیصل آباد۔ ماہنامہ مارچ ۱۹۶۸ء (۱۷۶) معارف۔ اعظم گڑھ جون ۳۹ء دسمبر ۵۰ء

(۱۷۷) نئی دنیا دہلی (عظیم مدنی نمبر) نومبر ۱۹۵۹ء (۱۷۸) النجم کاکوری۔ لکھنؤ۔ ماہنامہ۔ جون ۱۹۳۶ء

(۱۷۹) نوائے وقت لاہور۔ روزنامہ۔ جون، ستمبر ۱۹۷۴ء

(۱۸۰) نوری کرن۔ بریلی۔ ماہنامہ۔ جولائی ۱۹۶۳ء (۱۸۱) ہمدم۔ لکھنؤ۔ اخبار مئی ۱۹۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توصیف نامہ

الحمد للہ المتوحد بجلالہ

وصلوٰۃ دوما علیٰ خیر الانام محمد

بخدمت گرامی! حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی بانی و مہتمم دار القلم دہلی

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اہل سنت مجدد اعظم شاہ احمد رضا قادری برکاتی (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی دینی و علمی اور فکری خدمات آپ کی عبقریت پر شاہد عدل ہیں اور اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت کے ساتھ آپ ہمیشہ ارباب فضل و کمال کی نظروں میں محترم ، مکرم اور معظم رہے ہیں: پچپن علوم کی بساط علمی پر پھیلی ہوئی تقریباً ایک ہزار تصانیف قاہرہ اور کتب زاہرہ آپ کے وفور علم اور جلالت شان کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات پر دنیا کے مختلف مدارس و جامعات میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے لیکن امام موصوف کی جامعیت کا خاکہ تا ہنوز کلیۃً مرتب نہ ہو سکا۔

آپ کی ہمہ جہت، بلند قامت اور فکر انگیز شخصیت نیز آپ کی گراں قدر اور عشق و عرفان میں ڈوبی ہوئی تصانیف کا تعصب سے پاک ہو کر ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً ان کے اندر فکر و فن اور علم و دانش کی ایک نئی دنیا آباد ملے گی۔

ملک کے مایۂ ناز عالم و ادیب اور مفکر حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی مدیر اعلیٰ ماہنامہ حجاز جدید دہلی و بانی و مہتمم دار القلم دہلی کو ان کی سابقہ تدریسی و تحریری خدمات بالخصوص ان کی فکر انگیز و شہرۂ آفاق تصنیف "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" پر "رضا اکیڈمی بمبئی" آج اس عظیم الشان اجلاس (منعقدہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ / ۲۴ جولائی ۱۹۹۱ء) جس کا موضوع ہے "امام احمد رضا کی قلمی خدمات" اس مناسب و زریں موقعہ پر حضرت مصباحی صاحب کو "توصیف نامہ" پیش کرتی ہے۔ اور امیدوار ہے کہ حضرت موصوف کی قلمی جولانیت سے مزید اس طرح کے شہ پارے معرض وجود میں آئیں گے اور اپنے قائم کردہ "دار القلم" دہلی کے ذریعہ عظیم الشان اور تاریخ ساز خدمات انجام دیں گے۔

رضا اکیڈمی بمبئی حضرت موصوف کو "توصیف نامہ" اور "گیارہ ہزار روپے" بطور اظہار عقیدت پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ جزاءً حسنًا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ الافخم اجمعین۔

تحریر کردہ: ● معین الحق علیمی مصباحی ● قمر الحسن بستوی مصباحی ● شفیق الرحمٰن بستوی مصباحی

حسبي من الخيرات ما أعددته   يوم القيامة في رضا الرحمن

دين النبي محمد خير الورى   ثم اعتقادي مذهب النعمان

الاقوال الصحيحة

فی جواب

الجرح علی ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کی حقیقت

مؤلفہ

مولانا محمد نور بخش صاحب توکلی ایم اے

(مصنف سیرت رسول عربی)

ناشر